

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

**پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ**



واجب العرض از جہان مولف و مہتمم کتاب

جب جمادی الاول ۱۳۲۵ھ میں عرس شریف حضرت غریب نواز مرشدی خواجہ اکبر بخش صاحب
 کے موقع پر خاتم سلیمانی کا ایک تمہیدی اشتہار شائع ہوا۔ تو حضرت خواجہ محمد الدین صاحب
 سجادہ نشین سیال شریف نے بہت اظہارِ مسرت فرما کر پڑھنے کی قیمت کتاب بھیجا اور ارشاد
 فرمایا۔ کہ اشتہار میں ایک آدھ لفظ خلاف واقع معلوم ہوتا ہے مضمون میں اس کی صحت کا
 خیال کرنا چاہئے۔ مہتمم کتاب نے جواب دے آپ کو سجادہ نشینان کا خادم تصور کرتا ہے۔
 انکے عطیہ کو تبرکاً و تمنا اپنے پاس رکھ لیا۔ اور صاحبِ مصروف کچھ مدت میں انکے اظہار
 مسرت و ہدایت کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور ساتھ ہی التماس کی گئی۔ کہ وہ کچھ مصالحہ
 کتاب کے متعلق عطا فرما دیں۔ تو نہایت خوشی اور فخر سے تمنا کتاب میں درج
 کر دیا جائیگا۔ اس پر آپ نے بڑی مہربانی سے کتاب ”انتخاب مناجات سلیمانیہ“
 عطا فرما کر ارشاد فرمایا۔ کہ جو مضامین ضروری سمجھے جاویں۔ ان کا اقتباس
 کر لیا جائے۔ اور کتاب کو بہ ہر وجہ مکمل جامع کرنے کی کوشش کی جائے۔
 الحمد للہ کہ آپ کے فرمان کے مطابق کتاب مذکورہ سے بعض ضروری مقامات
 کا اقتباس کر لیا گیا۔ اور اپنی طرف سے خاکسار مولف اور نیاز مند مہتمم نے کوئی
 دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اب قدر والی شائقین پر موقوف ہے۔

الم

۱۔ ب بلوچ مولف خاتم سلیمانی و مہتمم کتاب سلیمانی



تاریخ مسلمانان

128310

محمدؐ و نصرتی | و بیباچہ خاتم سلیمانی | علی نبیہا السلام

پورے نو سال کا عرصہ گذرا۔ کہ اس سچیان اللہ بخش خان بلوچ متوطن موضع سوکر ضلع
 ڈیرہ غازیخان کو حیات سعیدی مولفہ مولانا حالی کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جس طرز پر مولانا
 موصوف نے وہ کتاب لکھی ہے۔ وہ ان کا حصہ تھا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے میرے دل میں
 شیخ سعیدی علیہ الرحمۃ کی قدر و منزلت پہلے سے وہ چند زیادہ ہو گئی۔ اور جو لطف مجھ کو اس کتاب
 کے مطالعہ سے حاصل ہوا اس کا اثر آج تک میرے دل میں موجود ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے
 میرے دل میں نور ایہ خیال آیا کہ ہمارے ملک میں ایسی کتابوں کی تالیف و تصنیف کی از بس
 ضرورت ہے۔ ناول اور فضول کتابوں سے قطع نظر اچھی اچھی تاریخی کتابوں سے وہ تاج نہیں پہن
 ہوتے۔ جو کسی گریٹ مین (مشاہیر) کے سوانح یا مضمونہ کر نیسے پیدا ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہے
 کہ مولانا اسلام نے جہاں عام طور پر فلسفہ منطق پھیلتے۔ طب بیاضی جغرافیہ وغیرہ کے
 متعلق کثیر تعداد کتب تصنیف کی ہیں۔ وہاں انہوں نے تاریخ و سیر اور بالخصوص بابو کرانی
 کی طرف بھی خاص توجہ کی ہے۔ متقدمین کو چھوڑ کر زمانہ حال کے ہندوستانی اسلامی مصنف مولانا
 شبلی وغیرہ نے اس پہلو کی طرف خاص توجہ کی ہے۔ اور بقدر کافہ انام نے عموماً اور اہل اسلام

نے خصوصاً ان کتابوں کی قدر کی ہو۔ سکر واسطے مجھ کسی تشریح اور توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی تعلیم یافتہ مسلمانوں سے پوچھے۔ کہ انہوں نے ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد کیا رائے قائم کی۔ اور مصنف کے حق میں کس قدر حکمت خیران کے منہ سے نکلا۔

کتاب تواریخ و سیر کے لکھنے میں مسلمان دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اور قاہرہ قسطنطنیہ کے کتب خانے نے ان میں بہاؤ خیران سے تمام دنیا میں مشہور ہیں۔ اور بائوگریفی کے متعلق مجھ کو اس بات کے کہنے میں فخر ہے۔ کہ گویا یہ سلسلہ ہمارا (مسلمانوں کا) وراثت میں چلا آتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اس سلسلہ کو وسیع کیا جاوے۔ مگر پھر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اہل قلم نے مشہور لوگوں کی سوانح عمری لکھنی شروع کر دی ہیں۔ طبقہ علما۔ فضلا کے علاوہ بزرگان دین۔ اولیائے کرام۔ شہنشاہوں۔ ان کے جنرلوں۔ ذریروں۔ امیروں۔ شاعروں کی سوانح عمری بھی حال میں بہت کچھ لکھی گئی ہیں۔ اور لکھی جا رہی ہیں۔ اور ایسی کتابوں کے فوائد محتاج تشریح نہیں ہر ماٹنگن کو آسی کیا ہے۔

اس خیال سے عرصہ چھ سال کا ہوا۔ کہ ناکسار نے اپنے پیر مشدک سراج چشتیان حضرت خواجہ آکھنیش صاحب قنوی علیہ الرحمۃ کے سوانح ایام قلم بند کرنے کا ارادہ کیا۔ یعنی وہ حضرت پیر شہباز کا وصال ہوا۔ اور فدوی نے ارادہ اس کا رخیہ کا شروع کیا مگر ملازمت کے بھٹیڑے اور کمی استعداد کی وجہ سے اس کا رخیہ کو انجام پہنچانے کیلئے امر و زور فرا کرنا رہا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کل امر مہون باوقا تہا کے بموجب ہر ایک کام اپنے خاص وقت پر ہوا کرتا ہے۔ و حقیقت مجھے قریبی شوق اس امر کا اس وقت دامنگیر ہوا۔ جب میں نے دیکھا کہ معمولی سے معمولی آدمی کی سوانح عمری بازار میں فروخت ہو رہی ہے۔ اور گویا یہ ایک زندہ جاوید یادگار ہو سکتی ہے۔ کہ ایسے جلیل القدر بزرگ کی سوانح عمری موجود نہ ہو۔ یہ شوق بار بار مجھ پر اس کام پر آمادہ کرتا تھا۔ مگر گویا قلمی بے سروسامانی مانع اور تباہ تھی۔ سب سے پہلے مجھے یہ ضروری تھا کہ میں کتاب کے واسطے معقول مصاحب جمع کرتا۔ انگریزی تعلیم نے دل میں کسی قدر تحقیق اور تنقید کا مادہ ڈال رکھا تھا۔ اور دل یہ چاہتا تھا۔ کہ اگر کتاب لکھوں تو وہ کتاب کہلاوے کی مستحق ہو۔ معمولی حکایات کے قلم بند کر دینے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ بائوگریفی کا صحیح اطلاق اس کتاب پر ہونا

چاہئے۔ بہر حال پہلی بڑی وقت تو مجھے مصالحوہ اور مضامین کے فراہم کرنے کی پیش آئی۔ جن لوگوں نے غور سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایسی کتابوں کی تالیف میں کس قدر وقت پیش آتی ہے۔ سب سے دوسری بڑی مشکل میرے راہ میں یہ آئی کہ اکثر ملاؤں میں نخل کی صفت قبیحہ موجود ہے۔ اور جن لوگوں نے حضرت غریب نواز کی محفوظات لکھی ہیں۔ جب ان سے سوال کیا گیا۔ کہ بھائی! ذرا اپنی تالیف دکھاؤ تو وہی کہ اس کا انتخاب کر کے یا سالم کتاب کو زور طبع سے آراستہ کیا جاوے۔ تاکہ ہر کہہ اس کتاب سے فائدہ اٹھاوے۔ مگر فیسوں کے بہتیرے لوگوں نے توصیف انکار کر دیا۔ کہ ہم نے تو کوئی محفوظ آج تک نہیں لکھی۔ اور ایک آدھ نے وعدہ بھی کیا۔ مگر ایفانے عہد نہ کر سکے۔ میں اس موقع پر کسی ایسے شخص کا نام لکھ کر انکو زیادہ آرزو نہیں کرنا چاہتا کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ طبع ثانی کے وقت وہ ضرور میلر ہاتھ بٹائے۔ میں کوئی کتب فروش نہیں۔ کہ اس کتاب کو بیچ کر فائدہ کمانا چاہتا ہوں۔ بلکہ میرا مدعا یہ ہے۔ کہ ہمارے پیر و مرشد کے اقوال افعال عادات اطوار کا ایک نقشہ عام لوگوں کے سامنے کھچ جائے گا۔ اور اگر ان کے مریدان بااخلاص کو لطف تازہ اور مستحب بے اندازہ حاصل ہوگی۔ تو دیگر اہل اسلام اور عوام الناس جو اس سلسلہ متبرکہ اور اسرفات ستودہ صفات مخزن کمالات سے ابھی نا بلد ہیں واقف ہو کر استفادہ حاصل کریں گے۔ میرے خیال میں ہر ایک عقیدت مند مرید کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی پیرانہ طریقت کے صحیح حالات اور کمالات عام لوگوں کو سنائے۔ اور جو لطف اس مرید کو حلقہ اراوت اور وایہ غلامی میں نصیب اور حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ کو بھی مستفید اور مستفیض کرنے کی کوشش کرے۔

مجھ اس کتاب کی تالیف میں یہ بات بھی مدنظر تھی۔ کہ کتاب کو موجودہ طرز تحریر کے مطابق صحیح اور راست واقعات سے لکھا جاوے۔ اور جو غیر صحیح اور ذورازقیانہ واقعات درج کرنے سے نخل حلقہ کیا جاوے۔ اور ایسی مطلب کیو اسطے میں نے مختلف مقامات کا سفر کیا۔ اور حتی الامکان اور حتی المقدور ہر ایک حکایت کی تنقید اور تصدیق میں کوشش کی۔ ممکن ہے کہ باوجود میری کوشش کے بعض حکایات میں مبالغہ یا غلو موجود ہو۔ مگر اس خطا و نسیان پر معمول کرنا چاہئے۔

کیونکہ انسان آخر انسان ہی ہے۔ اور وہ مغلوب سہو و نسیان بھی ہو۔ عموماً پویش گریختاری
رسی و طعنہ مزین *

اس امر کے علاوہ یہ خیال بھی شروع ہو میرے دل میں متکون تھا۔ کہ کتاب کو موجود انشا پر ہی
کی طرز پر لکھا جاوے۔ یعنی اولاً خاندانی حالات۔ پھر پیدائش بچپن تعلیم و تربیت شباب۔
زہد و اتقا۔ کشف کرامات۔ سفر تالیف و تصنیف۔ پابندی اوقات۔ عادات و اطوار بصریح
ذرات۔ اولاد۔ خاتمہ وغیرہ کو سلسلہ وار قلمبند کیا جاوے۔ اور عام ملاؤن کی طرح ایک
خاص امر مثلاً کشف و کرامات یا جو کچھ کہنا۔ لکھ دیا کا اصول نہیں رکھنا چاہیے۔ اس پابندی سے
مجھے بعض مضامین کے مصاحفہ کی تلاش میں بہت محنت کرنی پڑی۔

بعض احباب خصوصاً مگر می مولوی محمد یار خان پٹیالہ سٹرٹل سکول تونسہ شریف
ان کے اسٹنٹ مولوی اور محمد سوکڑی اور مولانا صاحب پٹیلانی کا از حد مشکور ہوں جنہوں
نے فراہمی مضامین میں کما حقہ مدد دی۔ اور آخر الذکر صاحب نے تو کتاب کے انطبوع اور
اشاعت کا ذمہ سزاؤ پر لینے کے علاوہ کاپی کی تصحیح اور ترتیب مضامین میں قابل قدر مدد دی۔
پہلے میرا رادہ تھا۔ کہ صرف حضرت غریب نواز خاں کے کشف صاحب تونسوی کی سوانح عمری لکھی
جاوے اور ابتدائیں صرف انہی کے سوانح ایام حیات میں مصروف رہا۔ مگر بعد میں خیر اللہ صاحب نے
مشورہ دیا کہ حضرت خواجہ خواجگان اول حشتیان چرخ جہان حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ
والعفران کے مختصر حالات معہ کشف کرامات بھی ضرور لکھے جاویں۔ کیونکہ اگرچہ اس ولی مآور
زاو اور بزرگ عالی نژاد کی ملفوظات مثل نافع السالکین مناقب المحبوبین منتخب وغیرہ بہت سی
موجود ہیں۔ مگر اردو زبان میں جو اجل ہندوستان کی کیا قومی اور کیا علمی اور کیا عدالتی
زبان مانی جاتی ہے۔ اور جس کو معمولی سے معمولی آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کوئی کتاب
خواجہ علیہ الرحمۃ کے حالات بابرکات کے متعلق نہیں لکھی گئی۔ اور چونکہ حضرت
غریب نواز کو تمام فیض خواجہ علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوا۔ اور ان کے حالات ایک دوسرے
سے وابستہ و منسلک ہیں۔ اور دونوں آفتاب ماہتاب ولایت کے ہیں۔ اس واسطے
ضروری ہوا کہ خواجہ علیہ الرحمۃ کے بھی حالات و کشف الکمال کا اجمالاً ذکر کیا جاوے

اور مصدر کو چھوڑ کر مشتق کی سبب شروع کر دینی علمی اصول کے بھی برخلاف ہے۔
حضرت عارف محمد مولوی نور اللہ مرقدہ اور صاحبزادہ محمد مجتہد سائیب کے حالات اس کتاب
میں بخوف طوالت نہیں لکھے گئے۔ اگر اجاب نے اس کتاب کی قدر کی تو انشاء اللہ
دوسری جلد میں یہ تمام کمی پوری کر دی جاوے گی۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کے شائع
ہونے کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں دوسری جلد بھی طبع ہو جاوے گی۔ مگر یہ سب کچھ معزز
ناظرین کی قدر دانی پر ہے۔

آخر میں مجھ کو صرف یہ لکھنا باقی ہے کہ جو کچھ میں نے اس کتاب میں لکھا ہے۔ وہ اکثر
ان نلفہ اور معتبر آدمیوں کی روایت سے جن کو اس بارگاہ سلیمانی میں بیٹھنے کا فخر
حاصل ہوا۔ جنہوں نے خواجہ علیہ الرحمۃ والفران سے تعلیم پائی۔ اور جنہوں نے حضرت
غریب نواز کی صحبت بابرکت میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ جن کتابوں کا اوپر نام لکھا گیا
ہے۔ ان کے علاوہ ملفوظ مولوی غلام حیدر صاحب۔ غدا اللہ بین ملفوظ مولوی محمد
صاحب کھڑی۔ نوٹ ملک مولوی در محمد۔ یا داشت مولوی محمد یار خان۔ تواریخ ضلع
ڈیرہ غازیخان تواریخ رسا پنجاب سے بھی خاص خاص مقام پر استفادہ حاصل کیا ہے *
بہت سی روایتیں مولوی محمد حسین صاحب تونسوی۔ مولوی محمد شاہ عالم صاحب کڑی
مولوی حاجی حرم علی الدین صاحب کڑی۔ قاضی عبد الرزاق سکندر ندوی۔ جناب
مولوی گوہر علی صاحب تونسوی۔ فقیر محمد روشن صاحب بید غلام سرور شاہ صاحب قادری
پور حسینی کڑی۔ گل محمد سردی وغیرہ متعلقین سنگم کے علاوہ اطراف و جوانب کے تعلق و
استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔ اور اگر بہت شے خاص نکل نہ کرے۔ تو یقیناً یہ کتاب زیادہ مکمل اور زیادہ مفید
ہوتی یقیناً ہے کہ طبع ثانی میں ان صاحبوں کی جو نلفہ نسخہ ملیں گی۔ اور یہ کتاب ان صاحبوں کی تیار ہوگی
اصحاب اللہ تبارک و تعالیٰ میں التماس ہے۔ کہ اگر انہوں نے اپنے طور پر کچھ حالات خواہ وہ کسی کتاب متعلق ہوں
قلمبندی ہوں۔ یا کوئی قطعہ یا مثنوی وغیرہ لکھا ہو۔ وہ ضرور ہم کو اطلاع دین تاکہ طبع ثانی میں وہ تمام
کمال حالات شائع ہو سکیں۔ ہم بڑی خوشی سے ایسے اصحاب کے اسماء کو امی معہ رضامندی میں درج کر دین گے
معاذ اللہ کہ کتاب بقدر عمدہ اور اعلیٰ ہو۔ اسوہ یا بنائے کی کوشش کی جاوے۔ اور ان کے
فقط مولف کتاب

کی وجہ سے وہ عوام الناس اور طالب علموں کے گروہ میں روسیہ کے نام سے موسوم تھے۔
 بھلا کس کو خبر تھی؟ کون جانتا تھا؟ کسے معلوم تھا؟ کون واقف تھا؟ کہ یہ نوجوان پٹھان
 بفضائل از سبجان قطب دہان کہلائیگا۔ اور محض سلیمان کے نام سے سلیمان ثانی مشہور ہوگا
 اس کی اس ابتدائی گدگری کا نتیجہ ہوگا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر کی
 طرف جن دنس پر حکومت کرے گا۔ وہ جسے ابتدا میں گو سندنہ چرانے کا کام کرنا پڑا۔ یہ ایک
 اشارہ تھا۔ کہ امت محمدی کا گلہ بان ہو کر شیطان سے اس کا نگہبان ہوگا جو خود کرنا
 اور پند نامہ پڑتا ہے۔ ایک وقت وہ ہوگا کہ وہ علوم ظاہری باطنی کا استاد کامل بلکہ ال
 ثابت ہوگا جو ایک دوپسہ کا گھاس دن بھر جمع کرتا ہے۔ دولت نیا کولات نہیں
 لگائیگا۔ جس کی رہائش کیواسطے تو لندن میں مقرر مکان نہیں۔ اس کا شہرہ یہاں تک
 ہوگا۔ کہ بڑے بڑے بادشاہ۔ امرا۔ نواب۔ راجے اس کی ولینیر اپنے اپنے ہاتھ
 رگڑنے کو سعادت سمجھینگے جس کے پاؤں میں بالفعل راحت پائیک ہو جو وہ نہیں ہو۔ اسکی
 کفش پائے کو بڑے بڑے امیر اور وزیر بوسہ دین گے۔ اور اسے آنکھوں پر لگانے کو اپنا
 افتخار تصور کریں گے۔ سبحان اللہ۔ اس مالک حقیقی کے بھی عجیب زمین۔ اپنی قدرت
 کاملہ اور حکمت بالغہ سے وہ اپنے پیارے بندوں کو آزمائش کے طور پر خوب پرکھتا
 ہے۔ اور پھر ان کا درجہ اور رتبہ اس قدر بلند کرتا ہے۔ کہ جن دنس اس سے فیض یاب
 ہوتے ہیں۔ سچ ہے۔ اسی سے تو اس تقاؤ کی قدرت اور مالک کی حکمت معلوم
 ہوتی ہے۔ خواجہ علیہ الرحمۃ کی زندگی کچھ ایسی پاک زندگی گذری ہے۔ کہ خدا کی قدرت
 یاد آتی ہے۔ ان کی وہ سادہ مزاجی حلیمی۔ وانکساری۔ وہ تو اضع وہ خلق وہ زہد
 و اتقاؤہ مروت وہ سخاوت وہ علم و حکمت وہ طاقت اور شرافت کس کس کا دریا
 جاوے۔ ابتدا ہی سے ان کو روسیم کے نفست کر تھی۔ ہزاروں روپے ان کے پاس
 آئے۔ مگر انہوں نے ایک دن بھی رکھنا گوارا نہ کیا۔ بیدریغ فقراء اور مساکین میں
 تقسیم کر دیئے۔ اگرچہ ان کو زمانہ طالب علمی میں گدائی کا کام کرنا پڑا۔ مگر نکتہ شناس
 سمجھ سکتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کے در سے گدائی کے واسطے نہ پیدا ہوئے تھے۔

جیسا کہ ہندو بقال کے گھر سے روٹی لائیکہ کا قصہ پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ وہ بارگاہ
ایزدتعالیٰ کے گداگری بنے۔ اور اس دہکاہ فیض سوان کو اس قدر بخش عطا ہوا۔ کہ ان کو
پوتے اور جانشین خواجہ الکبش کہلائے۔ خواجہ صاحب میں اللہ تعالیٰ نے وہ
سنجیدگی اور متانت اور باعرب شوکت و دعوت کی تھی۔ کہ بڑے بڑے عظیم الشان
آدمی ان کے سامنے کانٹے اترتے تھے۔ جیسا کہ حکایات بہاول خان وغیرہ سے
مکتوبی منکشف ہوگا۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ چاندی کے پلنگ اور زرین سلو
سامان۔ ہزاروں روپے سینکڑوں شرفیاء کو کون نے تذکین۔ مگر آپ نے ایک دم تقسیم
کر دیں۔ ابتدائی تعلیم آپ (وطن میں یا بی سکر قرآن شریف اور شائیکولی ایک آدھ کتاب
ہی وہاں پڑھی۔

بعد کہ تونسہ شریف آکر نیا مہ شیخ فرید الدین عطار۔ گلستان۔ بوستان وغیرہ فارسی
کتاب مطالعہ سے گذرین۔ اس کے بعد کوٹ مٹھن شریف میں عربی کی بہت سی
کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت قبلہ عالم صاحب خواجہ نور محمد صاحب ہاروی
سے بیعت کر کے تاج خلافت اور گاہ ولایت حاصل کیا۔ بعدہ تونسہ شریف میں آکر
اقامت اختیار کی۔ اور اپنے فیض سے ایک عالم کو مستفید اور مستفیض فرمایا۔

حضرت غریب نواز خواجہ الکبش صاحب کے والد بزرگوار جو خواجہ علیہ الرحمۃ کو فرزند
ارجمند اور ایک صاحب دل بزرگ تھے خواجہ علیہ الرحمۃ کی حین حیات میں وصال کر گئے۔ اور
خواجہ صاحب کا تمام فیض براہ راست حضرت غریب نواز کو حاصل ہوا حضرت
الکبش صاحب جس وقت سرریا کے مسند خلافت ہوئے ہیں۔ تو آپ کے کاکا
شہ اس سے پیشتر ہی ہو چکا تھا۔ جن کو ان کو جو کہ خلفائے عظام اور عقائد
باندھا چشم تھے۔ اور جو صبح اور شام خواجہ علیہ الرحمۃ کے قدم مہینت التزام اور
صحبت بابرکت اور زیارت باسعادت سے لطف اٹھا رہے تھے خواجہ علیہ الرحمۃ
کے وصال کی وقت موجودگی کا فخر اور دعویٰ سے بھلا۔ وہ بخوبی اس امر کا اعتراف کرتے
ہیں۔ کہ کس طرح خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ پر توجہ فرمائی۔ اور کس طرح نعمت ملات

اور ولایت خلافت ال کے سپرد کی۔ اور خواجہ حضرت عزیز نواز کی وفات کو بہت عرصہ
 نہیں گزرا۔ لاکھوں آدمی آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ وہ جنوبی جاہلزمین
 کہ حضرت غریب نواز کس درجہ محبوب تھے۔ اور ان کو بارگاہ ازیدی سے کس قدر
 نعمتہا می غیر متناہی حاصل ہوئیں۔ میرے ایک دوست بیان کرتے تھے۔ کہ
 حضرت غریب نواز کے ہر ایک مرید یا مخلص کو آپ کی کمالیت کا ثبوت نہایت
 کھلے طور پر مل چکا ہے۔ آپ نے دنیا کے بادشاہ تھے۔ آپ نے تقریباً بیسٹون
 کے ہر ایک حصہ کا سفر کیا۔ اور جملہ بزرگان دین اور اولیائے کرام کی ملاقات اور زیارت
 سے اپنا درجہ اور رتبہ بلند ترین بلندی پر پہنچایا۔ وہ ایک چشمہ فیض تھے۔ اور انہی کسی
 شاعر کا یہ مقولہ ہے کہ آمد رورت خالی نرفت۔ پورے طور پر صادق آتا تھا۔ آپ
 نے حج بیت اللہ کے فرض عظیم پورا کیا۔ دورانِ قیام عرب شریف میں ان کے
 لوگ بھی آپ کی ولایت کے قائل ہوئے۔ اور کئی سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ تو تیسرے شریف
 میں وہ شاندار منظر مساجد۔ مہاشائے۔ لنگر خانے۔ مسافر خانے۔ محل سراے وغیرہ
 تعمیر کرائے۔ کہ دنیا کی شاندار عمارتوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ کا روضہ
 منورہ نواب بہاول خان کے خرچ سے ۵۵ ہزار اور بقول بعض ۵۰ ہزار روپیہ کی لاگت
 سے بن کر تیار ہوا۔ جو اہل تہذیب و تہذیب کے گاہ ہے۔ روضہ شریف کے اندر حضرت
 ثانی کے وقت میں جو سنگ مرمر کی بارہ درسی تیار ہوئی ہے۔ اور حیرت انگیزی کا کام
 اس خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ فرش مشین قیمت سنگ مرمر
 سے ایک اچھے روزگار ہے۔ جب ان اس روضہ منورہ میں داخل ہوتا ہے۔ تو بڑا اختیار
 مہنہ سے یہ کلمات نکلتے ہیں۔ اگر فر دوس بروز میں است۔ ہمیں است ہمیں است ہمیں است
 اس کے پاس جو مسجد جامع تیار ہوئی ہے۔ میں اس خانہ خدا کی تعریف لفظ
 میں ادا نہیں کر سکتا۔ گھنٹہ گھر جو مسجد کے جنوبی کونہ پر ہے۔ ایک ایسی نمونہ کا
 ہے۔ کہ اسکی نظیر میری نظر سے نہیں گذری۔ ہر نذرہ منٹ کے بعد کم آواز کا گھنٹہ
 بجاتا ہے۔ اور پھر سالم گھنٹہ کے بعد ایک بڑی گونج والا گھنٹہ بجاتا ہے۔ جس کی آواز

کم و بیش دو میل تک سنائی دیتی ہے۔

حضرت غریب نواز نے اپنے جد امجد حضرت خواجہ محمد سلیمان نور اللہ مرقدہ کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی۔ آپ میں کس نفسی امتانت۔ تواضع۔ فروتنی سادگی۔ خواجہ صاحب کی طرح موجود تھی۔ نزدیکی اتقا میں اللہ تعالیٰ نے خاص ہمت عطا کی تھی۔ حالت ترخ میں آپ کی زبان فیض ترجمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا لغزہ نکلتا تھا۔ جسکی آواز دور تک سنائی دیتی تھی۔ ان تمام امور کا ذکر موقعہ موقعہ پر کیا جاویگا۔

آپ کی ذاتی شرافت و متانت کی اور لوگ تو ایک طرف بڑے بڑے انگریز تیلح اور معزز ہندو تعریف کرتے تھے۔ آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک سیاہ چادر زیب بدن ہوتی۔ ایک معمولی پیراہن گلے میں ڈالے۔ اور ایک سفید ٹوپی جس پر ۳۔ ۴ گرہ کپڑا خراج ہوتا ہو۔ زیب سر ہوتی۔ باوجود اس سادگی لباس کے آپ کا وہ رعب داب تھا کہ لوگ سامنے بات کر نیسے کانتے تھے۔ میرے ایک دوست چشم دید واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت غریب نواز سفر مندوستان کو روانہ ہوئے تھے۔ رات کے ایک بجے کیوقت گاڑی ٹھنڈا اسٹیشن پر پہنچی اسقدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ اسٹیشن پر تل کھنے کو جگہ تھی ٹھنڈا کے ٹھٹھ شایقین کے جمع تھے۔ جو بسیوں کو طے کر کے زیارت کی امنگ میں اندھیری رات میں اسٹیشن پر پہنچے تھے جب گاڑی کا وقت ہو چکا۔ تو ڈرا اور۔ گارڈ۔ اسٹیشن پاسٹر چند سبز جہنڈی دکھا کر گاڑی کے چلانی کی تیاری کرتے۔ اور سیٹوں کی سیٹیاں انجن کی سنائی دہن سکر لوگ گاڑی پر سے ہرگز نہ ہٹتے تھے۔ ایک دفعہ انجن چلایا گیا۔ مگر پھر لوگوں کے ہجوم سے مجبوراً اسے سبز جہنڈی دکھا پڑی انگریز لوگ حیران تھے۔ کہ اس بزرگ کو کیا ہی طاقت اور برکت خداوند کریم نے عطا کی ہے کہ آجتک دیکھنے میں نہیں آئی۔ آخر کار گاڑی بہت دیر سے روانہ ہوئی مگر پھر بھی ہیر نہ ہوئے تھے جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ جس کسے کو یاد فرماتے تھے۔ فوراً صبح زرا موجود ہوتا۔ دور دور سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ اور باہر باہر سے لوگوں کی طرح لوگوں کا مجمع ہو گیا۔ لوگوں کا جمع ہونا اور حضرت غریب نواز کا یاد فرمانا ایک ازہے۔ وہ ایک مقناطیسی کشش تھی۔ کہ مریدان باخلاص اور معتقدان خاص ہر جہاں طرف سے کھچے ہوئے آتے تھے۔

رشتہ درگزر غم فگندہ دوست | مے بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

حضرت غریب نواز کی مجلس میں ایک عجیب خصوصیت تھی۔ کہ جب کوئی شخص صدق دل سے کوئی سوال پوچھتا

میں ڈالتا۔ کہ اسکا جواب حضرت غریب نواز کیا دینگے۔ تو اکثر دفعہ ایسا ہوا۔ کہ حضرت غریب نواز نے بعض اوقات ڈارکٹ اور بعض دفعہ انڈارکٹ ان سوالات کا جواب بغیر دریافت سائل کے ویکرا مل مجلس کو متفقہ بنالیا۔ اس قسم کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ موقع موقع پر ہر ایک کا ذکر آئیگا۔

بعض کوتاہ اندیش اشخاص نے حضرت غریب نواز کے متعلق چند ایک امور کی بابت طعن بھی کیا ہے مثلاً عمارت تعمیر کرانے کا شوق نماز دیر سے پڑھنا بلا تمیز و تفریق ہر کس فنا کس کا بیعت فرمانا۔ انگریز تیا خون کو بذات خود اپنے مکانات کی سیر کرانا۔ واضح ہے کہ ان سب کا جواب موقع پر لکھا جاوے گا۔

بعض سوا سکلے اور کیا کہا جاوے گا۔ گرنہ بنید بروز شپہ چشم چشما آفتاب اچہ گناہ۔ کسی نے ایک اور شعر بھی لکھا ہے۔ گلم سخت کسی را کہ بافتند سیاہ باب زمزم و کوثر سفید

جس وقت مغلیہ خاندان کے اخیر بادشاہ محمد اسحاق الدین ابو ظفر بہادر شاہ کو معلوم ہوا۔ کہ حضرت غریب نواز دہلی میں تشریف لائے ہیں۔ تو زیارت کا اہم شوق ہوا۔ اور ایک فیل کوہ پیکر پر سوار ہو کر قدیم بوسی کو حاضر ہوئے۔ یہ ملاقات بڑی دلچسپ ہے۔ اور اسکا ذکر موقع پر کیا جاوے گا۔

حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ۳ فرزند عطا کئے صاحبزادہ احمد صاحب تو حضرت غریب نواز کی جین حیات میں انتقال کر گئے۔ اور حافظ محمد موسیٰ صاحب اور صاحبزادہ حاجی محمد محمود صاحب حضرت غریب نواز کے بعد فضیلت سانی خلایق پر نامور ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ سجادہ نشین حافظ قرآن مجید حافظ محمد صاحب چند سال ہی سر پر آئے مسند خلافت ہوئے تھے۔ کہ مرآت ادنیٰ کہ اس ارزا پائیدار سے

رہ گئے خلد برین ہوئے ارادہ تھا۔ کہ صاحبزادگان بلند اقدار کے مناقب بھی اس کتاب میں فرج کرتا۔ مگر اس خیال پر کہ کتاب بہت ضخیم ہو جائے۔ اس ارادہ کو جلد ثانی کے متعلق ملتوی رکھا۔

انشاء اللہ العزیز اگر احباب کے قدر دانی کی۔ اور حیات مستعار ہے۔ تو انشاء اللہ جلد ثانی بھی جلد تیار ہوگی۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَسَّرُ لِيْ بَطْنًا

اب خواجہ محمد سلیمان صاحب کا ذکر خیر شروع کیا جاتا ہے۔

یا الہی از طفیل مصطفیٰ بخش و جو عاصیوں کی تو خطا	ہم خطا دار و گناہگار حنین ہیں کئے اپنی پس انداز گنہگار
تائب و نادم میں ہر دم اخدا چاہتے ہیں عفو تیری کی صدا	نصرت و فتح و ظفر کی جو نصیب عزت و حرمت رکھو ایسے صیب
دشمنان دین کو مقہور کر خانہ دین نبی معرور کر	یا الہی صد درود و صد سلام ہو نبی اور آل انبی پر دام

حضرت خواجہ محمد سلیمان کی پیدائش

خاندانی حالات - واضح ہو کہ آنحضرت کا اسم مبارک خواجہ محمد سلیمان اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی زلیخا ہے۔ والد کا اسم مبارک کریا بن عبدالوہاب بن عمر خان بن خان محمد اور قوم کے جعفر افغان ہیں۔ جو مدانی قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ اور مدانی رحیم دانی کا محقق ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سالارانی قبیلہ میں سے تھے۔ آپ کا اصلی وطن موضع گڑگوجی ہے۔ اور آپ اسی جگہ متولد ہوئے۔ آپ کا ایک بڑا بھائی یوسف نامی تھا۔ جو عین جوانی میں انتقال کر گیا۔ در حالیکہ ان کی شادی خانہ آبادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ ان کی قبر بھی موضع گڑگوجی میں ہے۔ آپ کی چار ہمیشہ بھین۔ اول بی بی حلیمہ بن کانکح اسمعیل جعفر سے ہوا۔ اس کا فرزند محمد نامی ہے جو کہ مدرسے نام سے مشہور تھا۔

دوم - بی بی خواجہ کے خاوند کا نام الیاس جعفر ہے۔ اور اس کا بیٹا محمد گڑگوجی تھا۔ سوم بی بی فاطمہ کہ اس کا شوہر محمد جعفر تھا۔ جس کے صاحبزادہ کا نام محمد عمر تھا۔ چہارم بی بی بانی جس کی شادی ابراہیم خان جعفر سے ہوئی۔ اور اس کے دو بیٹے صاحبزادہ نور محمد و عبد الرحمن جو خواجہ صاحب کے داماد ہیں۔ اور تیسرا بیٹا محمد عرف مڈمی تھا۔ غرضیکہ حضرت صاحب کی چاروں بیویوں سے اولاد کثیر ہے جو کہ حضرت صاحب کی ہمسایگی میں تونہ شریف میں سکونت پذیر ہیں۔

خداوند کے ہم نوائے آپ کو ولی ماورزا و پیدا کیا تھا۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دن حضرت صاحب بی والدہ ماجدہ حضرت کی پیدائش سے پہلے ایک چشمہ سے جو کہ گڑگوجی میں جاری ہے۔ اور وہاں کی عورتیں اسی جگہ سے پانی بھر کر لاتی ہیں۔ پانی کا مشکیزہ بھر کر اپنے گھر کو واپس آ رہی تھیں۔ اتفاقاً راستے میں ایک فقیر جس کا لباس فقیرانہ اور زبان ہندوستانی تھی۔ پھرا ہوا تھا۔ جب اس نے مائے صاحبہ کو دیکھا کہا سبحان اللہ۔ اس بی بی کے شکم میں بادشاہ دو جہان ہے۔ کہ اپنے عہد میں سلیمان زمان ہوگا۔ اور ہزار ہا مخلوق کو فیض سانی کرے گا۔ اور جن انس کے فیض سے

علاء - آپ کا سن ولادت ۱۱۸۲ھ ہے۔ ۵ سال ولادت آرا میں آکر پسر کا نام گڑگئے اور سازی خود شید و جہان شد ۱۲ (دوب)

فیضاً ہونگی۔ یہ بات کہہ کر وہ فقیر روانہ ہو گیا۔ اور پھر کسی نے اس کو نہ دیکھا۔ بندہ حاجی نجم الدین مؤلف مناقب المحبوبین نے یہ حکایت پہلے مسہمی پیر پش درویش کو معنی تھی۔ جو کہ بیان کرتا تھا۔ کہ میں نے کوہ درگ کو ایک باشندہ سے سنا ہے کہ ایک شخص (فقیر صوت نے) نہر گرگوجی پر جہان سے عورتیں پانی بھرنے آتی تھیں۔ مگر ڈیرہ لگا لگا تھا۔ اور ہر روز عورتوں کو دیکھتا تھا۔ ایک باشندہ موضع گرگوجی نے اس کو کہا تو نے یہاں کیوں ڈیرہ لگایا ہے۔ یہاں سے چلا جا۔ اور کسی دوسری جگہ ڈیرہ لگا۔ یہ عورتوں کا گذرگاہ ہے۔ اس کو جواب دیا۔ کہ میں درویش ہوں۔ فکر نہ کیجئے۔ یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ الغرض اس شخص کو اس درویش پر بدگمانی سی ہوئی۔ اور وہ اس کی گت میں بیٹھ گیا۔ اور ہر روز جو عورتیں پانی بھرنے کے لئے آتی تھیں سب کو دیکھتا تھا۔ ایک دن جو حضرت خواجہ صاحب کی والدہ امینہ جب تیسری نظر ان پر پڑی۔ تعظیم کیلئے سر و قدم کھڑا ہو گیا۔ اور آداب بجالایا۔ اور جب تک وہ نظر سے غائب ہوئیں۔ برابر کھڑا رہا۔ اسکے بعد بیٹھ گیا۔ جو شخص اس کی گھات میں تھا۔ آیا اور بہت دریافت کیا۔ کہ تیرے تعظیم کرنے اور آداب بجالانے کا کیا سبب ہے۔ اس درویش فرخندہ کشی نے جواب دیا۔ کہ اسے میان تچھ کو خبر نہیں ہے کہ اس مائی کے شکم میں عوث دو جہان ہے۔ یہ ساری تعظیم میں نے اسی کی کی ہے۔ کہ وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ ہوگا۔ اور ہزاروں لوگ اس کے سلسلہ فریدی میں منسک ہوں گے۔ یہ کہا۔ اور وہ فقیر ایک طرف کو چلا گیا۔ بندہ نے جب یہ حکایت معنی۔ تو اس کی تصدیق اور تصحیح کے لئے میان غلام رسول خان صاحب اور میان شیر محمد کاروانی سے جو بڑا نیک بخت درویش اور ہمیشہ ذکر میں مصروف رہتا تھا۔ اور آنحضرت کا مرید تھا۔ اور ایک مدت دراز سے آنحضرت کی خدمت میں رہتا تھا۔ ملا شیر محمد مذکور نے کہا۔ کہ میں نے یہ قصہ ایک منبر اور ثقہ آدمی کی زبانی سنا ہے۔ کہ مائی صاحبہ پانی بھر کر لارہی تھیں۔ کہ دو درویش اسے میں ملے اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ کہ تو جانتا ہے کہ اس مائی کے شکم میں والے دو جہان سلوے زمان ہے۔ ہزاروں لوگ اس سے فیض حاصل کریں گے۔ کاتب بحروف کا خیال

یہ ہے کہ شاید ۳۰ دفعہ یہ امر ہوا ہو۔ واللہ اعلم۔

لیکن بہترین مترجم (جس بلوچ کا خیال ہے) کہ حقیقت میں سب سے زیادہ صحیح اور راست است ہے کم و کاست وہ بیان ہیں۔ جو کہ خود آنحضرت کی والدہ ماجدہ نے مولوی یار محمد سوکڑی کے سلسلہ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا جس کو منتخب اور دیگر ملفوظات میں لکھا گیا ہے۔ کہ ایک دفعہ یہ کہ آنحضرت آفتاب چہان ابھی برج محل میں تھے۔ کہ ایک ویش دروازہ پر مالک مکان کو پکار کر لگا صاحب نوابہ صاحب کے والد شریف دروازہ پر آئے۔ تو اس فقیر نے السلام علیکم کہا۔ اور بعد خیر و عافیت کے کہا۔ کہ آپ کے گھر میں امیدواری ہے۔ خداوند کریم سے فضل و کرم سے فرزند زنیہ تولد ہوگا۔ جو کہ زاید العمر۔ کثیر الکریم اور قطب الایام اور غوث العارفین اور صاحب لنگر ہوگا۔ اور ایک دنیا اس کے فنیغ سے متمتع ہوگی۔ حضرت کے والد ماجد نے فقیر کو کھانا کھلایا۔ فقیر نے تھوڑا سا کھایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ باقی آپ کھائیں۔ اور عالم خانگی کو کھلائیں۔ اس کے بعد وہ فقیر چلا گیا۔ اور نیز مائی صاحبہ نے عالم خواب میں بھی دیکھا تھا۔ کہ آفتاب چہان تاب آسمان سے اتر کر میری گود میں آیا ہے۔ اور تمام گھر ہر چار طرف روشن اور منور ہے۔ اور سینکڑوں لوگ مجھ پر مبارکبادی دے رہے ہیں۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد ولادت آنحضرت ہوئی۔ اور فی الصدق وہ سوچ ہی تھا جو کہ مائی صاحبہ کی گود میں آیا۔ (انہی)۔

خواجہ صاحب نے پڑھنا شروع کیا۔

روایت ہے کہ جب ان حضرت نے دنیا میں قدم رکھا۔ تو آنحضرت کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ ۳۰ سالہ ہو گئے۔ جب عمر شریف چار سال کی ہوئی۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو میان یوسف نامہ جعفر کے پاس پڑھنے بٹھایا۔ اور اس نے قاعدہ عربی لکھ کر حضرت کو سبق دیا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت ایسا قرآن مجید دیا گیا نہ پڑھا ہوا تھا اس کے بعد آپ اپنے ایک رشتہ دار سے جسے حاجی صاحب کہتے تھے اور جو ولی کامل تھا پڑھنے لگے۔ دن کو ان کے مال مویشی کو جو زیادہ تر گوسالہ تھے۔

چراتے۔ اور رات کو سبق پڑھا کرتے۔ کہتے ہیں کہ حاجی صاحب کی بوی بہت سخت مزاج اور بد خوئی تھی۔ حضرت صاحب ہمیشہ لڑتی۔ اور یہ پہلے صبر کرتے تھے۔ کچھ مدت تک حاجی صاحب رو پڑھتے رہے۔ اور حاجی صاحب اپنے کشف سے فرمایا کرتے کہ تو پہلے تو نسہ شریف میں جاویگا۔ اور پھر کوٹ مٹھن اور پھر وہاں سے ایک بزرگ سے بیعت کریگا جس سے تجھ کو خلافت حاصل ہوگی۔ پھر تو نسہ شریف میں واپس آکر خلاق کو ارشاد الہی کریگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تو صاحب اقبال ہوگا۔ اور صد ہا لوگوں کو تجھ سے فیض حاصل ہوگا۔

اور ساتھ ہی آپ کو تین بیویاں تھیں۔ اول۔ میرے لڑکے کی تعلیم کا خیال رکھنے پر۔ دوم۔ جب تک زندہ ہے۔ اس کے خرچ خوراک لباس پوشاک کا بھی خیال رکھنے پر۔ سوم۔ اس لڑکے کی نزع کی وقت حاضر ہووین۔ اور شیطان بعین ہوا اس کے ایمان کی نگہبانی کریں۔ کیونکہ میرے مرثیے کے بعد یہ فرشتہ طبع بد مزاج عورت دوسری شادی کرے گی۔ اور یہ بیٹیم الطریقین رہ جاویگا۔ الغرض ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ حاجی صاحب نے فرمایا تھا۔ یعنی آپ بیعت خلافت اور نعمت حاصل ہونے کے بعد حکم پیر خود تو نسہ شریف میں اقامت فرما ہووے۔ اور ہزار ہا مخلوق خراسان۔ ہندوستان۔ عرب ترکستان وغیرہ اطراف سے آئی شروع ہوئی۔ اور لنگر و فیض جاری ہوا۔ اس وقت اپنے اپنے استا و زادہ محکم مڈر کو بلا یا۔ اور اپنے زیر سایہ اس کی پرورش کی۔ حتیٰ کہ بیماری کے دنوں میں آپ ہر روز اس کی عیادت کو جاتی۔ اور نزع کے وقت موجود تھے۔ درحالیکہ اس کی زبان سے کلمہ شریف جاری تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اے مڈر (مت ڈر) میں نے تیرے والد کی وصیت جو کہ میرا اوستا تھا۔ بجالائی۔ اب میں نے تجھے اللہ کے کیا۔ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ دیگر۔ ایک نے فہم کا ذکر ہے۔ کہ حضرت صاحب نے معقول جنگل سے گوسالہ چرا کر آئے۔ اور جب اپنا اوستا کے گھر میں پہنچے۔ تو وہ بد خو اور بد طبع عورت خواہ مخواہ خواجہ صاحب سے تکرار کرتی لگی۔ اور بہت حد سے زیادہ ہلکاس کر رہی لگی۔ حضرت کو بھی اس کی ہر روزہ بے باکی تھخصہ آگیا۔ اس کی ہانڈی اور مٹی کے اور برتن اور ظروف سب توڑ دیئے۔ اور اس طرح سے اس کی دشنام

وہی کا جواب دیا۔ حاجی صاحب گھر میں آئے۔ تو وہ عورت بڑے مکر و فریب سے روئی لگی اور کہا کہ میرے سب برتن تو ڈالے ہیں۔ اور علاوہ اس کے مجھ بہت سی گالیوں کا بیان دیا۔ نواجہ صاحب نے اول سے لیکر آخر تک راقصہ اس کے فساد اور روزمرہ کی مایوسیوں کا بیان کیا جس سے حاجی صاحب نے اس تند خو عورت کو نڈت کرنی شروع کی۔ اور ساتھ ہی حضرت صاحب سے فرمایا کہ یہ عورت تجھی بیان پڑھنے نہیں دے گی۔ جاہلین ہونے سے گوارا خدا کیا۔ تو جا کر اب توشہ شریف میں میان حسن علی کے پاس پڑھیو۔ آخر حضرت صاحب اپنی اوتار کے فرمان کے بموجب توشہ شریف میں آئے اور میان حسن علی کے درس میں پڑھنا شروع کیا۔ چنانچہ آگے ان کا ذکر بھی آئیگا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمامہ پہلے پہل بلان یوسف سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تھا۔ لیکن چونکہ وہ پندرہ سیپارہ سے زیادہ نہیں پڑھے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب نے بھی غالباً اتنے ہی ان سے پڑھے ہون گے۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے قرآن شریف ختم کیا۔ اور فارسی بھی شروع کر کے ایک دو کتابیں بھی پڑھ لی تھیں۔ اس کے بعد توشہ شریف میں رونق پڑی ہوئی۔

دیگر۔ ایک اور صاحب کشف کرامت بزرگ تھا۔ جو موسیٰ کوزا کو حی واقعہ وہ بزرگ کا باشندہ تھا۔ قوم افغان مگر پیشہ حجام کا کرتا تھا۔ اور چونکہ اس کو کشف و عیون کا زمانہ کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ اس واسطے کبھی کبھی کوئی عمدہ کھانا تیار کر کے حضرت کی خدمت میں لیجاتا۔ اور اپنے ہاتھوں سے اس شامزادہ کی حجامت بناتا۔ اور نواجہ صاحب اس کو پتھر مارنے لگتے۔ اور گالیوں دیتے۔ ایک دن آدمی نے اس بزرگ حجام سے کہا کہ تجھ کو کون سا نفع اور فائدہ ہے۔ کہ اس کی واسطے کھانا بھی تیار کرتا ہے۔ اور حجامت بھی بناتا ہے۔ اور وہ اس کے عوض گالیوں اور پتھر مانتا ہے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی! تجھ سے اس کی حقیقت سے واقفیت نہیں ہے۔ یہ لڑکا مقبول حق اور محبوب حق ہے۔ اور ایک ماہ ایسا آئیگا۔ کہ تمام جہان اس کے فیض سے مستفیض اور اس کے نور سے منور ہوگا۔ اور یہ طفل حق الاولین والآخرین ہوگا۔ اور یہی شخص میرا جنازہ پڑھیگا۔ اور اسی کی برکت سے خداوند کریم مجھ کو بخش دے گا۔ وہ شخص اس خبر کے سنے سے حیران ہو گیا۔ اور خاموش ہو رہا۔ آخر عمامہ نے

اس حجام نیکینام نے اظہار کیا ہوا تھا۔ یعنی ایک مدت کے بعد حضرت صاحب اپنے ایک رفیق باران خان جعفر کے ساتھ قبلہ عالم مہارومی کی خدمت ہو کر اپنی والدہ کی قدمبوسی کیلئے وطن کو تشریف لے آئے جب کوہ درگ میں جا رہے تھے اور میون کے شور و غل کی آواز کان میں گئی۔ باران نے کہا کہ میں دریافت کروں کہ کون ہیں۔ شاید رہن بلوچ ہوں۔ اور میں کوئی نقصان پہنچے۔ جب اس نے جا کر دیکھا تو وہ جعفر افغان تھے اور ایک جنازہ آگے رکھا ہوا تھا۔ اور امام کے منتظر تھے۔ پس خواجہ صاحب اس جنازہ کے اوپر پہنچے۔ اور دریافت فرمایا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ وہی شخص ہے۔ جو آپ کو پلیدہ کھلا تا۔ اور حجامت بناتا تھا۔ اور آپ کی حالت طفلی میں پتھر مارتے تھے۔ اور بڑا کہتے تھے۔ حضرت صاحب نے اس کا جنازہ پڑھا اور اس کو واسطے دعائی مغفرت مانگی۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص جن کی دریافت کیا تھا۔ کہ تو کیوں اس لڑکے کی حجامت بناتا ہے۔ اتفاقاً اس وقت موجود تھا۔ اور جس وقت امام کی انتظار کر رہے تھے تو اس کا دل الکاری ہو گیا تھا۔ کہ یہ بزرگ ہمیشہ کہتا تھا۔ کہ میرا جنازہ محمد سلیمان پڑھ گیا۔ اب وہ کہاں۔ اسی خیال میں تھا۔ کہ خواجہ صاحب آگے۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اس شخص کو خواجہ صاحب کی اور اس بزرگ مرحوم کی بزرگی اور کمال کا پورا یقین ہو گیا۔

خواجہ صاحب کا تونسہ شریف میں آکر پڑھنا

کہتے ہیں کہ حضرت صاحب اپنے استاد کے زمان کے بموجب کوہ درگ سے تونسہ شریف آئے۔ تو میان حسن علی کے مکتب میں پہنچے۔ اور کئی مسجد میں جو تونسہ کے بازار کے پاس تھی۔ اور راقم نے بھی مسجد دیکھی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ مسجد روڈ سنگھ سے مہندم ہو گئی ہے۔ آپ نے وہاں آکر پڑھنا شروع کیا۔ مستان حسن علی صاحب خواجہ صاحب پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔ اور بڑی محبت سے سبق پڑھاتے تھے۔ اور چونکہ مکتب کے باقی لڑکے کدائی کر کے گزارہ کرتے تھے خواجہ صاحب کو بھی ایسا لڑکائی کا ارشاد کیا۔ مگر آپ نے پہلے کبھی اگر کسی کی تھی۔ الغرض استاد کے کہنے کے بموجب نہ ہوئے۔ اور ایک بیٹے کے گھر گئے جہاں

اُس کی عورت روٹی پکا رہی تھی۔ اور دستور ہے کہ ہندو عورتیں اپنی چولے پر چوکہ دیتی
 ہیں۔ اور کسی آدمی کو اس چوکا میں گھسنے نہیں دیتیں۔ خواجہ صاحب اس عورت کو
 پاس گئے۔ اور جا کر اُس سے روٹی طلب کی۔ اس غیر مذہب عورت نے تھوڑی سی روٹی
 کی۔ حضرت صاحب اس کے چوکہ میں داخل ہوئے۔ اور اُس کی روٹیوں میں سے ایک
 بڑی روٹی لیکر وہاں سے مکتب میں آئے۔ وہ عورت شور مچانے لگی۔ عین اسی وقت اس کا
 خاوند بھی آگیا۔ اور سیدھا مٹیاج حسن علی کے پاس جا کر فریاد دی ہوا۔ اور کہا کہ مہار
 شاگرد نے ہمارا چوکہ خراب کر دیا۔ اور زبردستی روٹی اٹھا کر لے گیا۔ یہ کہیا آدمی تہی
 کہ اس نے ہماری سب روٹیاں خراب کر دیں جو ہرگز ہمارے کام نہیں آتیں۔
 مٹیاج حسن علی نے کہا کہ اسے روٹیاں تو نے یہ کیا کیا؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے
 جو کہا تھا۔ کہ گدا کر کے لے آئے۔ میں پہلے پہلے اس ہندو کے گھر گیا۔ اور اُس کی
 عورت نے مجھ مانگنے پر روٹی نہ دی۔ تو پھر میں خود اٹھا کر لے آیا۔ اس کا اوستا دہنس
 پڑا۔ اور کہا کہ تجھ کو گدا کرنا نہیں آتا۔ اسکے بعد وہ گدا کو نہ جایا کر۔ ہاں اگر کوئی شخص
 مزدوری کیواسطے تجھ لے جاؤ۔ تو تو چلا جانا۔ اور جو کچھ مزدوری ملیگی۔ وہ کتابوں
 اور کپڑوں کے خرچ کے کام آئیگی۔ چنانچہ ایک شخص سفید باف نے حضرت
 سے کہا۔ کہ اگر ہمارے کام پر جاوے۔ تو تجھ کو دو لگا حضرت نے قبول کیا بہت
 لوگ مدد روٹی والی چھٹی پر جاسے تھے۔ حضرت صاحب ان کو ہمراہ چلے گئے تاکہ اس
 سفید باف کی جگہ کام کر کے اور وصول کریں۔ جب ہاں گئے۔ تو سب مزدور کام
 میں مصروف ہوئے۔ اور حضرت ایک سنگ کلان پر بیٹھ گئے۔ جب کوئی بلاناہک
 آتا۔ تو آپ اُس کو پتھر مارتے۔ اور اپنے پاس سے ڈور کرتے تھے۔ اور کسی آدمی کو
 پاس بٹکنے دیتے تھے۔ جب وہ کہتا کہ میان تو مزدوری کو آیا ہے۔ یا یہاں بیٹھنے سکر
 خواجہ صاحب کسی کی بات کو نہ سنتے تھے۔ پس مزدوروں نے تاج خان کو پاس
 جوتہ کا کارپردا اور حاکم تھا۔ جا کر فریاد کی کہ فلان سفید باف نے اپنی طرف سے
 اس روٹیکو ہر دیکر مزدوری کیواسطے بھیجا ہے۔ اور وہ ایک بڑے پتھر پر بیٹھا ہے

اور کسی کو پاس نہیں آنے دیتا۔ اور نہ ہی کام کرتا ہے۔ تلج خان منگور نے کہا: اگر کچھ نہ کہو جب شام کو سب مزدور اپنے گھر کو گئے۔ حضرت صاحب بھی وہ اریکھر قصبہ سنگر ٹوٹھ میں آئے۔ اور آروگن دم خرید کر کے سب کی روٹیاں پچوائیں اور پہلے خود کھائیں پھر باقی سب کی سب راہ خدا میں تقسیم کر دیں۔ اور جب اوستا و کنجیرت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے پوچھا۔ کہ ان ۲ کو کیا کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ آروگن دم لیکر سب کی روٹیاں پچوائیں۔ تھوٹا خود کھایا۔ باقی فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ اوستا نے کہا کہ ۲ کو ایک ہی دو ٹھہ کیوں خرچ کر دیا۔ ان دنوں میں ۲ کے پانچ ٹھہ ہو کر تھے۔ اور غلام ارزان تھا۔ بہت سا آرو ملا حضرت نے سب اٹا پکا کنجیرت کر دیا۔ جب میان حسن علی ان کو ملامت کر لگا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ مجھ کو کیا خبر اس سفید بابت نے کہا تھا۔ کہ تیری روٹی ہو جاوے گی۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ اٹا ارزان ہو اور چودہ روٹیاں ہونگی۔ اسکے بعد اوستا نے فرمایا کہ اس کے بعد تو مزدوری پر نہ جایا کر۔ اور روٹی میرے گھر کھا لیا کر۔ دیگر۔ ایک دن خواجہ صاحب اپنے اوستا کے ارشاد کے بموجب گھاس کا گٹھا لکیر بازار میں بیچنے گئے۔ ایک شخص نے آپ سے دیتا تھا۔ مگر آپ نے اسے نہ دیا۔ اس کے بعد ایک آدمی آیا۔ اور اس نے تم پیسہ کی کوٹیاں دین۔ تو آپ نے وہ کوٹیاں دیکھ کر وہ گھاس اس کے حوالہ کر دیا۔ غرض دنیا سے اس قدر بچر تھی۔ اور وزیر نے اس کو مال دولت کی محبت سے آزاد کیا ہوا تھا۔

دیگر۔ بگی مسجد کے قریب جہان کہ حضرت صاحب تعلیم پانچ تھی ایک جولا ہی خواجہ صاحب کو ایک نان خرد جس کو وظیفہ کہتے ہیں۔ دیا کرتی تھی۔ اور حضرت صاحب روز روز اس کے گھر وہ وظیفہ لائے کیلئے جایا کرتے۔ ایک رات جب معمول دن گوا۔ اور چولے کے قریب بیٹھ ہوئے تھے۔ ایک کڑوم نے جو دیوار پر جا رہا تھا حضرت کی انگلی پر ڈنگ ملا۔ اور آپ کو صرف اس قدر معلوم ہوا۔ کہ کہہ لی گانا چھبائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے ماہی! یہاں کانسے پڑے ہیں۔

دنیا سے بچری

یہ وہی ہے جو

مجھے انگلی پر ایک کانٹا لگا ہے جب دن ہوا تو دیکھا کہ وہاں کچھ پورا پورا ہے یعنی اس کی زہر نے حضرت پر کوئی اثر نہ کیا۔ بلکہ وہ خود مر گیا۔ دیگر۔ ایک رات تونسہ شریف میں زمیندار لوگ طوائف کا بیچ کراتے تھے۔ اور چونکہ حضرت صاحب ابھی کم سن تھے۔ اور شرع کے احکام سے پوری واقفیت نہ تھی۔ آپ بھی اس طوائف یعنی کچھنی کے تماشہ دیکھنے کی واسطے گئے جب اسات بہت گزر گئی۔ تو خواجہ صاحب کو اسی جگہ مفید آگئی۔ اور وہیں سو گئے جب تماشہ بین لوگ گھر چلے گئے رات کو حضرت صاحب نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک سفید ریش بزرگ نے حضرت کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اور فرمایا کہ تو کیوں اس جگہ تماشہ دیکھنے کے لئے آیا۔ اور غیر شرع کام کیا جب خواب سے بیدار ہوئی۔ تو طمانچہ کا اثر خسار پر ویسا ہی تھا۔ مدت کے بعد حضرت قبلہ عالم مہاوری سے بیعت ہوئے تو پہنچانا کہ یہی صوت ہے جس نے مجھے تونسہ شریف میں طمانچہ مارا تھا۔ خاکسار نے یہ حکایت پہلے صاحبزادہ نور بخش صاحب جواد نشین قبلہ عالم سے سنی تھی۔ اور وہ فرماتے تھے کہ مولوی شہسوار صاحب جو حضرت صاحب کے ایک دوست تھے۔ میرے روبرو کہتے تھے کہ خود میں ذمہ خواجہ صاحب سے یہ حکایت سنی ہے۔ دیگر۔ ایک دن حضرت صاحب برہان تھے کہ ایک دفعہ میرا دستاویز میان حسن علی جی نے مجھ سے سات عدو سفند حوالے کئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ساتوں ان کو سفند تمہارا ہے۔ اور باقی چھ ہمارے ہیں۔ سبق پڑھنے کے بعد تو ان کو جنگل میں لیجا کر چرایا کرو۔ موسم سرما میں ان کو ذبح کر کے کھانین کے بین ان کے زبان کے بموجب عمل کرنا شروع کیا۔ ایک دن حسن بھولان کو چرا کر کھلارنا تھا۔ کہ راستے میں با بھیڑیے ملے۔ چاکر کو سفندوں کے درمیان آپڑے۔ بین ذرا پڑا تو سفند کو اپنی رائون کے درمیان پکڑ رکھا۔ اور باقی کو سفندوں کو ان میں بھیڑیوں نے زخمی کر دیا۔ اور کسی کاٹ کھا کر۔ اور چند بھاگ کر جھوک والی پہنچ گئے چونکہ رات ہو گئی تھی۔ بین سید ہا بنو میان جی کے مکان پر آیا۔ تو میان جی نے پوچھا۔ کہ وہاں کہاں گئے ہیں ذمہ کہ صاحب

طالبان حق

ان کو بھڑیے کاٹ کر کھائے۔ اور اس کو سفند کو مین (اپنی لاون مین رکھ کر ان سے بچا پاتے۔ دیگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جو وقت ہم تو نسہ شریف مین مینان حسن علی کے پاس پڑھتے تھے۔ اس وقت بارہویں صدی تھی۔ اس وقت کے لوگوں کو اس قدر مال کی محبت نہ تھی۔ جیسا کہ آج تک تیرہویں صدی مین اور نیرنگمانی و فریب مکر۔ بدویانٹی۔ دغا۔ اور امانت مین حیانت بھی ایسی تھی۔ جیسی کہ آج کل ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ ہم چند لڑکے جب کہ وہاں پڑھتے تھے ایک شخص کنجر مبلغ گیا رہو پڑ ہمارے پاس لایا۔ اور کہا کہ مین کسی جگہ جاتا ہوں میری یہ امانت تمہاری پاس ہے۔ سب نے کہا۔ کہ اس طاقت مین ڈال دی۔ وہ آدمی ہاں ہی ڈال کر چلا گیا۔ اور بہت مدت کے بعد واپس آیا۔ ہم اس عرصہ مین ان روپوں سے گنہایت تھے۔ اور پھر وہ مین طاق پر رکھ دیتے تھے۔ جب وہ آیا۔ اور اپنی کتاب طلب کی۔ ہم نے کہا کہ اسی طاق پر پڑے مین۔ جہاں کہ تو رکھ گیا تھا۔ اس نے اپنی روپوں کو گنا۔ تو پورے تھے۔ دیگر مینان عبداللہ کھوکھر جو کہ آنحضرت کا غلام اور مرید ہے۔ اپنے والد احمد کھوکھر کی زبانی روایت کرتا ہے کہ ایک دن خواجہ صاحب اپنا اوستاؤ کے فرمان کے بموجب جو کہ بڑے نیکی جت اور مولانا نور محمد صاحب نارووالہ کے مرید تھے۔ موضع سوکڑ سے جو کہ تو نسہ شریف سے دو کوس جنوب کی طرف ہے۔ کسی کتاب لینے کی واسطے گئے ہوئے تھے۔ اتفاقاً مولوی نور محمد صاحب نارووالہ بھی سوکڑ مین تھے۔ اور ان کو حاجی پو وال صاحب بھی کہتے تھے۔ اور تحصیل سنگھ مین آپ کے مرید کثرت تھے۔ اور وقت زمان کے آنے اور امانت فرمان کے بعد سب لوگ آنحضرت کی طرف متوجہ ہو کر اور ان کے خلیفہ اعظم حافظ جمال الدین صاحب طہانی بھی سنگھ مین ہمیشہ آیا کرتے تھے۔ حضرت صاحب کتاب لیکر سوکڑ سے تو نسہ شریف کو آ رہے تھے۔ دو نو (قرآن السعدین) کی ملاقات سے مین ہوئی۔ حسب لنا صاحب کی نظر خواجہ صاحب پر پڑی تو گھوڑے سے اتر پڑے اور معانقہ کیا۔ باوجود

پہلے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اویبا بھی شناخت نہ تھی۔ مگر قیافہ سے پہچان لیا۔ چند منٹ کی گفتگو کے بعد نارووال صاحب نے گھوڑے پر خواجہ صاحب کو سوار کیا۔ اور خود باوجود پیری و ضعیفی باپا وہ چالے تھے۔ میان احمد کھوکھرنے جو کہ نارووال صاحب کا مرید تھا۔ جب دیکھا کہ مولانا صاحب بہت دور تک پایا وہ چالے۔ چل کر کہا۔ کہ لے روہیلہ تو جوان حربتہ گھوڑے پر سوار ہے۔ اور مولانا صاحب بدیل آئے ہیں تیرا عقل اور ہوش کہاں گیا ہے۔ کہ تو نے ایسے مشکل ویرینہ سال لطیف مزاج نو پایا وہ کیا ہوا ہے۔ جلدی اتر آ۔ اور ان کو سوار کر حضرت صاحب نے میری بات نہ سنی۔ اور وہ ویسے ہی سوار ہو کر چلے گئے۔ آخر اپنے پیر کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ اے قبلہ عالم! یہ مرو روہیلہ جسیم اور لحیم قوی تن کا کوس کے قریب سوار ہوا ہے۔ اب خود بدولت اسپ پر سوار ہوؤں نارووال صاحب نے بڑے غصہ سے میرے لطیف دیکھا۔ اور فرمایا۔ دور ہو۔ اور خاموش رہ۔ سچے سے کیا مطلب اور کیا سروکار ہے۔ ع قدر گوہر شاہ بداندیا بداند جو سہری چوہین نخل ہو کر خاموش ہو رہا۔ جب تو لٹنہ شریف میں پہنچے۔ تو نارووال صاحب چار پائی پر لیٹ گئے۔ اور ہر ایک شخص مولانا صاحب کو منٹھی بھرتا تھا۔ اور میں اس امر کی خجالت اور خوف سے دور بیٹھا ہوا تھا جب سب چلے گئے۔ میں نے بھی گھر جانیکا ارادہ کیا۔ مولانا صاحب نے مجھے لنگلی کے اشارے سے بلوایا۔ اور کہا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے میان احمد جی۔ آؤں صد آفرین! مرید صادق کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ کہ تم نے میرے سوار ہونیکو واسطے راستے میں کہا تھا۔ یہ تمہاری کمال محبت اور فرط اعتقاد تھا۔ جو میری نسبت ظہور میں آیا۔ لیکن تم کو اس روہیلہ مرد کی شان اور درجہ معلوم نہیں ہے۔ یہ وہ آدمی ہے۔ کہ کچھ مدت کے بعد تو خود اسکے نور فیض سے منور ہوگا۔ بلکہ تیری اولاد اور تمہارا سارا خاندان آنحضرت کا مرید ہوگا۔ یہ وہ شخص ہے کہ ملائک آسمانی اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اس کے سر پر نور بیاتے ہیں۔ اور اسکی نور کپڑے کے آرزو مند ہوتے ہیں۔ پس وہ پایا وہ چلے۔ اور میں سوار ہوں۔ یہ کیونکر جائز اور روا ہے۔ آخر ایسا ہی ہوا جب آپ نعمتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ تو تو لٹنہ شریف میں اقامت اختیار کی۔ میان احمد کھوکھرنے کو آنحضرت کی مجلس سے ایک دم بھی چین نہ آتا تھا۔ ایک دن اپنے بیٹے شہل کو جو کہ ابھی لڑکا تھا۔ لیکر آنحضرت کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔

جو کہ میری نسبت ظہور میں آیا۔

کہ یہ لڑکا ہمارا ہے۔ کسی دوسری جگہ اسکو نہ لیجانا۔ آخر اس کو آنحضرت کا غلام اور مرید بنایا۔ اور نیز اسکے اور لڑکے اور عبد اللہ کھوکھر وغیرہ سارا خاندان آنحضرت کا مرید ہوا۔ اور اس مولوی محمد کو جو کہ احمد کھوکھر مذکور کا بیٹا تھا حضرت صاحب نے مینہ و سیاہ کے لقب سے ملقب فرمایا۔ اور اس پر بہت شفقت اور لطف فرماتے تھے۔ اور وہ حضرت کا ایک مقرب بن گیا۔ چنانچہ موقع موقع پر اسکا ذکر بھی آویگا مولانا روم فرماتے ہیں۔

موقع پر اسکا ذکر بھی آویگا مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر سحر بانگ سلیمان درخروش	تاکہ آید طالبے اندر ز جوش	بانگ سے آید کہ اے طالب بیبا
جو دم محتاج گدایان چون گدا	ہیں بیابے طالب دولت شباب	کہ فتوح است این بان و فتحیاب
ایک تو طالب نہ تو ہم بیبا	تا طلب یابی ازین بار و وفا	چون سلیمان از دولت آگاہ شد
از دل تو تامل اور اہل شد	آن کسے کو بانگ موران شنود	ہم ز دورا و ستر ہر جان شنود

دیگر غرض مدت مدید تک خواجہ صاحب میان حسن علی کے پاس پڑھتے تھے۔ چند فارسی کتب وہاں پڑھیں۔ میان غلام رسول خان باکو افغان نے جو کہ حضرت کا خاص غلام ہے۔ اور غوث زبان کامرید مخصوص ہے۔ راقم سے بیان کیا کہ میں نے اپنے استاد مولوی افضل کی زبانی سنا ہے۔ کہ میں اور خواجہ صاحب ابتدائے حال میں تولد شریف سے دیندار شیعہ عطار مجسمہ کا سبق پڑھتے تھے۔ اور دونوں سبق تھے۔ اسوقت میں دیکھتا تھا کہ حضرت صاحب کبھی کبھی مجذوبوں کی طرح دیر تک آسمان میں ٹھکنے لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ اور جب سبق پڑھتے ایک ایک ڈوڈو ورق پڑھ لیتے۔ اور نیز میان غلام رسول اپنے استاد کی زبانی بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب اپنے پیر و مرشد خواجہ نور محمد صاحب مہارسی کی بیعت اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ اور ایک دفع اپنے وطن کوہ درگ کو جا رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت نارووالہ صاحب حافظ جمال الدین اور آنحضرت تینوں خلیفے تولد شریف میں ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ اسوقت نارووالہ صاحب کا ڈیرہ میان احمد کھوکھر کے گھر تھا۔ اور دونوں خلیفے یعنی حافظ صاحب اور خواجہ صاحب اسی جگہ بیٹھے تھے۔ مولوی محمد صالح سکندہ دارہ شاہ مشرقی بھی موجود تھا۔ اور وہ علم موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ ایک غزل گانے لگا۔ پہلے حافظ صاحب کو وجد ہوا۔ اور دیر تک رہا۔ اپنے اپنے کپڑے اسی کو دیدئے۔ پھر خواجہ صاحب کو ایسا وجد طاری ہوا۔ کہ آپ کا

سرسجی چھت سے جا لگتا تھا۔ تو کبھی دیوار سے ٹکراتا تھا۔ ان کے افاقہ کے بعد مولانا صاحب کو
وجہ طاری ہوا۔ مولوی محمد افضل کا بیان ہے۔ کہ میں اسوقت آپکی مٹھی بھرتا تھا۔ آپ کا ہاں ایسا
سخت ہو گیا تھا۔ کہ بیان نہیں کر سکتا۔ بہت دیر کے بعد اپنے اس آدمی کو ہاتھ سے ہٹا دیا
کہ بس کرے۔ وہ آدمی غزل گانے سے خاموش ہو گیا۔

حضرت خواجہ صاحب کا موضع لانگہ میں پڑھنا

موضع ہووے۔ کہ حضرت صاحب نے دولہ شریف سے پانچ کوس مشرق بلب دریا موضع
لانگہ میں بھی کچھ مدت طالب علمی کی ہے۔ اور مولوی ولی محمد صاحب وہاں پڑھتے رہے ہیں
مولوی صاحب قوم اراٹین کے ہیں۔ راقم امسال جو ۱۳۷۸ھ ہے۔ سرشدی مولانا خواجہ
محمد سلیمان کی مزار پر انوار کی زیارت کی واسطے تولہ شریف کو جا رہا تھا۔ جب موضع لانگہ
میں پہنچا جو کہ دریائے سندھ کے کنارہ پر ہے۔ تو میں نے اس مسجد کو بھی جا کر دیکھا۔
جس میں حضرت صاحب طالب علمی کرتے تھے۔ گنبد دارا چہی تختہ مسجد ہے۔ دوپہر کے قریب میں
نے اور میان غلام رسول خان نے زمین ڈیرہ لگایا۔ اور یہ حکایت وہاں ہی سنی۔ واضح رہے
کہ بعد میں دریا کی طغیانی سے مسجد دریا برد ہو گئی۔

دیگر۔ میان غلام رسول خان اور میان شیر محمد کلروانی نے بیان فرمایا۔ کہ جسوقت خواجہ صاحب
یہاں پڑھتے تھے۔ ایک ہندو عورت کی چھوٹی سی لڑکی تھی جسکے دو نو ہاتھ پاؤں مثل ہو گئے
تھے۔ ایک دن اس لڑکی کو خواجہ صاحب کی خدمت میں لیکر طالب دعا ہوئی حضرت صاحب
نے فرمایا۔ کہ تو ہمیشہ اس مسجد میں اگر چراغ جلائیگی۔ اور جھاڑو دیا کریگی۔ تو انشاء اللہ تیری یہ
لڑکی اچھی ہو جاوے گی۔ اس عورت نے ویسا ہی کیا۔ لڑکی اچھی ہو گئی۔ اور اسکی شادی ہو گئی
اور اولاد بھی پیدا ہوئی۔ دیگر ایک دفعہ مولوی محمد یار خلیف مولوی ولی محمد صاحب نے کہ خواجہ
صاحب کی قدبوسی کیلئے تولہ شریف میں آیا۔ وہ بھی حضرت کا مرید تھا۔ آپ نے اسکو دیکھتے ہی
لانگہ میں اپنے پڑھنے کا زمانہ یاد فرمایا۔ اور زبان گوہر فشان سے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ میں حسب مان
آتا و ابرو میں پناہ سے کسی کتاب لے کر آیا۔ صالح محمد قریشی بھی ہمراہ تھا۔ رہتے
میں ایک شہر مالہ آیا جسکا پانی بہت عمیق تھا۔ اور پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اور ہم دونو

شناوری نہ جانتے تھے۔ آخر ایک درخت دیکھا۔ جو کہ شمالی کنارہ پر تھا۔ اور اسکی بعض شاخیں جنوبی کنارہ کے اوپر تھیں۔ میں نے کہا کہ آ۔ اس درخت پر چڑھ کر ان شاخوں سے پھلانگ کر امید ہے کہ اس طرح سے اس نالہ کو عبور کر لینگے۔ اُس نے کہا۔ کہ صاحب پہلے آپ ایسا کریں کیونکہ ایسا نہ ہو۔ کہ میری ٹانگ یا پنڈلی ٹوٹ پڑے۔ اگر آپ سلامتی سے دوسرے کنارہ پر پہنچ گئے اور آپ کسی عضو کو کوئی نقصان نہ ہوا۔ تو میں بھی ایسا کرونگا۔ آخر آپ نے فرمایا۔ کہ میں درخت پر چڑھا اور دوسرے کنارہ پر بغیر کسی قسم کے ضرب و تکلیف کے پہنچ گیا۔ اور پھر اس قریشی نے بھی ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد آپ نے پوچھا۔ کیوں میان محمدیاری! وہ دونوں بیری کے درخت جن میں سے ایک شیریں اور دوسرا ترش تھا۔ موجود ہیں یا نہیں۔ جو کہ لانگہ کے لوگوں نے درویشوں کے کہانے کیواسطے جوائے کئے ہوئے تھے۔ اُس نے عرض کی قبلہ! اب تک وہ موجود ہیں پھر فرمایا۔ کہ ایک دن مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ تم اور میان صالح محمد قریشی دو لو جاؤ۔ اور ان بیری کے درختوں کو جھاڑ کر اچھے اچھے بیج بن کر لاؤ۔ جب وہاں گئے۔ اور بیج جمع کرنے لگے۔ تو اس قریشی نے مجھے کہا۔ کہ میان! اچھے اچھے بیج خود نوش کریں۔ اور کچے کچے وہاں لیجاہیں۔ نہیں تو او ستاد صاحب پر روزہاں بیان بھیجینگے۔ لیکن میں نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ یہ خیانت تھی۔

دیگر ایک دفعہ وہی میان محمدیاری خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ کہ غریب نواز علاقہ کے لوگ مجھ سے سخت کینہ و فساد رکھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ قابلیت اور کرامت ہوتی ہے جسکے سبب عوام الناس اس سے عناد و فساد رکھتے ہیں۔ اس شخص کی قابلیت اور کرامت نہیں ہے۔ پھر حیران ہوں کہ لوگ کیوں حسد کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میان! یہ قابلیت اور کرامت تین قسم کی ہے۔ اول کہ مقبول آدمی کو ہر شخص جانے۔ اور خود بھی جانتا ہو۔ دوم۔ وہ تو جانتا ہو۔ کہ مقبول حق ہو۔ مگر لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ سوم نہ اسے معلوم ہو۔ کہ وہ مقبول حق ہے۔ اور نہ ہی لوگوں کو معلوم ہو۔ راقم کا خیال ہے۔ کہ یہ گروہ ہوم پوشیدگان ہیں۔ جو کہ اولیا اللہ کی ایک قسم ہے۔ اور میرے خیال میں جو بھی قسم یہ ہے۔ کہ لوگ تو جانیں کہ وہ مقبول ہے۔ مگر اسے خود معلوم نہ ہو۔

حضرت صاحب کا کوٹ شخص بنانا۔ اور خواجہ نور محمد مہاروی سے بیعت فرمانا

حضرت صاحب چند مہینے موضع لانگہ میں نظم پڑھتے رہے۔ اسکے بعد آپ کو علم عربی کا شوق پیدا ہوا۔ اور مٹھن کوٹ میں جا کر قاضی احمد علی صاحب خلف قاضی عاقل محمد صاحب کے مدرسہ میں عربی کی تحصیل کرنے لگے۔ اور چند سال اسی جگہ رہے۔ اور قطبی تک پڑھے ان دنوں خواجہ صاحب بہاروی کے اوج میں آنے کی خبر شہر ہوئی۔ اور آپ میان احمد علی صاحب کے ساتھ وہاں جا کر حضرت قبلہ عالم سے بیعت ہوئے

دیگر حضرت صاحب نے جب علم فقہ پر عبور کر لیا۔ تو آپ کو شرع کا بہت پاس تھا۔ جس شخص بے شرع کو دیکھتے۔ یا کوئی امر خلاف شرع دیکھتے۔ تو بہت ناراض ہوتے۔ بلکہ حتی الامکان امر معروف کی تلقین کرتے۔ چنانچہ آپ نے بیان فرمایا۔ کہ قبلہ عالم کی بیعت ہونے سے پہلے ایک دفعہ کوٹ مٹھن میں ہم نے سنا۔ کہ اس دھاری جو کہ امر و خوبصورت ہوتے ہیں۔ اور کینچنیوں کی طرح ناچتے ہیں۔ کوٹ مٹھن کے بازار میں رقص کر رہے ہیں۔ اور میں اس وقت مطالعہ کتاب میں مصروف تھا۔ جب یہ خبر سنی۔ تو مقرض ہاتھ میں لیس کروٹاں گیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ اس امر و ناچنے والے کی زلفیں ایک طرف سے دوڑتک کٹی ہوئی تھیں۔ میں نے کان کے قریب اس کے بال کترے۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اسکے کان کا ٹکڑا بھی ساتھ کٹ گیا ہے۔ میں نے کچھ پروانہ کی اور ذرا بھی خوف نہ ہوا۔ دیگر زبانی میان عبدالشکور خلیفہ خواجہ صاحب روایت ہے کہ مولانا فخر الدین صاحب نے حضرت قبلہ عالم بہاروی کو فرمایا تھا۔ کہ ایک کوہستانی شہباز آئیگا۔ کسی نہ کسی طرح اسکو جال میں پھنساؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شہباز کسی دوسرے کے جال میں پھنس جاوے۔ کیونکہ وہ ہماری تمہاری نعمت کا مالک ہوگا۔ اور اپنے وقت کا سلیمان ہوگا۔ اس لئے خواجہ نور محمد صاحب علیہ الرحمۃ بہر سال جانب جنوب و مغرب اوج شریف اور کوٹ مٹھن شریف کو تشریف لے جاتے۔ اس امید پر کہ وہ شہباز کسی طرح میرے جال میں پھنسنے یعنی مجھ سے ملے گا۔ لیکن اپنے یہ راز کسی سے نہ بتایا تھا۔ سوائے میان محمد حسین مرحوم۔ جو کہ قبلہ عالم کا بے تکلف یار اور محرم اسرار تھا۔ دیگر مولوی غلام رسول خیر سکند بھاؤ پور نے جو کہ حضرت خواجہ صاحب کا بااعتقاد مرید ہے۔ راقم کے آگے بیان کیا۔ کہ میں نے اپنے رشتہ دار مولوی محمد حسین خیر سے جو کہ قبلہ عالم بہاروی کا بڑا معتقد مرید تھا۔ اور بالخصوص ان کا محرم راز تھا۔ یہ سنا ہے۔ کہ جب حضرت سیدی مولوی

محمد حسین میں جو کہ بہاولپور کے قریب ہے۔ ایک رات آکر رہے۔ تو مجھے فرمایا۔ کہ اے محمد حسین آپ کو معلوم ہے کہ میں ہر سال اس ملک میں کیوں آتا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ کہ صاحب آپ خود فرمائیے اس پر آپ نے اظہار فرمایا۔ کہ میں ایک شہسار کے شکار کیلئے آتا ہوں۔ کہ کسی طرح وہ شہساز میرے بال میں پھنسے۔ اور یہ فرمودہ حضرت مولانا فتح الدین صاحب کا ہے۔ تم بھی دعا کرو۔ کہ جلدی سے مجھے وہ شہساز ملے۔ پس اس سال کہ خواجہ صاحب نے حضرت قبلہ عالم سے بیعت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اے میان محمد حسین ہم کو مبارک دو۔ کہ وہ شہساز اس سال ہمارے دام میں پھنس گیا۔

دیگر میں نے مولوی غلام رسول مذکور اور صاحبزادہ نور بخش صاحب اور دیگر معتبر آدمیوں کی زبانی سنا ہے۔ کہ جن دنوں خواجہ صاحب کوٹ منٹھن میں تحصیل علم کرتے تھے۔ ان دنوں میں حضرت قبلہ عالم صاحب اور حج میں تشریف لے آئے۔ تو قاضی احمد علی صاحب سپہ قاضی عاقل محمد صاحب خلیفہ اعظم خواجہ نور محمد صاحب اور درویش اور فقرا انکی زیارت کیلئے وہاں تشریف لیگئے۔ حضرت صاحب بھی انکے ہمراہ تھے۔ لیکن یہ سنا تھا۔ کہ قبلہ عالم سرود سنا کرتے ہیں۔ اور سرود پر انکو وجد اور رقص ہوتا ہے۔ اس خیال پر کہ حضرت صاحب طالب العلم تھے۔ احتساب کی نیت سے کمز میں چھری باندھ لی۔ اور دل میں یہ ارادہ کر کے روانہ ہوئے۔ کہ ضرور قبلہ عالم سے احتساب کرونگا۔ اور ان کو سرود سننے سے منع کرونگا۔ کہ سرود شرع میں حرام ہے وہ کیوں سنتے ہیں۔ راستے میں ایک شخص ہلاقی ہوا۔ جس نے چادر میں کھجوریں باندھی ہوئی تھیں خواجہ صاحب نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تو کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ قبلہ عالم میرے پیرو مشد ہیں۔ انکی زیارت اور یہ رطب انکی نذر کیواسطے لئے جاتا ہوں۔ آنحضرت نے اس سے نصف حصہ کھجور کا حیرا لے لیا۔ اور اگرچہ وہ شخص کتنا ہی مزاحم ہوا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور بعد اسکے جب کچھ فاصلہ چلے حضرت نے وہ باقی آدھا حصہ بھی اس سے چہین لیا۔ جب بلکہ اور حج میں پہنچے۔ مہر کوئی حضرت قبلہ عالم کی زیارت کیواسطے گیا۔ مجلس عالی میں ایک شخص تھا جسکا نام مقبول رکھا تھا۔ جو کہ صاحب وجد و ذوق و شوق اور قبلہ عالم کا صادق مرید تھا۔ اسوقت حال وجد میں تھا اور جسم میں اچھا توانا اور مضبوط تھا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں دور کھڑا ہوا تھا۔ اور میں نے خیال کیا۔ کہ یہی ہمارے قابضی صاحب کا مرشد ہے۔ اور یہ موقع احتساب کا

نہیں ہے۔ جبکہ یہ ہوش میں آویگا۔ تو ضرور اس سے مناظرہ کرونگا۔ اور اسے امر معروف کی تلقین کرونگا۔ اس عرصہ میں لوگ ایک اور شخص کی پاؤں پڑتے تھے۔ اب میں نے معلوم کیا۔ کہ ان کا مرشد یہ درویش نہیں ہے۔ اس واسطے اس سے بھی میں اکیلے ہو کر احتساب کرونگا۔ میں اسی خیال میں تھا۔ کہ آواز آئی۔ کہ مخدوم نو بہار سجادہ نشین حضرت سید جلال قبلہ عالم کی بیعت ہونے کی واسطے چلے آتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ شخص جادوگر ہے کہ سحر اور جادو کے زور سے خلق کو تسخیر کر رہا ہے۔ اور اس مخدوم پر سحر کیا ہے۔ جو کہ اسکا مرد بننے کیلئے آ رہا ہے۔ اس عرصہ میں مخدوم صاحب آگئے۔ اور قبلہ عالم وہاں سے اٹھ کر بارگاہ سید جلال میں پہنچے۔ تاکہ انکو جد بزرگوار کی خانقاہ میں بیعت کریں۔ ساری مجلس اٹھ کھڑی ہوئی جب میں اٹھا۔ اچانک قبلہ عالم کی آنکھ جھپ پر پڑی۔ میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور خانقاہ میں لیکئے میں نے گمان کیا۔ کہ یہ جادوگر اب مجھ پر بھی جادو کرنے لگا۔ مگر انکے ہاتھ کے پکڑنے سے مجھ میں ذرا بھی طاقت اور ہوش نہ رہا۔ کہ کچھ کہتا۔ حضرت صاحب نے پہلے مخدوم صاحب کو بیعت کیا۔ اور اسکے بعد سید جلال کی مزار کے سر ہانے مجھے بیعت فرمایا۔ اور وظیفہ بھی تلقین کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ میں یہ وظیفہ ہرگز نہیں پڑھوںگا۔ الغرض جب میں درگاہ سے واپس آیا۔ مجھے کوئی ہوش نہ تھا۔ اور میں بے اختیار ہو گیا تھا۔ جب وقت نماز آیا۔ نماز ادا کی۔ اور وظیفہ جو فرمایا تھا۔ میرے پاس تسبیح نہ تھی۔ ایک اینٹ کو توڑا۔ اور سنگریزہ بنا کر ان کو ایک سو گن لیا۔ اور انپر وظیفہ پڑا۔ اس دن سے میری حالت دگرگون ہو گئی۔ راقم نے یہ قصہ بعینہ حضرت نور بخش صاحب مرحوم سجادہ نشین قبلہ عالم سے سنا ہے۔ اور ایک دن حضرت خواجہ صاحب اپنے مرشد قبلہ عالم کی خانقاہ والی مسجد میں نشست فرمائے تھے۔ اور کترین بھی بیٹھا تھا۔ کہ حضرت صاحب حافظ غلام مرتضیٰ جو کہ مولوی غلام حسن بھٹی کا چھوٹا بھائی ہے۔ یہ بیعت کا قصہ سنا ہے۔ اور چونکہ میں بہت قریب تھا۔ سارا قصہ سن رہا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت قبلہ عالم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور خانقاہ سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ میں لیکئے۔ اور نیز حضرت صاحب فرماتے تھے کہ کہ قبلہ عالم نے ہنس کر پوچھا۔ کہ کیوں بیان وہ میری کھجورین کھا گیا۔ میں نے جواب دیا قبلہ! بہت بھوکا تھا۔ اسکے بعد حضرت صاحب فرماتے تھے۔ کہ وہ کھجورین کیا تھیں۔ ایک آتش عشق تھی جو میری

تن بدن میں لگ گئی۔ دیگر حب قاضی صاحب اور دیگر درویش اور فقرا اوج میں تھے۔ اس وقت حضرت قبلہ عالم نے ایک بڑا دیگچہ چاولوں یا شاید گوشت کا۔ جو کہ مخدوم صاحب نے بھیجا تھا۔ قاضی صاحب اور اسکے فقرا کے تقسیم فرمانے کی واسطے بھیجا۔ لانگری نے اس خیال پر کہ یہ بہت ہے۔ اس میں سے دو طباق بھر کر نکال لئے۔ مگر خواجہ محمد سلیمان صاحب نے دیکھ لیا تھا جب لانگری وہ دیگچہ قاضی صاحب کے ڈیرہ پر لایا۔ تو حضرت صاحب دیکھ رہے تھے۔ انکو غصہ آگیا۔ اور فرمایا۔ کہ تو نے دو طباق اس سے کیوں بھر لئے ہیں۔ قبلہ عالم نے سارا دیگچہ ہم فقیروں کے واسطے بھیجا ہے۔ وہ لانگری کچھ شوخی سے بولا حضرت نے ایک طمانچہ چٹلخ اوسکے مونہ پر لگایا اور وہ دونوں طباق بھی واپس دیگچہ میں الٹ وئے۔ اور خود دیگچہ اٹھا کر قاضی صاحب کے ڈیرہ پر لے آئے۔ سارا قصہ قبلہ عالم کی سمع اقدس تک پہنچا۔ یہ نہ گئے۔ کہ کہیں قبلہ عالم ہم پر ناراض نہ ہو جائیں۔ قاضی صاحب نے کھلی لانگری کو ملا کی۔ آخر حضرت نے خود اپنے ماتھے سے فقرا میں ہاتھ دیا۔ کہا نا تقسیم فرمایا۔ اور لانگری جا کر حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں فریادی ہوا۔ کہ ایک درویش روہیلہ پورے نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خیر اسکو کچھ نہ کہ۔ اسکے بعد آپ اٹھ کر قاضی صاحب کے ڈیرہ پر آئے۔ اور پوچھا۔ میان احمد علی وہ کون سا درویش ہے حضرت کی طرف اشارہ کیا گیا۔ قبلہ ان کو علیحدہ لے گئے۔ اور منسے۔ اور کہا کہ میان صاحب ہمارے لانگری کو کیوں مارا۔ سارا حال عرض کیا۔ آپ نے لانگری کو فرمایا۔ کہ اس درویش کو معاف کر۔ اس نے فرست سے معلوم کر لیا۔ کہ توجہ باطنی انکی طرف ہے۔ جواب دیا۔ کہ حضرت صاحب میں نے معاف کیا۔ اسکے دوسرے ہی دن حضرت قبلہ عالم نے ان کی بیعت کی۔

کہتے ہیں کہ قبلہ عالم حسب وقت ان کو خانقاہ شریف میں لیکئے۔ تو آپ کو کچھ ہوش نہ تھا ایک پاؤں میں کفش تھی۔ اور دوسری کفش اتر پڑی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ حسب وقت قبلہ عالم حضرت کو بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بکڑ کر لیکئے۔ اس وقت مخدوم صاحب موجود نہ تھے۔ یعنی آپ خود زیارت رضہ شریف کو گئے تھے۔ جب حضرت کو کھڑا دیکھا۔ تو ان کو بکڑ کر خانقاہ شریف میں لیکئے۔ دیگر جب حضرت قبلہ عالم نے خواجہ کو بیعت کیا۔ ایک دو روز اوج میں رہے اور بقول بعض حضرت فرمایا۔ کہ تو پہلے دہلی جانا۔ مولانا صاحب کی نہایت شک کے پھر صہارا ان شریف آنا۔

خواجہ صاحب نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ سلسلہ و اسرار احوال لکھا جا رہا تھا۔

دیگر جب قبلہ عالم خواجہ مہاوی نے اوج شریف سے معاودت فرمائی۔ تو مولوی محمد حسین صاحب

دعوت کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ کی بستی میں تشریف لے آئے۔ اور فرمایا۔ کہ مولوی صاحب ہجو

مبارک دو۔ کہ وہ شہباز اب کے بارہا سے دام میں پھنس گیا ہے۔ انہوں نے مبارک دی اور

نیز راقم نے بہت سے معتبر آدمیوں کی زبانی سنا ہے۔ کہ حضرت قبلہ عالم نے اپنے خلیفہ اعظم

مولانا نور محمد صاحب حاجی پور والہ کو فرمایا تھا۔ کہ تو ہمیشہ سال بسال سنگھڑ کی طرف جانا

کر۔ اور اس شہباز لاہوتی کی تلاش میں رہ۔ شاید وہ کوہستان سے آئے۔ اور تیرے

جال میں پھنسے اسی ارشاد کے بموجب مولانا صاحب موصوف سنگھڑ میں سال بسال آیا کر

جب خواجہ صاحب نے آپ سے بیعت کی۔ تو خلیفہ اعظم مولانا صاحب کو پیغام بھیجا گیا۔ کہ وہ

ہمارے ہمالیوں ہمالہ ہمارے ہمالہ پھنس گیا ہے۔ آئندہ اسکی انتظار نہ کریں۔ اور یہ تحقیق ہے

کہ اسکے بعد مولانا نور محمد صاحب پھر کبھی علاقہ سنگھڑ میں نہ گئے۔ کیونکہ گوہر مقصود تو دستاویز

ہو چکا تھا۔ پھر سفر اور جستجو اور تلاش کی کیا ضرورت تھی۔

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری اے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

خواجہ صاحب کا وہلی میں حضرت مولانا فخر الدین کی زیارت کو جانا

واضح رہے۔ کہ خواجہ صاحب ۱۱۹۹ھ میں دہلی کو روانہ ہوئے۔ آپکی عمر سولہ سال کی تھی لیکن

اس امر میں اختلاف ہے۔ کہ آپ کہاں سے روانہ ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ قبلہ عالم خواجہ مہاروی

کے ارشاد کے بموجب مہاراج شریف سے روانہ ہوئے۔ اور بعض کا بیان ہے کہ بلدہ اوج سے بیعت

ہونیکے بعد دہلی کو روانہ ہوئے۔ اور غالباً صحیح بھی یہی ہے۔ کہ شہر اوج سے ہی روانہ ہوئے۔

دیگر میان نور بخش صاحب سجادہ نشین حضرت قبلہ عالم صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک دفعہ

تولتہ شریف میں تھا۔ اور میرے اور صاحبزادہ نور بخش صاحب سجادہ نشین کے درمیان مباحثہ ہوا

کہ خواجہ صاحب دہلی جو گئے۔ تو کس راہ سے اور کس مقام سے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ

آپ مہاراج شریف سے ہی گئے۔ اور میرا خیال تھا۔ کہ آپ بلدہ اوج سے تشریف لیگئے۔ بحث کو

جدید قرار پایا۔ کہ خواجہ صاحب کے استفسار فرمائیں۔ میان محمد یار خوجہ جو حضرت صاحب کا ہم

غلام تھا۔ اور جس پر حضرت صاحب کی خاص توجہ تھی۔ اور ہمیشہ اسکو اپنے مصلے کے پاس بٹھاتے تھے۔ ہم نے اس سے کہا کہ وہ خواجہ صاحب کے دریافت کرے۔ آخر میں بھی دربار میں موجود تھا۔ اور صاحبزادہ بخش صاحب جی بھی نشست فرمائے تھے۔ جب نابیرہ نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا ذرا یاد کرنے دو۔ اس کے بعد آپ نے تھوڑی دیر سکوت کے بعد فرمایا۔ کہ جب مجھکو حضرت قبلہ عالم نے خانقاہ سیدہ جلال میں بیعت فرمایا۔ تو میں بلکہ اوج میں آیا۔ اور اس کے بعد آپ نے چونکہ فرمایا تھا۔ کہ مولانا صاحب کی زیارت کو ضرور جانا پو۔ میں اوج ہی سے دہلی کو روانہ ہوا۔ مگر چونکہ راستہ کا واقف نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ دہلی کدھر ہے۔ بڑا سفر طے کیا۔ اور دلاور۔ فلودھی۔ جوڈھپور۔ اجمیر۔ جے پور۔ ریواڑی سے ہوتا ہوا۔ دہلی میں پہنچا۔ رات تم کا خیال ہے کہ خواجہ صاحب کی عمر اسوقت ۱۶ سال کی تھی۔ اور آپ نے بہت دفعہ اپنی زبان سے بھی یہی فرمایا تھا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بشپوری اور صاحبزادہ بخش صاحب بنیرہ آنحضرت نے بیان فرمایا کہ انہوں نے خواجہ صاحب کی اپنی زبان مبارک سے سنا تھا۔ کہ اسوقت آپ کی عمر ۱۶ سال کی تھی واللہ اعلم بالصواب۔ رات تم اگر فہم تو نسہ شریف میں مقیم تھا۔ اور کیکر کی جہال سے اپنا انگر کتہا رنگا ہوا تھا۔ اور حضرت صاحب نماز ظہر کیلئے وضو کر رہے تھے۔ جب آپ وضو کر چکے۔ تو میں نے نماز میں مبارک سیدھی کر دی۔ اور اپنی پشت اوپر کر کے کھڑا تھا۔ تاکہ حضرت صاحب میرا سہا لیکر راحت پائے پہن لہن۔ جب آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ فرمایا۔ کہ یہ کس چیز سے رنگا ہے میں نے عرض کی قبلہ کیکر کی جہال سے رنگا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو بہت اچھا ہے۔ ہمنے بھی ایک دفعہ دہلی کو جاتے ہوئے ایسا انگر کتہا پہنا تھا۔ اور فلودھی۔ اجمیر۔ ریواڑی کے رستے سے دہلی میں پہنچا تھا۔ دیگر حضرت قبلہ عالم اپنے بڑے بھائی کو لے کر مولانا صاحب نارووالہ۔ قاضی عاقل صاحب کوٹ مٹھن۔ حافظہ جمال الدین بلتان شریف کو جو کہ تینوں کا ل بزرگ تھے۔ حضرت مولانا فتح الدین کی ملاقات کیوں سٹی دہلی لیکے۔ حضرت قبلہ عالم انکو دیکھنے سے بہت سرور ہوئے۔ اور آفون کی۔ اور ان تینوں بزرگوں کے حق میں کئی کلمات کہے۔ حضرت صاحب اسوقت خرد سال تھے۔ اور ابھی بیعت بھی نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد جو قبلہ عالم کی بیعت ہوئی ہوئے۔ تو انہیں بھی ارشاد فرمایا۔ کہ دہلی جا کر حضرت مولانا صاحب کی زیارت سے شرف حاصل

۱۱ (ص ۱۱) صاحب (۱۱) ختم سلیمانی

ہوین۔ پس حضرت صاحب ۱۹۹ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں براہ دلاور۔ فلودی۔ جو دھبورا۔ اول
اجمیشرفین میں پہنچے۔ اور حضرت محبوب ربانی خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مستفین
ہوئے۔ اسکے بعد وہاں سے جے پور اور پھر یوٹری سے ہونے ہوئے دہلی پہنچے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب
خواجہ صاحب یوٹری میں پہنچے۔ تو حضرت مولانا صاحب جو کہ بہت عرصہ سے بیمار تھے۔ انتقال
فرما گئے۔ اور چستی تاج محمود صاحب بیگانیری سے جو کہ حضرت مولانا کا ایک معتقد مرید تھا۔ بطور وصیت
یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ایک شخص محمد سلیمان نام مولوی نور محمد صاحب مہاروی کا مرید میری ملاقات
کو آتا ہے۔ چونکہ مشیت ایزدی یہی تھی۔ کہ ان کی ظاہری ملاقات نہ ہوئی۔ مگر ان کو تو میرے
سلام کہنا۔ اور یہ میرا فولادی قلم ان کے حوالہ کرینا۔ جب خواجہ صاحب دہلی میں پہنچے۔ تو مولانا صاحب
کی وفات حسرت آیات کو فقط ۲۲ یوم ہوئے تھے۔ آپ ان کے مکتب میں پہنچے۔ چستی مذکور نے
بعد تصدیش حال پہلے تو مولانا صاحب کے سلام پہنچائے۔ اور سن بعد وہ فولادی قلم ان کے حوالہ
کیا۔ اسکے بعد خواجہ صاحب وہاں سے چلا کہ حضرت مولانا کی تربت فیض مرتبت پر اگر معائنہ ہوئے
جو کہ شاہ جہان آباد سے علیحدہ ہے اور خواجہ قطب الدین نجیب راکالی کی خانقاہ میں مسجد کے پاس
ہے۔ اور چہلم تک برابر وہیں ہے۔ اور چونکہ ارادہ الطہی یہ ہوا۔ کہ مولانا صاحب کی ظاہری زیارت
سے بھی خواجہ صاحب مشرف ہوں۔ اسکے واسطے اس سبب اسباب حقیقی نے یہ سبب پیدا کیا۔
کہ آنحضرت کی حین حیات میں آپ کا ایک دانت مبارک شہید ہوا تھا۔ جسکو لپیٹ کر محفوظ رکھا گیا تھا
اور وصیت یہ تھی۔ کہ یہ تھی جسم اطہر کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ مگر ان کی وفات پر لوگ اس قدر
سچ و الم بھرے ہوئے تھے۔ کہ کسی کو آپ کی وصیت یاد نہ رہی۔ اور سات آٹھ یوم کے بعد یاد آئی
آخر کار یہ صلاح ٹھہری۔ کہ آپ کی وصیت کو پورا کیا جاوے۔ اس ارادہ پر ہزار ہا نوار پر آئے۔ اور قبر کو جو کہ
وہ دانت دفن کیا گیا۔ اور تھے لوگ موجود تھے۔ سب حضرت خواجہ مولانا محمد الدین نے اس کو اپنی آنکھوں
زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب سب لوگ حضرت مولانا صاحب کی تربت
پاک پر جمع ہوئے۔ آپ کی مہبت اور شوکت اور عظمت سے کسی کی جرأت نہ ہوئی۔ کہ قبر کے اندر داخل
ہو کر آپ کے دانت مبارک کو منہ میں رکھیں۔ یا کہ چادر میں باندھ دیوں۔ سب نے خواجہ صاحب سے کہا۔
چنانچہ آپ قبر کے اندر داخل ہوئے۔ اور وہاں مبارک میں وہ دانت شریف رکھ دیا۔ اور اس طرح سے

عظمت کی علامت

دندان مبارک

آپ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے۔ اور نماز مغرب کے بعد ایک شخص اپنا دایان ہاتھ حضرت صاحب کے جبین بے کین پر کلاہ مبارک کے نیچے بڑی جلدی سے لے گیا۔ اور جب اس کی انگلی پر اپنے زخم پر جو کہ چہرہ مبارک پر تھا۔ پڑی۔ تو ایک فولادی مسلم حضرت صاحب کے حوالہ کی۔ اور کہا کہ یہ قلم حضرت مولانا صاحب نے میرے پاس امانت رکھا تھا۔ اور آپ کے دینے کا فرمایا تھا۔ حضرت صاحب نے وہ قلم لے لیا۔ راقم نے یہ حکایت مولوی محمد امین سے سنی ہے۔ اور انہوں نے خود خواجہ صاحب سے سنی تھی۔ اور نیز مولوی محمد عابد موکری اور حاجی بختاورد نے ایک دن ذکر کیا۔ کہ خود خواجہ صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ کہ میں نے جس وقت دہلی جا کر مولانا صاحب کے آستانہ متبرکہ کی زیارت کی۔ تو پندے بڑے لطیف اور دلکش آواز سے کہتے تھے۔ اللہ اعلم علیکہ میان سلیہاں جی۔ اور جی۔ کے لفظ کو نہایت لطافت سے ادا کرتے تھے۔ راقم نے ایک دفعہ خواجہ صاحب کی زبانی سنا کہ ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا۔ کہ جب میں مولانا صاحب کی مزار پر انوار پر معتکف تھا۔ تو وہ جگہ اس قدر تنگ تھی۔ کہ بڑی شکل سے ووزانو ہو کر بیٹھ سکتا تھا۔ مگر اب مولانا موصوف کے تصرف سے وہ جگہ اس قدر کشادہ ہو گئی ہے۔ کہ لوگ بخوبی چوڑی لگا سکتے ہیں اور بیٹھ سکتے ہیں۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ راقم نے خود وہاں جا کر مولانا صاحب کی مزار پر انوار کی زیارت کی ہے۔ اور سجدہ کی دیوار نے خم کہا یا ہوا ہے۔ اور وہ مشرق کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ اور مزار کی جگہ فراخ ہو گئی ہے اگر نئی روشنی والے نوجوان ان ہر دو باتوں کی تصدیق میں تامل کریں۔ گراہی کئی باتیں ہیں جو ادبیات کرام سے ہمیشہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ وہی کے لوگ اس امر کی شہادت دے سکیں گے۔

دیگر صاحبزادہ میان غلام نصیر الدین صاحب ابن مولوی قطب الدین صاحب ابن حضرت مولانا فتح الدین صاحب دہلوی کو جب شوق خدا غالب ہوا۔ تو آپ نے تمام دنیا کے مخلصوں اور جگر ڈوان سے مخلصی حاصل کر کے تخرید اختیار کی۔ اور دنیا کے غیب لائق سے کنارہ کشی کر کے پہلے حج بیت اللہ کو تشریف لائے۔ اور بعد زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کی واسطے تونشہ تشریف لاکر حضرت خواجہ غوث زمان کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ کے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو کر اپنے گویہ مقصود کو پا کر مری سے اڑنے لگے۔ خواجہ صاحب کی آپ پر بڑی مہربانی اور عنایت تھی جیسا کہ بعد نماز فجر حالت مشغولی اور وقت مراقبہ میں آپ ان کو اپنے مجرہ میں بلاتے

اور چاشت تک کسی کسی قسم کی دلچسپ حکایتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور بعد نماز ظہر تلاوت قرآن شریف
خواجہ صاحب ان کے ڈیرہ پر تشریف لیجاتے۔ صاحبزادہ موصوف جنکو کافی صاحب بھی کہتے تھے فرماتے
تھے۔ کہ آپ نے بہت سی دلچسپ باتیں اور حکایتیں سنائیں۔ مگر انکے ظاہر اور افشا کر نیکی واسطے منع فرمایا
صرف ایک سخن جسکے واسطے منع نہیں فرمایا۔ وہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جسوقت
میں حضرت مولانا صاحب کی تربت شریف پر معتمد تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ دفعۃً مولانا صاحب
قبر سے نکل آئے۔ اور میرے ساتھ معاندتہ کیا۔ اور مہربانی فرمائی۔ میں نے عرض کی۔ یا حضرت !
لوگ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ اور آپ قبر سے کس طرح باہر آ گئے۔ آپ نے فرمایا
کہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ ہم فوت نہیں ہوتے۔ یہ فقط پر وہ شریعت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف
میں ہے۔ ان اولیاء اللہ لا یموتون۔ خواجہ صاحب نے سچ فرمایا ہے۔

ہرگز نمیر و آنکہ دش زنده شد بعشق | ثابت است جبریدہ عالم دوام ما

ہر اور حقتعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ فَلْنَحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً
العرض جب حضرت مولانا صاحب کی وفات کو پہلیم ہو گیا۔ تو خواجہ صاحب وہاں سے مہاراجہ شریف
کو روانہ ہوئے۔ اور وہ ۱۸۴۱ء کا سال تھا۔ اور اسی سال سخت قحط سالی تھی۔ چنانچہ چالیس
کال مشہور عوام ہے۔ خواجہ صاحب ملتے تھے۔ کہ دہلی شہر کی خندق میں اس قدر مڑے پڑے ہوئے
تھے۔ کہ انکا شمار مشکل سے ہو سکتا تھا۔ اور یہ سب بھوک اور فاقہ سے مر گئے تھے۔ آپ کی پہلی منزل
سنجنگار میں ہوئی۔ جو کہ دہلی سے بیس کوس ہے۔ اور وہاں سے بلدہ کا نوڈ کو روانہ ہوئے۔ راستے
میں ایک قافلہ اہل ہنود کا ملا۔ جو کہ گنگا جی کے اثنان سے بکھی حاصل کر کے عازم پنجاب تھے۔ یہ
۴۰ آدمیوں کے قریب تھے۔ حضرت صاحب انکے ساتھ چلتے رہے۔ اثنائے راہ میں وہ لوگ کہنا لپکا نیکو واسطے
بیٹھ گئے۔ اور آپ ایک رفیق کیساتھ آگے کوچل کھڑے ہوئے۔ آپ کے پاس کوئی چھوٹی اور ڈراوا نہ
تھا فقط متوکل علی اللہ تھے۔ راستے کے درمیان ۳ قزاق ملے۔ اور انپر حملہ کیا۔ خواجہ صاحب نے
بھی انپر حملہ کیا۔ جب انہوں نے جان لیا۔ کہ یہ لوگ مفلس فقیر ہیں ان کے پاس مال و متاع کچھ
نہیں۔ تو جنگ کا راوہ چھوڑ دیا۔ کہ مبادا اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچاؤں۔ عرض اسطرح سے
حق تعالیٰ نے انکے شر سے آپ کو امان دی۔ آپ اپنے رفیق کیساتھ چند کوس اور چلے۔ راہ

میں سے اٹھنا اور نکلنا

میں جال کے درخت بہت آتے ہیں۔ چونکہ بھوکے تھے۔ ان درختوں پر چڑھ گئے۔ اور پہلو کہا نے لگے کہ اتنے میں وہ قافلہ آیا۔ آپ نے کیا دیکھا۔ کہ وہ سب سر و پا پر بہنہ اور مال غارت کر کر وہاں آگئے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا۔ کہ تمہیں کیا ہوا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم پر قزاق یعنی ڈاکو آپے اور سارا مال و سباب لوٹ لینگے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ان ۳ لٹیروں نے جو پہلے ہمیں ملے۔ ان چالیس آدمیوں کو غارت کر دیا۔ الغرض جب وہاں سے بلدہ کا نو دین آئے۔ تو اس شہر کے سچے میں اتر پڑے۔ روایت ہے کہ قصبہ کا نو دین ایک بزرگ لباس امیری میں تھا۔ کہ نام اسکا علی خان افغان تھا۔ اور جو کہ نواب نجف خان کنپڑتے حاکم تھا اور اسکے پاس ۱۲۰۰ سوار رہتے تھے اور اسکی ابو العلامی حضرت شاہ عزت اللہ نقشبندی سے بیعت تھی۔ شاہ صاحب کا مسکن موضع بگڑ میں ہے جو حاجی خیمہ لیکے وطن بالون قصبہ جو پنجون کے پاس ہے۔ اور فقط پانچ کوس کا فاصلہ ہے۔ اس امیر کو جو کہ دراصل فقیر کامل تھا۔ کشتی سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت صاحب جب میں اترے ہیں۔ غرض وہ حضرت صاحب کی قدمبوسی کو مسجد میں حاضر ہوا۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ ہم نے خیال کیا۔ کہ وہ امیری اور جگہ کو جا رہا ہے۔ یکا یک مسجد میں آیا۔ اور التام علیک کہا۔ اور میرے ساتھ معانقہ کیا۔ میں حیران تھا کہ اس نے مجھے کیونکر شناخت کیا۔ اور میرے پاس قدیم دوستوں کے مانند معانقہ کیا۔ آخر اس امیر نے کہا۔ کہ امشب آپ کی دعوت میرے ویرہ میں ہے۔ اور میں کہانا پکوا کر یہاں لاؤنگا۔ میں نے قبول کیا۔ اسکے بعد وہ امیر رخصت ہو گیا پھر کہانا آیا۔ نہایت مکلف انول اقسام کی چیزیں۔ اور ہر شے موجود۔ آخر آپ بھی اپنے خادموں کیساتھ آیا۔ اور ہمیں کھانا کھلایا۔ جو بچا وہ مسجد میں تقسیم کر دیا گیا۔ جب عشا کی نماز کے بعد سب سو گئے۔ اور میرا رفیق بھی خواب لست میں تھا۔ تو میں اسوقت حالت مشغولی اور مراقبہ میں تھا کہ ایک شخص لباس درویشانہ آیا۔ اور سلام علیک کہہ کر بیٹھ گیا۔ اور پہلی بات جو اوسنے کہی۔ وہ یہ تھی۔ کہ میان صاحب آپ قزاقوں سے خوب بچے۔ اور فلان جگہ پر آپ سے یہ معاملہ ہوا۔ اور اس مقام پر یہ ہوا۔ میں حیران تھا۔ اور دریافت کیا۔ کہ آپ کون صاحب اور کس خاندان سے ہیں۔ اسنے جواب دیا۔ کہ میں وہی امیر ہوں۔ جسنے کہ تمہاری دعوت کی تھی۔ اور تمہاری ملاقات کوا مانتا اور خزانوادہ نقشبندی ابو العلامی سے ہوں۔ اور شاہ عزت اللہ کامریدی ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ آپ نے

یہ روایت ہے کہ امیر نے

کیون اپنے آپ کو کیوں امیرانہ لباس میں چھپایا ہوا ہے۔ اسے جواب دیا۔ کہ مرشد قبایہ و کعبہ کا ارشاد یہی ہے۔ اسکے بعد مجھے فرمایا کہ آپ میرے ڈیرے پر تشریف لے چلیں۔ میں ان کے ساتھ چلا گیا فوج باڈی گاڑ پیرہ دے رہی تھی۔ لیکن ہلو کسی نے نہ دیکھا۔ میں اسکے خیمہ میں پہنچا۔ وہاں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا۔ اور اوپر فرش مکلف تھا۔ اور اسکے نیچے ایک مصلہ رکھا ہوا تھا۔ مجھے اس مصلے کے اوپر بٹھایا۔ اور چونکہ مصلے پلنگ کے پاس تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ اس پر ڈالا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بستر کے نیچے بڑے بڑے سنگریزے بچھے ہوئے ہیں۔ میں نے گمان کیا۔ کہ اس بزرگ نے ایسا اس واسطے کیا ہے۔ تاکہ اسے نیند نہ آئے۔ اور اسکے بعد وہ میرے ساتھ کلام کرنے لگا۔ اور ایسی گفتگو کی۔ اور اعلیٰ اعلیٰ مقامات اور مدارج کا بیان کیا۔ کہ میں حیران رہ گیا۔ ہم بڑی دیر تک اس خیمہ میں رہے۔ اسکے بعد مجھے مسجد میں اپنے ڈیرہ پر پہنچا دیا۔ پھر صبح کو اسی امیرانہ ٹھاٹھ سے آیا۔ اور مجھے ٹھہرنے کیلئے مجبور کیا۔ بہر حال میں نے کہا۔ کہ مجھے مرشد کی خدمت میں جاننے کی بہت جلدی ہے۔ مگر اس نے قبول نہ کیا۔ کہ میری پاس خاطر اکیدان توفیام کرو۔ چنانچہ منظور کرنا پڑا۔ پھر رات کو وہ عارف باللہ اسی فقیرانہ لباس میں آیا۔ اور پھر مجھے اپنے خیمہ میں لے گیا۔ اور کہا۔ کہ تمہیں خرچ راہ دے دیتا۔ مگر راستہ میں قزاقی بہت ہے۔ میرا رقعہ لیجاؤ۔ اور بیکانیر میں جہان دکھا دو گے۔ تمکو مبلغ مل جاوینگے۔ پس ایک رقعہ مجھے لکھ دیا۔ اور اسکے بعد مجھے ایک بڑا ڈو دیا۔ اور کہا۔ کہ آدھا حصہ تیرا ہے۔ اور آدھا ایک اور فقیر کا ہے۔ وہ راستہ میں تمہیں بلے گا اور اپنا حصہ خود لے لیوگا۔ غرض صبح کو ہم روانہ ہوئے۔ فقیر سمکھانا کی طرقت جاتے تھے۔ راستہ میں ایک فقیر ملا۔ اور مجھے کہا۔ میاں صاحب! ہمارا حصہ ہمیں دو۔ میں نے وہ سارا ڈو اسکے حوالہ کیا۔ اوسنے آدھ لے لیا۔ اور آدھا چھری سے کاٹ کر میرے حوالہ کیا۔ اسکے بعد میں پہنچ گئے۔ وہاں ایک بہت بڑی پرائی خانقاہ تھی۔ رات کو ایک جاگہ قیام کیا۔ اسکے بعد چودو میں پہنچے۔ وہاں ایک کاملہ عورت سے ملاقات کی۔ اور مجھے خبر کے راستے سے مہاراجن شریفی میں حاضر ہو کر اپنے پیر کی قدیم ہی حاصل کی۔ مولوی نجم الدین مؤلف کے

خواجه صاحب کا وہی کی آمدورفت کا قصہ بالکل صحیح ہے۔ اور اس میں شک و شبہ کوئی گنا

وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن خود حضور نے مجھ سے پوچھا۔ جبکہ میں تو لسنہ

میں ہے کیونکہ

ساختا۔ کہ

نجم الدین تمہارا گھر کس شہر میں ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ غریب نواز میرا گھر سنگھانہ وچور کے درمیان میں ہے۔ کیونکہ میں جانتا تھا۔ خواجہ صاحب نے دو نو شہر دیکھے ہوئے ہیں۔ جب میں نے جھونجھون کا نام لیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ کہ ہم نے وہ ضلع دیکھا ہوا ہے۔ اور عزت اللہ فقیر کامل کا پوچھا۔ کہ آیا وہ اب تک زندہ ہے۔ میں نے عرض کی کہ غریب نواز وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور موضع بگڑ میں جو کہ ہمارے گاؤں سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اقامت گزین تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہم فرخ نگر کے راہ سے بلدہ کا نو دین پہنچے۔ تو وہاں ایک امیر صاحب باطن بخشا اور وہ میان عزت اللہ کا مرید تھا۔ اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ اسکے بعد ہم قصبہ سنگھانہ میں آئے۔ اور اس جگہ پر ارادہ تھا۔ کہ میان عزت اللہ شاہ سے بھی ملاقات کرتے جائینگے۔ مگر سامتھی نہ پایا۔ اس واسطے مجبوراً چور کو روانہ ہوئے۔ اسی سے میرا خیال ہے کہ ضرور حضور غریب نواز ہمارے قصبہ جھونجھون میں تشریف فرما ہوئے ہونگے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص سنگھانہ سے چور کو جاوے تو موضع جھونجھون بہت میں آتا ہے۔ ایک دفعہ جبکہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ موضع تاج سرور میں حضرت قبلہ عالم صاحب کی خانقاہ میں رہنے بخش تھے۔ تو آپ زوال کی وقت ایک چار پائی پر دراز ہوئے بندہ حضور کے سامنے ہاتھوں کی بالمش کرتا تھا۔ اور حاجی بختا اور مرحوم پاؤں دبا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب نے میری طرف دیکھا تب کہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ نجم الدین تمہارے ملک کے بہادر بھی شہرہ بین ایک دفعہ جبکہ ہم فرخ نگر سے آرہے تھے۔ تو راستے میں تین قزاق ملے۔ انہوں نے ہم پر حملہ کیا۔ بھلا ہم کہاں چیکے رہتے۔ غرض وہ قزاق بھاگ گئے۔ پیچھے سے ایک ہندوؤں کا قافلہ آ رہا تھا۔ وہ تینوں قزاق ان پر حملہ آور ہوئے اور جو چہانکے پاس تھا۔ لوٹ لیا۔ غرض وہ ہندو سہرا سمیہ پاس پہنچے۔ ہم حیران ہو گئے۔ کہ چوروں سے اس قدر قافلہ بھاگ گیا بس میان نجم الدین تمہارے وطن کے لوگ ایسے ہی بہا اور ہوتے ہیں۔

نقل ایک دفعہ رات کے وقت ٹولنسہ شریف میں آپ چار پائی پر استراحت فرمائے تھے اور ہم چند غلام حضور کی مٹھیاں بھرتے تھے۔ کہ محمد اکرم خاوم خاص نے عرض کی کہ قبلہ وہ ہندوی جو اس امیر نے قصبہ کا نو دین دی تھی کتنے روپیہ کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہندو ستر روپیہ بختی کی تھی۔ مولوی نجم الدین فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ٹولنسہ شریف میں سنا ہے۔

کہ آپ جب بلدہ چور و وٹھنیر سے مہار شریف پہنچے۔ تو وہ ہنڈوی جو کہ بیکانیر کے سینٹھ کے نام تھی۔ آپ نے ایک درویش کو خیرات کے طور پر بخش دی۔ جس نے بیکانیر چھوڑ کر روپہ وصول کر لیا۔ مولوی نجم الدین صاحب یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب ہمیشہ موقع بموقع اس امیر کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ بالخصوص اگر کبھی حضرت ابراہیم ادہم بلخی یا اور زبرد گون کا جو کہ امیری کے لباس میں مرد کال تھے۔ ان کا ذکر ہوتا تھا۔ تو آپ ضرور اس امیر کا ذکر خیر فرماتے تھے۔

دیگر صاحبزادہ صاحب میان عبداللہ بن نور حسین بن شہید صاحب نور محمد بن حضرت خواجہ نور محمد صاحب رضی اللہ علیہم اجمعین نے ایک دفعہ بیان فرمایا۔ کہ میں نے خود خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ کہ آپ نے ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ جبکہ ہم دہلی سے مہار شریف کو آرہے تھے۔ تو رستہ میں ایک قصبہ وٹڑ آیا۔ وٹڑ اور تاج سرور کے درمیان ایک جھنگل چھپس کوں لبیا آیا۔ جس میں آبادی کا نام و نشان نہیں اور نہ ہی کوئی چشمہ کنواں وغیرہ ہے۔ جب اس صحرائیں ہم کچھ دور چلے۔ راستہ بھول گئے۔ اور غلطی سے واپس قصبہ وٹڑ کو جانے لگے۔ جب اس راستہ پر پہنچے۔ جہاں سے آئے تھے۔ تو میں نے اپنی نعلین کے نشان دیکھے۔ کہ لوہے کی میخیں نمودار تھیں۔ میں نے سمجھی سے کہا کہ ہم واپس وٹڑ کو جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے اعتبار نہ کیا۔ اور ہم برابر قصبہ وٹڑ کی جانب چلتے رہے۔ کہ اتنے میں ایک شخص دو ٹوٹا تھا ہلاتا ہوا آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میان صاحب یہ راستہ جو آپ جاتے ہیں یہ تو قصبہ وٹڑ کو جاتا ہے۔ اسکے بعد راستہ بتایا۔ ہم حیران تھے۔ کہ اس جھنگل میں آبادی دور دور تک نہیں ہے۔ میدان صاف ہے۔ یہ آدمی کدھر سے آگیا ہے۔ اور جب ہم وہاں پہنچے تو مٹھوڑی دیر کے بعد اس شخص کا کچھ پتہ نہ لگا۔ کہ کہاں گیا ہے۔

خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا مہار شریف پہنچنا۔ اور مدت بدید تک اپنے پیروں پر کھڑے رہنا۔ اور یہ اہمیت و مجاہدہ کرنا

جب خداوند کریم کے فضل و کرم سے خواجہ صاحب غریب نواز دہلی سے بالآخر والعاقت اپنے پیروں پر مشرف حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو یہاں اپنا تمام وقت۔ ذکر مجاہدہ مشغولی میں جیسا کہ مرشد کمال نے ارشاد فرمایا۔ بسر کرنے لگے۔ رات کو جہر فرماتے تھے۔ اور اپنے مرشد کی روزمرہ کی صحبت اور خاص توجہ کے سبب جو ان کے حال پر سبذول ہو رہی تھی۔ آپ کو

قرب روحانی زیادہ زیادہ حاصل ہوتا گیا۔ حضرت قبلہ عالم کی رغبت بہت بڑھ کر طوائف کے پاس زیادہ تھی۔ چنانچہ خواجہ صاحب میان خدائش مہارولہ حافظ محمد مستود مہار کی مسجد میں قیام فرمایا۔ کچھ ہی کیوت حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ اور کتب تصوف کا سبق پڑھا کرتے۔ مگر اس کے علاوہ جو وقت ملتا۔ برابر ڈاک اور مجاہدہ میں لگے رہتے۔ حضرت قبلہ عالم اسی میں خاطر کبھی کبھی سجدہ کورہ بالا میں ان کے دیکھنے کیلئے جا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے آداب الطالبین اور فقہات۔ لوائیہ۔ عشرہ کاملہ۔ نصوص الحکم وغیرہ سلوک و تصوف کی کتابیں سب اپنی پیر پوری پڑھیں۔ نقل ایک دفعہ راقم حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ میں خواجہ صاحب کے بنگلہ میں بیٹھا تھا۔ خواجہ محمود صاحب نے تہذیب عالم کے پوتے زیارت کیوں سب سے تشریف فرما ہوئے۔ ظہر کا وقت تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نہ ایک دن بندہ میان خدائش مہار کی مسجد میں دیوان حافظ بہت اونچی آواز سے پڑھ رہا تھا۔ کہ حضرت پیر و مرشد صاحب تشریف لے آئے۔ میں شرم کے ماتھے خاموش ہو گیا۔ اور حضرت قبلہ عالم کی تعظیم کیلئے سر و قد کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابے یہ کیسا شور تھا۔ میں نے عرض کی۔ مغرب نماز میں دیوان حافظ پڑھ رہا تھا۔ فرماتے لگے۔ ہم کو بھی کوئی شعر سناؤ۔ میں نے یہ شعر پڑھا۔

کمال صنعت مشاطہ شاید | کہ دوئے زشت را زینا ناید |

آپ بہت سسرور ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ خوب کہا۔ پھر فرمایا۔ اچھا یاروں سے بھی سنو۔ اسکے بعد خوف مبارک سے یہ شعر ارشاد فرمایا۔

مگو کہ پرشدی ذوق عاشقیت نماند۔ شراب کہنہ ماستی گراؤد

چنانچہ اسکا ذکر حضرت قبلہ عالم کے مناقب میں موجود ہے۔ راقم کو شعر سابق نے بڑا ذوق بخشا تھا۔ اور مگر جن دنوں میں خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ مہار شریف مقیم تھے۔ تو سبب کثرت ریاضت و عبادت آپ کو خشکی بہت ہو گئی۔ اور آپ نے ارادہ کیا۔ کہ کسی سے قیمتاً شیر مادہ گاؤ خرید کیا کریں۔ لیکن چونکہ ان دنوں میں چوری چکاری کی کثرت تھی۔ اور فاضل گائے بھینسو کی چوری کثرت تھی۔ آپ یہ چاہتے تھے۔ کہ کسی ایسے شخص سے دودھ خرید کیا کریں۔ جسکی گائے اپنی ہو۔ چوری کی نہ ہو۔ الغرض مسجد کے پاس ایک آدمی رہتا تھا۔ اور اسپر کسی کا گمان نہ تھا۔ کہ اس کی گائے چوری کی ہو۔ آپ نے وہاں سے دودھ لینا شروع کیا۔ مگر ایک دن جو دودھ لینے کیلئے تشریف لیکنے۔ ایک اچھی بھینسو تکرار کر رہا تھا۔ کہ یہ گائے میری ہے۔ جو یہ شخص چرا کر لایا ہے۔ آپ نے خرید کیا۔ کہ آئندہ اگر کوئی

ویگر۔ خاندان چشتیہ میں ایک روزہ ہے۔ کہ ۳ دن کیلئے رکھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ تین دن صبر سے گزر گئے۔ تین دن اور اسی طرح بے آب و آواز رہنا پڑتا ہے۔ اور اس عرصہ میں ایک خاص عمل یا شغل کیا جاتا ہے۔ اور ایک خاص درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اپنے اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ عالم صاحب کے فرمائیکے بموجب اس شغل کو تمام کیا۔ جب چھٹا دن ہوا۔ تو خود حضرت قبلہ عالم صاحب تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ میرا صاحب اٹھے۔ کہ آپ کا شغل تمام ہوا۔ اور کام بخوبی انصرام ہو گیا۔

ویگر صاحب جزوہ نور بخش صاحب سجادہ نشین حضرت قبلہ عالم صاحب و میان غلام رسول اور چند دیگر اشخاص معتبرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن حضرت قبلہ عالم صاحب نواب نظام الملک غازی بزرگ خان کے ڈیرہ پر گئے ہوئے تھے۔ نواب صاحب موصوف حضرت قبلہ عالم کا پر بھائی تھا۔ اور نیز محرم از اپنے فرمایا۔ کہ ایک دیگ پر از طعام حضرت رسول صلعم نے حوالہ حضرت علی صاحب فرمائی تھی۔ بعدہ وہ دیگ حضرت حسن بصری صاحب کے حوالہ ہوئی۔ اور بعدہ ان سے دست بدست حضرت مولانا صاحب کے پاس پہنچی۔ اور وہ ان سے اس فقیر کو ملی۔ نواب صاحب نے اسے تفسار فرمایا۔ کہ جناب کے بعد یہ دیگ آپ کے کس مرید کو ملیگی۔ اپنے فرمایا۔ میرا منشا یہ تھا۔ کہ دیگ میان صاحب مولوی نور محمد نارووالہ کے حوالہ کرتا۔ مگر حکم الہی یہ ہے۔ کہ یہ دیگ سلیب آل رومیہ کے حوالہ گیا وے۔ نواب صاحب نے دیکھنے کا شوق ظاہر فرمایا۔ اپنے خواجہ صاحب کو بلا بھیجا۔ جب خواجہ صاحب آئے۔ تو حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ وہ کتاب فقرات جو میں نے تلو ٹرہنے کی واسطے دی ہے۔ وہ کتاب تبرکات حضرت مولانا صاحب کی دی ہوئی ہے۔ اسکا تم بڑی احتیاط سے مطالعہ کیجیو۔ ایسا نہ ہو کہ پھٹ جائے۔ یا کم ہو جاوے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں اس کتاب کو بڑی حفاظت اور احتیاط سے رکھوں گا۔ اسکے بعد جائیگی اجازت ملی۔ جب خواجہ صاحب چلے گئے۔ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ وہ رومیہ بھیجا ہے۔ ہے۔ مگر اس بات کو ابھی اسکے پاس ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس محاسن سے مراد مولانا صاحب سے ہے۔ آدمی تھے۔ اور اس قصہ کاراوی ششم شاہ ہے۔ جو خاندان سہروردیہ میں سے ہے۔ باڑھی شوق شاہ میں اسکا گھر تھا۔ جو بہار شریف کے قریب۔ نام وہ کہ حضرت قبلہ عالم پر بہت اعتقاد تھا۔ اس نے خواجہ نور احمد صاحب کے پاس یہ روایت کی ہے۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت قبلہ عالم نے اپنے حوالہ کیا ہے۔ اپنے پیر کی بارگاہ کی تھی۔ اور خواجہ صاحب نے قبول فرمایا تھا۔

دیگر ایک نواب غازی الدین خالص صاحب کے مکان پر مجلس سماع تھی۔ حضرت قبلہ عالم صاحب اور سب خلفائے اور مریدان باخلاص موجود تھے۔ کہ قوالوں نے یہ نزل مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی پڑھی تو

اے ترک شوخ این ہمہ ناز و عنایت گھنٹی شبے بجواب تو آیم ولے چہ سود دارم تو تظلم آہستہ ران بماند گر من نہ غرق آتش عشقم ز شوق تو از مدرسہ کعبہ روم یا بس کدہ جامی چہ لاف میزنی از پاکدامنی	بادل شکستگان ستم حیات چسپیت چون من بجز خویش ندانم کہ خواب چسپیت اے سنگدل بر غم منت این شباب چسپیت این سینہ بر آتش چشم پر آب چسپیت اے پیر راہ بگو کہ طریق صواب چسپیت بر شرف تو این ہمہ داغ شراب چسپیت
---	---

خواجہ صاحب کو اس شعر نے۔ از مدرسہ کعبہ الخ۔ نے وہ اثر کیا۔ کہ آپ وجد میں آگئے اور دونوں ہاتھ حضرت قبلہ عالم کے پکڑ کر انکے گرد چکر کھانے لگے۔ انہوں نے خون نکل پڑا۔ جس سے حضرت قبلہ عالم کا کرتہ بھی آلودہ ہوا۔ اسکے بعد بیہوش ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم نے قوالوں کو منع کیا۔ کہ بس کرو۔ ہمارا فقیر مرنے لگا ہے۔ اور بوجہ آپ خواجہ صاحب کو اٹھا کر حجرہ میں لیگئے۔ اپنی لنگی انہرٹالی۔ اسکے بعد آپ نے صاحبزادہ نورا احمد صاحب۔ قاضی عاقل محمد صاحب۔ حافظ جمال الدین صاحب کو ان کے پاس بٹھلایا۔ اور آپ کو تشریف لے آئے۔ سہ پہر تک خواجہ صاحب کی وہی حالت رہی۔ جب ہوش میں آئے تو اپنی مسجد میں چلے گئے۔ میں نے یہ قصہ صاحبزادہ نور بخش صاحب سے سنا ہے۔ اور انہوں نے اپنے دادا صاحبزادہ نورا احمد صاحب سے استماع فرمایا تھا۔ مولوی غلام بخش صاحب چٹرنے بھی اس واقعہ کو ذرا سا بتغیر الفاظ میرے پاس ذکر کیا تھا۔ جو اس نے مولوی حافظ بخش صاحب سے سنا ہے۔ ہمارے ہاں کی کہانی بیان کیا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ خواجہ صاحب پر یہ حالت ایک دفعہ طاری نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ دفعہ ایسا موقع ہوا ہے۔ اول حضرت قبلہ عالم صاحب کی موجودگی میں ہمارے شریف صاحب کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے بعد وفات حضرت قبلہ عالم صاحب کے عرس کے موقع پر چنانچہ اسکا ذکر کیا جاتا ہے حضرت صاحبزادہ نور بخش صاحب سے روایت ہے کہ حضرت قبلہ عالم صاحب کے انتقال کے بعد پہلا عرس تھا۔ یاد دہرا کہ صبح کی بوقت مجلس سماع منعقد ہوئی۔ اور خانقاہ پر سب خلفائے اور غازی الدین خان وغیرہ لوگ جمع تھے۔ قوالوں نے شیخ جمال حسینی سکندریہ پور کی جو کہ حضرت قبلہ عالم کا عاشق شہیدا

خواجہ صاحب پر بعد طاری ہو گیا۔

و مردیجا ز تھا غنزل پڑہنی شروع کی۔ ۵

مرحبا ترک مست رعنائی | دل ز ما میری نغمی سائی | در جہان نیست کس بتواند
بے نظیری بحسن و زیبائی | محو مطلق شود ہمہ عالم | چون نقاب از جمال کشتائی

اس پر خواجہ صاحب کو وجد غالب ہوا۔ کہ آپ نے صاحبزادہ غلام مصطفیٰ شہید صاحب کو جو اس وقت بچے تھے۔ کندھے پر اٹھالیا۔ اور چاروں طرف دوڑے دوڑے پھرتے تھے۔ کبھی روضہ شریف کے اندر دوڑتے جاتے۔ اور کبھی مجلس میں جہلانگین مارتے تھے۔ چند دفعہ ایسا کیا۔ مگر بیہوشی غالب ہو گئی۔ صاحبزادہ صاحب کو اوتارا۔ اور آپ بخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب مجلس تمام ہوئی۔ آپ کو لنگر کے حجرہ میں اٹھالائے۔ کیونکہ آپ کا ڈیرہ وہاں تھا۔ اور حافظ جمال الدین صاحب وقاضی صاحب و نواب صاحب سب وہاں تشریف فرما تھے۔ جب نبض دیکھتے۔ نبض نہ تھی۔ نواب صاحب نے کہا۔ کہ یہ تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی والا ماجرا ہے۔ جو احمد جام کے اس شعر پر ۵ کشنگان خنجر سلیم را بہر زمان از غیب جان دیگر است + وجد آیا تھا۔ اور بیہوش ہو کر پھر نہ اٹھے۔ اور فوت ہو گئے۔ بہت لوگوں کا یہ خیال ہو گیا تھا۔ کہ جب نبض ہی نہیں ہے۔ خواجہ صاحب وفات پا گئے ہیں۔ مگر یہ کہ وقت آپ ہوش میں آئے۔ اور اٹھ کر نماز پڑھی۔ تیسری مرتبہ حضرت مولانا نور محمد صاحب کے عرس پر حاجی پور شریف میں آپکی یہی حالت ہو گئی تھی۔ چنانچہ مجھے بہت ہی معتبر آدمیوں کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ ازاں بعد مولوی محمود صاحب مفتی حضرت صاحب کے روایت ہے۔ کہ وہ خود اس وقت موجود تھے۔ خواجہ صاحب عرس کے موقع پر سنگاٹ سے حاجی پور شریف شریف لیگے۔ نماز اشراق کے بعد مجلس منعقد ہوئی۔ اور قوالوں نے یہ پنجابی راگ گایا۔ ۵

ہیرے ہیرے عینوں مت کوئی آکھونہ میں ہیر سلیٹی | زمین منگ کھیر پاندی بہائی نہ میں چو چک مٹی

ذات صفات اولیٰ و خیر ربیان میان چاک و دل چکٹی

مولوی محمود صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں اس وقت خواجہ صاحب کے پاس استیادہ تھا۔ آپ کو اسے راگ پراول بہت وقت ہوئی۔ اور بعد انکوں میں آنسو ڈبڈبائے۔ دونوں ہاتھ ایکڑو ہرے پر پڑتے تھے۔ قوالوں کی طرف جلتے تھے۔ اور واپس آتے تھے۔ چند بار ایسا کیا بعد آکھین شمال کی طرف اشارہ کر جو حیرت ہو کر ایک جگہ استادہ ہوئے۔ چند منٹ ہی گزرنے پائے تھے۔ کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

اور نبض بالکل ٹکی پڑ گئی۔ ظہر تک یہ کیفیت رہی۔ جب موذن نے ظہر کی بانگ کہی۔ یک بیک حسرت
مبارک میں حرکت ظاہر ہوئی۔ اور مجھ سے پوچھا۔ کہ اے مولوی محمود کلمہ خلافت شرع تو نہیں لکھا
میں نے جواب دیا۔ نہیں۔ آپ نے الحیر کہا۔ اسکے بعد فرمایا۔ کہ میرے اعضا درد کرتے ہیں۔ میں
نے اپنی دستار سے اعضا کس لئے۔ اسکے بعد آپ نے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چوتھی دفعہ میاں گھر
سے جو کہ خواجہ علیہ الرحمۃ کے یاران مجازین سے تھا۔ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ آپ حاجی پور شریف
سے منگھڑ کو واپس تشریف لیا ہے تھے۔ کہ راستے میں احمد قوال نے غزل کہنی شروع
کی۔ آپ کو سوری پڑی وجد طاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور بائیں پستان پر
خون جاری ہو گیا۔ اور آپکا پیراہن مبارک تر ہو گیا۔

دیگر۔ ایک دن آپ فرماتے تھے۔ کہ جبکہ ہم دہلی سے آ کر حضرت قبلہ عالم صاحب کینیست میں رہتے تھے
تو آپ نے میاں غلام رسول لاٹگری کو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص کوہستانی آدمی ہے۔ اس روہیلہ
کو بڑی روٹی دیا کرو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ بھوکا ہے۔ اس سے میاں غلام رسول لاٹگری بڑی روٹی
دیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ آئندہ بغیر ہمارے دکھانے کے اسکو روٹی
نہ دیا کرو۔ ہم خود پہلے دیکھیں گے جب تا بروہ وہ روٹی دکھانے کے لئے لگئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اسقدر
بڑی روٹی نہ دینی چاہئے۔ بس آپ نے نصف مجھ دی۔ اور نصف دیگر دوسرے فقیر کو دی۔ اسکے
بعد اس نصف کو بھی کم کر دیا۔

دیگر۔ ایک دن خواجہ صاحب ذکر فرماتے تھے کہ مسجد مہار ان شریف میں ایک کتاب کا مطالعہ
کر رہا تھا۔ اور چند روز سے کچھ کہایا تھا۔ اتفاقاً میری نظر صحن مسجد پر پڑی۔ کہ چند کبوتر دانہ
چک رہے ہیں۔ میں نے ایک سنگرنیا اٹھا کر جو بار۔ تو ایک کبوتر پھڑپھڑانے لگا۔ میں نے فوراً اسے
فوج کر کے گرم تھور میں ڈالا۔ تاکہ اسکو بھون کر کھاؤں۔ اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور
کہا کہ حضرت قبلہ عالم نکو یا کرتے ہیں۔ میں نے الفور انکی خدمت اقدسہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا
کہ روہیلہ تو اسجگیا وضو کیا سٹے آیا ہے۔ یا کہ مرغون کا گوشت کھانے کے لئے۔ میں بہت شرمندہ ہوا
آپ نے فرمایا جا اور مطالعہ کر۔ جب میں واپس مجھ میں آیا۔ دیکھا۔ کہ وہ مرغ بالکل سوختہ ہو گیا ہے۔
دیگر آپ نے ایک دن فرمایا۔ کہ جب میں مہار ان شریف میں حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت اقدسہ

میں تھا۔ کہ سردی کا موسم آیا۔ حضرت قبلہ عالم نے سب کو روئی دار کپڑے عنایت کئے اور بعض کو کھل پشم بھی عطا فرمائے۔ مگر اس نیاز مند کو کچھ بھی نہ دیا۔ بلکہ اگر کہیں سے کوئی جا رہا بالضر میرے ہاتھ آ بھی گیا۔ تو بھی اسکو عین حالت سر میں لیکر کسی اور درویش کو دے دیتے تھے اور فرماتے۔ کہ پہاڑی روہیلے آدمی بہت قوی ہیکل اور مضبوط ہوا کرتے ہیں۔ یہ فقیر لاغر ہے اور آکر اس نے مجھے گرم کپڑا مانگا ہے۔ اس واسطے اسکو دیدینا چاہئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں بوجہ ارشاد اپنے مرشد کے وہ کپڑا دگرم، درویش کو دیدیتا تھا۔ اور آپ جنگل میں جا کر لکڑیاں لے آتا۔ انکو تاپتا۔ اور وضو کیلئے پانی بھی گرم کرتا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ آپ حسب معمول اسطرح الاڈ پر بیٹھے تھے۔ اور بہت سخت سردی تھی۔ ایک شخص نے انکی حالت دیکھ کر ایک سیاہ کھل لا دیا جب حضرت قبلہ عالم کو خبر لگی۔ آپ نے وہ کھل ان سے لیکر ایک اور درویش کو دیدیا۔ اور فرمایا۔ کس کم سبھہ آدمی نے یہ کھل اس پہاڑی روہیلہ کو دیا ہے۔ اس پر بھلا سردی کیا اثر کرتی ہے اسکے بعد خواجہ صاحب کو پھر اپنا اٹشکدہ روشن کرنا پڑا۔ ۵ زان بلا لا اولیا برداشتند۔

سر بچرخ ہفتمین افراس تندرہ

دیکر ایک دن آپ نے خواجہ نور احمد صاحب مرشد زاوہ کے سامنے ذکر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب موضع مہتہ چھڈو پر میں بوجہ درخواست زمینداران ایک شادی کی تقریب سے تشریف لیگئے۔ آپ کے ساتھ بہت سے درویش تھے۔ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو ایک اچھی جگہ ڈیرہ لگا یا گیا۔ میں بھی حضرت قبلہ عالم کے سجے ایک گوشہ میں سو گیا۔ جب شام ہوئی۔ تو سب فقیروں کو بہت لذیذ کھانے ملے۔ مگر مجھ پر فقیر کو کسی نے یاد نہ فرمایا۔ جب وہ سب کھانا کھا چکے۔ تو انکو لحاف وغیرہ تقسیم کئے گئے۔ کیونکہ جاڑے کا موسم تھا۔ اتنے میں حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ بہائی ہمارے روہیلہ کو بھی کسی نے کھانا وغیرہ دیا۔ اس سبب کہہ کر ہکو اسکی خبر بھی نہیں۔ آخر آپ نے فرمایا۔ کہ کسی کے پاس کچھ کھانا ہو۔ تو لا دو۔ ایک شخص کے پاس خشک روٹی تھی۔ اس نے لا کر دی۔ اور میں نے کھالی۔ لیکن لحاف وغیرہ کوئی نہ ملا۔ اسپر میں میان غلام رسول لانگری کے پاس پہنچا۔ اور اسکو کہا۔ کہ رضائی عنایت کیجئے۔ اسنی جواب دیا۔ اسوقت ہم اپنے واسطے سترہ کھان سے لائیں۔ الغرض میں نے ارادہ کیا۔ کہ

گاؤن سے باہر چلا جاؤن۔ شاید کسی جگہ کوئی آگ وغیرہ ہو۔ الغرض میں باہر ایک کنوین پر پہنچا
 جہاں کسانوں نے خوب آگ روشن کی ہوئی تھی۔ وہاں تھوڑی دیر بیٹھا ہی تھا۔ کہ ایک شخص
 دولحاف اور بڑا عمدہ لذیذ کھانا لایا۔ حسین پلاؤ۔ زردہ کباب گوشت وغیرہ تھا۔ میں نے خوب
 مزے سے کھایا۔ اور دریافت کیا۔ کہ یہ شخص تمہارا واقف ہے۔ مگر وہ کسی کا واقف نہ تھا۔ میں سمجھ
 گیا۔ کہ یہ سب حضرت قبلہ عالم صاحب کی نوازش ہے۔ غرض وہ طعام لذیذ خوب سیر ہو کر کھایا۔
 اور اس چاہ والے لوگوں کو بھی کھلایا۔ اور ایک رضائی نیچے اور ایک اوپر بچھا کر خوب مزے سے سو
 رہا۔ صبح کو بیدار ہوا۔ ان رضائیوں کو وہیں رہنے دیا۔ اور آپ حضرت قبلہ عالم صاحب کی
 خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ عالم گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے۔ مجھے دیکھ کر ارشاد
 فرمایا۔ کہ آروہیلہ میری گھوڑی کے آگے دوڑ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے باقی آدمیوں کو
 ارشاد فرمایا۔ کہ تم آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے آؤ۔ میں آگے آگے جا رہا تھا۔ کہ حضرت نے ارشاد
 فرمایا۔ کہ بس میان جی روٹی کی واسطے اتنا تنگ ہو گئے تھے۔ میں نے مارے شرم کے ہمارا
 شریف تک سر نہ اٹھایا اور جواب نہ دیا۔

بر خاک نشینیم و ازین عارنداریم	باجانہ صد پارہ و باخسرتہ پشیم
بانیک و بدخلق جہان کا رنداریم	درویش و فقیریم درین گوشہ دنیا

دیگر۔ ایک دن خواجہ صاحب خود فرماتے تھے۔ کہ ہمارا ان شریف میں حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا۔ کہ
 تورات کو ہمارے بالاخانہ پر آکر مطالعہ کیا کیجیو۔ ایک رات چرخ جل رہا تھا۔ اور میں مطالعہ کتب میں
 مصروف تھا۔ دفعۃً نیند نے غلبہ کیا۔ اور میں وہیں سو گیا۔ حضرت قبلہ عالم نے اپنی لنگی مبارک دوہری
 کر کے میرے بدن پر ڈال دی کیونکہ موسم سردی کا تھا۔ صبح کو جو میں اٹھا۔ تو لنگی مبارک اپنے اوپر پھی
 اور آہستہ سے لپیٹ کر میں نے حضرت مرشدی کے زانو کے نیچے رکھ دی اور وہاں سے اٹھ کر اپنے چہرہ
 میں چلا آیا۔ دیگر ایک دن خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ خود فرماتے تھے۔ کہ جب میں ہمارا ان شریف میں
 مقیم تھا۔ ایک دفعہ کعبخت بخار نے آدبا یا۔ اور چند روز تک ہرگز نہ اتر میں شدت بخار ہو بہت
 لاغر ہو گیا۔ اور میرا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ ایک دن علی الصبح میں اپنے مرشد کی زیارت اور طلب
 دعا کی واسطے ایک آہستہ پر پٹیرا۔ حضرت قبلہ عالم صاحب کا معمول تھا۔ کہ صبح کی نماز کی دو سنت

تو گھر چلے۔ اور فرض مسجد میں آکر پڑھتے۔ آپ نے گذرتے ہوئے۔ ایک عنایت کی نظر ڈالی۔ اور مسجد میں تشریف لیگئے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ تو بڑی محنت سے پوچھا۔ کہ وہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ قبلہ! چند روز سے بخار نے بقرار کر رکھا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ تمہارے وطن میں بخار کا کیا علاج معالجہ کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی غریب نواز یا تو بیمار کو بہت سا گہی پلا دیتے ہیں۔ یا بکرے کی کہاں چڑھا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم بھی ایسا ہی کر لو۔ لیکن نہ تو خود کوئی چیز عنایت کی۔ اور نہ ہی کسی کو حکم دیا۔ کہ مجھے گھسی یا کہاں بکرے کی دی جائے۔ جب حضرت قبلہ عالم صاحب تشریف لیگئے۔ تو بخار ٹوٹ گیا۔ گویا ان کے دیدار نے سب بیماری و بقراری دور کر دی۔

خواجہ صاحب مہار شریف سے وطن کو جاسے ہیں

ناظرین باتمکین سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تحصیل علم کے لئے اپنے مولد کوہ درگ سے کولندہ شریف میں آئے۔ اور وہاں کچھ مدت تک موعظ لائیکہ میں تحصیل علم کرتے رہے۔ اور بعد کوٹ مٹھن تشریف لے گئے۔ اس کے بعد بقیہ تمام اوج حضرت قبلہ عالم رضے سے بیعت ہوئے۔ اور انہی کے ارشاد کے بموجب دہلی میں حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور اسکے بعد واپس اپنے مرشد کمال حضرت قبلہ عالم کچھ مدت میں کسی سال مقیم رہے۔ اس مدت میں آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زینجا محبت قدرتی کی وجہ سے سخت بقرار تھیں۔ اور ایک اور حادثہ عظیم یہ پیش آیا۔ کہ ان کا بڑا بیٹا میان محمد یوسف جو خواجہ صاحب سے بڑا تھا۔ بقضائے ایزدی فوت ہو گیا اس حادثہ عظیم نے اس عظیم شریف کو از حد بقرار کر دیا۔ اور وہ فراق فرزند میں انکی تلاش میں گھر سے روانہ ہوئی۔ اور موضع گڑ گوجی سے روانہ ہو کر موضع سوگڑ میں جو کہ کولندہ شریف سے تین میل جانب جنوب مغرب ہے۔ تشریف لائی۔ مگر چند لوگوں سے دریافت کیا۔ خواجہ صاحب کا کچھ پتہ نہ ملا۔ بعد ایک شخص کو جو بقول بعض بی بی صاحبہ کا داماد تھا۔ ملتان کی طرف سے روانہ کیا۔ اس نے دنوں حضرت قبلہ عالم صاحب کے فرزند مہین حضرت شہید صاحب کی شاہی مٹی اور قبلہ عالم صاحب نے خواجہ صاحب کو بوجہ حافظ جمال الدین صاحب سامان خریدنے کیلئے ملتان روانہ کیا تھا۔ وہ جوان جو خواجہ صاحب کی تلاش میں سرگردان تھا۔ آپ سے ملاقی ہوا۔ خواجہ صاحب نے وطن کا حال احوال پوچھا۔ اندک کہا کہ اب تو میں اپنے مرشد کا ضروری کاروبار انجام کرنے کے لئے یہاں

موضع سوگڑ
مولدینہ ۱۲-۱۳

آیا ہوں۔ واپس جا کر اجازت حاصل کر کے ضرور وطن کو آؤنگا۔ میری والدہ صاحبہ کی جا کو بھیجی گئی لیکن پھر
 اور کہتے ہیں۔ کہ ایک روپیہ بھی خواجہ صاحب نے اس شخص کے حوالہ کر دیا۔ کہ یہ روپیہ جا کر میرے بہانے
 یوسف کو دیکھو۔ نامبرو نے اسکی وفات کا ذکر آپ سے نہ کیا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ سخت غمگین ہو جاؤ گے۔ غرض
 وہ جوان چلا گیا۔ اور خواجہ صاحب سب سامان وغیرہ خرید کر کے حضرت قبلہ عالم کنیڈت میں حاضر
 ہوئے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اپنے خوشی سے اجازت دی۔

نقل ہے۔ کہ حضرت قبلہ عالم تہاروی نے اس شخص کے آنیسے پیشتر ہی فرمایا تھا۔ کہ تمہاری والدہ
 بہت بقیار ہوگی۔ ایک دفعہ اسکی ملاقات کر کے پھرا جاؤ مگر ایسا نہ ہو کہ باغی ہو جاؤ۔ اور پھر ادھر آنیکا
 قصد بھی نہ کرو۔ غرض حضرت قبلہ عالم سے مرخص ہو کر خواجہ علیہ الرحمۃ کو وہ درگ کو تشریف لگئے۔ انکی
 والدہ انکے دیدار فرحت آتار سے بہت شادان ہوئی۔ مگر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنے براور معظم کی
 وفات کی خبر سن کر از بس غمگین ہوئے۔ اور ان اللہ وانا الیہ راجعون کہ کروالدہ جده کی حدیث
 مصروف ہوئے۔ آخر جب اشتیاق مرشد از حد زیادہ ہوا۔ تو رخصت طلب کی۔ مگر انکو خوشی سے
 رخصت نہ ملتی تھی۔ بلکہ ان کے جوش و اقر بانے جب دیکھا۔ کہ کسی وقت رات کو بہاگ کرنے چلے جانویں
 تو وہ پوری حفاظت اور نگہبانی کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ وہ درگ پر ایک برج کلان تھا خواجہ صاحب
 اسی میں رہتے تھے۔ رات کو اسکا دروازہ بند کر دیا جاتا۔ اور اسکے چاروں طرف خاردار کانٹے لگے ہوئے
 تھے۔ اور علاوہ اسکے خندق بھی تھی۔ جس سے ہر طرح حفاظت کا اطمینان تھا۔ آخر جب عشق نے
 غلبہ کر دیا۔ تو اپنے ایک رات اس برج سے خاردار کانٹوں پر چھلانگ لگائی۔ اور چلے گئے خدا
 کی قدرت ہو کہ سستی اشتیاق مرشد میں انکو کوئی ضرب نہ لگی۔ اور نہ ہی کانٹے وغیرہ سے کوئی
 تکلیف ہوئی۔ مولانا مفتح الدین صاحب کے کسی دوست نے کہا ہے۔

آتش اُفتاب و سجان جنبش جانان مدوی
 دشت صحرا مدوی خار مغیلان مدوی
 تشنگی سوخت مرا۔ لے لب جانان مدوی
 جوش زرخون و لم شعلہ شرکان مدوی
 خار صحرا مدوی خفسر بیابان مدوی

نوبہار است جنون چاک گریبان مدوی
 شب تار است دگر وادی امین در پیش
 گرمی عشق بے درجہ گر آتش انداخت
 آمدہ فصل بہار است جنون گل کرو
 راہ گم گشت و بیا آبلہ منزل بس دور

گشت مخموری سے ساقی مستان مدوی	بامے ناب بدست تو تخلص تا چند
پستہ لب مدوی سیب نمدان مدوی	بھیر تفریح دل وضعف جگر میاید
فخر دین فخر جهان مرشد یکان مدوی	مطربے ساختہ بیدار تر از بخورے

الغرض آپ مان سے رخصت ہو کر تیس دن حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور تعجب ہے۔ کہ اس قدر فاصلہ کو جو آپ کو چالیس کوس بیان کیا جاتا ہے۔ فقط ۳ یوم سے طے کیا۔ جب مرشد کی قدیم بوسی حاصل ہوئی۔ تو انواع واقسام کی کرامات سے مشرف ہوئے اور سنا گیا ہے۔ کہ جب وقت آپ نے اپنے تین بیچ پر سے گرایا۔ اس قدر عقدی حل ہوئے۔ کہ چلہ اور ہفت ایام روزہ سے بھی غسل نہ ہوئے تھے۔ غرض تمام سال حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں رہے۔ اور بعد پھر والدہ ماجدہ کی ملاقات کے لئے وطن کو مراجعت فرما ہوئے۔ ایسا ہی کئی دفعہ مہاراجان شریف جاتے۔ اور پھر رخصت طلب کر کے والدہ ماجدہ کی تسلی و تشفی کیلئے ضرور آکر اپنا دیدار دیتے۔ نقل ہے۔ کہ خواجہ غریب نواز فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں مہاراجان شریف سے وطن کو جا رہا تھا۔ رستہ میں ایک گورستان آیا۔ اور میرا پاؤں ایک کھوپڑی پر جا پڑا۔ آواز آئی۔ ۵ دوردار از من قدم لے باخبر + گرچہ خاکم بوسے عشق آید ز سر۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ شعر تھا۔ ۵ دوردار از من قدم ای خام پوست + گرچہ خاکم بوی می آید ز دست اس پر اپنے خیال فرمایا کہ یہ کسی بزرگ عاشق باشد کی کھوپڑی ہے۔ اپنے اُسے بڑی تعظیم سے گورستان میں فن کر دیا۔ اور میں نے یہ حکایت بہت لوگوں سے سنی ہے۔ اور ایک دفعہ جبکہ خواجہ صاحب اپنے بنگلہ واقع تاج سرور میں نشست فرماتے تھے۔ اور اس وقت بہت سے آدمیوں کے علاوہ میرا امیر الدین کشمیری بھی موجود تھے۔ آپ نے خود زبان مبارک سے بھی بیان فرمایا۔ اس وقت کھوپڑی تسلی ہو گئی چنانچہ میان امیر الدین موصوف نے ایک رسالہ تصنیف فرمائی بولہ علم سلوک میں تصنیف کیا ہے) اس قصہ کو بھی بیان کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نارووال میں تھے۔ اور ایک دن قضائے حاجت کی واسطے بنگل میں تشریف لائے۔ وہاں ایک لاش پڑا تھا۔ آپ نے اسکو ٹھوکر لگائی۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

دیگر ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب نے مولانا نور محمد صاحب نارووال کو بھی اجازت وطن جانے کی

دی۔ اور خواجہ صاحب کو بھی ہمراہ کر دیا۔ غرض دو نو قرآن السعدین ہمارا ان شریف بہاؤ پورے
 کو روانہ ہوئے۔ مولانا صاحب کے پاس گھوڑی تھی۔ جس پر سوار ہوتے تھے۔ مگر نصف منزل
 آپ سواری کرتے۔ اور نصف منزل خواجہ صاحب کو گھوڑی پر سوار کرتے۔ چونکہ مولانا صاحب
 کے ہمراہ چند مولوی صاحبان مثل مولوی محمد کھنکو تھے۔ جب خواجہ صاحب جو کہ اس وقت پورے
 جوان اور حسرت اور تنومند تھے۔ گھوڑی پر سوار ہوتے۔ تو انکو بوجہ ضعیفی حضرت مولانا صاحب
 بہت غصہ آتا۔ کیونکہ وہ انکے مدارج کو کیا سمجھتے تھے۔ مگر مولانا صاحب کے خوف کے ماتے کچھ
 کہہ بھی نہ سکتے تھے۔ غرض اسی طرح قصبہ مولوی محمد حسین کے قریب پہنچے جو کہ قریہ فتووالہ کے پار
 ہے۔ تو علمائے مذکورہ نے مولوی محمد حسین سے کہا۔ کہ ہمارے مولانا صاحب اس روہیلہ جوان
 کو بوجہ پیر بہائی ہونیکے سواری دیتے ہیں۔ اور خود بدولت بڑی تکلیف سے سفر طے کرتے ہیں
 اسکو لازم نہیں ہے۔ کہ باوجودیکہ جوان تنومند اور ہٹا کٹا ہے۔ سواری کرتا ہے۔ اور جناب مولانا
 صاحب پیادہ چلتے ہیں۔ تم اسکو منع کرو۔ مولوی محمد حسین نے جواب میں فرمایا۔ **سُبْحَانَ اللَّهِ**
 میں نے خیال کیا تھا۔ کہ نارووالہ صاحب بونے نفسانیت نہیں رہی ہے۔ مگر نہیں تاہنوز کچھ
 باقی ہے۔ ورنہ اس روہیلہ کو تمام راستہ گھوڑی دے دیتے اور آپ پیدل چلتے۔ تم کیا جانو۔ کہ
 اس جوان بدیشان کا کیا درجہ و مرتبہ ہے۔ نارووالہ صاحب بیشک اسکی قدر جانتا ہے۔ مگر چونکہ
 بونے نفسانیت قدرے باقی ہے۔ اسواسطے نصف راہ سوار کرتا ہے۔

گر برس چشم من کشیند | نازش کشتم کہ ناز من است

اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ اور جب ڈیرہ غازیخان میں پہنچے کہ وائسے قونسہ شریف تیس کوں
 ہے۔ اور حاجی پور بھی قریب ہے۔ تو مولانا صاحب مع خواجہ علیہ الرحمۃ کے مولوی عبدالقد خان چاند
 کے مکان پر اترے یہ شخص مولانا صاحب کا خاص مرید تھا۔ شبانہ روز ڈیرہ غازیخان میں
 پیام فرمایا ہے۔ دوسرے دن جب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ وطن کو طیار ہوئے۔ تو مولانا صاحب
 ان کو بہت دور تک پہنچانے کیلئے تشریف لے گئے۔ آخر کار وہ ہر دو شاہبازان میدان
 لاہوت ایک دوسرے سے معانقہ کر کے جدا ہوئے۔ چند قدم چل کر خواجہ صاحب نے جو نیچے
 ٹوکر دیکھا۔ تو حضرت نارووالہ صاحب برابر کھڑے ہوئے۔ انکی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ نے

دو نون ٹاٹھا اور ٹھا کر آخری سلام کیا۔ اور اپنا راستہ لیا۔ مگر جب تک دکھائی دیتے تھے۔ نارووال
 صاحب اسی جگہ ٹھیرے سے ہے جب واپس مکان پر تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ کہ گھوڑی پر کاپٹی
 رکھو۔ کہ میں روانہ ہوتا ہوں۔ مولوی عبدالقدیر صاحب نے عرض کی۔ کہ غریب نواز چند روز اور قیام
 فرمائیے۔ غرض آپ بیٹھ گئے۔ اور اپنے یاروں سے پوچھنے لگے۔ کہ سفر میں جو میں اس پٹھان محمد سلیمان
 نام کو گھوڑی دیتا تھا۔ تو تم لوگ بڑا تو نہیں مانتے تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ غریب نواز ہم کو
 تو برا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ پیدل چلیں۔ اور وہ جوان تنومند آپکی بجائے گھوڑی پر سواری
 کرے۔ مگر ہم صرف آپکے خوف سے کہہ کر نہیں سکتے تھے۔ اسپرولانا صاحب نے فرمایا۔ کہ تمکو اس
 روہیلہ کا درجہ معلوم نہیں ہے۔ لو سنئے میں جو حضرت قبلہ عالم کا خاص مرید ہوں۔ اور جھکو کی اجازت
 ہے۔ مگر ان کا خاص خلیفہ اور قائم مقام ہی شخص ہے۔ کہ ظاہری و باطنی نعمتوں کا مالک ہے۔
 بلکہ اس وقت بھی انکا قائم مقام ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم نے مولوی محمد حسین کو راستہ میں
 عرض کیا تھا۔ اسپر مولوی مذکور نے کہا۔ کہ میں خیال کرتا تھا کہ نارووال صاحب میں بوئے
 نفسانیت نہیں ہے۔ مگر نہیں ابھی بوباقی ہے۔ کہ اس کامل شخص کو صرف نصف راہ سواری
 عطا کی۔ اور خود بھی سواری کی۔ اگر نفسانیت کی بوباقی نہ ہوتی۔ تو ہرگز خود سواری نہ کرتے۔
 نارووال صاحب نے فرمایا۔ کہ وہ سچ کہتا تھا۔ اسے لوگوں نے اس بات کی کیوں خبر نہ کی۔ کہ میں
 سوار نہ ہوتا۔ راقم نے یہ حکایت بہت معتبر اشخاص سے سنی ہے۔
 دیگر میاں صاحب نور بخش جی سے روایت ہے کہ ابھی خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ حضرت قبلہ عالم صاحب
 سے بیعت نہ ہوئے تھے۔ کہ خلیفہ صاحب محمد باران جی حضرت قبلہ عالم کبیرت میں حاضر ہوئے۔
 اور بیعت کی خواہش ظاہر فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پہلے جا کر علم حاصل
 بیعت کا ارادہ کرو۔ غرض خلیفہ صاحب بے نیل مرام وہاں سے
 ۷ سال تحصیل علوم ظاہری میں مصروف رہے۔ بعد گزرنے
 کی خدمت میں واسطے بیعت کے حاضر ہوئے۔ اس عرصہ میں خوا
 اور حسبوقت خلیفہ صاحب وہاں پہنچے ہیں۔ خواجہ صاحب وا
 کو تشریف لے گئے جب خلیفہ صاحب نے حضرت قبلہ عالم

خواہش ظاہر کی۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ یہاں چند روز صبر کرنا بھی تمہارا یار نہیں آیا۔
 غرض تھوڑے دنوں کے بعد خواجہ صاحب طن سے واپس آئے۔ اور چند روز قیام کیا۔ اور پھر
 اجازت حاصل کر کے والدہ ماجدہ سے ملنے کیلئے وطن کو مراجعت فرما ہوئے۔ اور حضرت قبلہ عالم
 صاحب انکے وداع کرنے کیلئے نالہ تک تشریف لائے۔ جب نالہ کے کنارہ پر پہنچے۔ تو چادر بچھا کر
 خواجہ صاحب کو ساتھ بٹھایا۔ اور خلیفہ محمد باران صاحب کے بلانیکے لئے آدمی بھیجا۔ جب خلیفہ
 صاحب آئے۔ تو قبلہ عالم صاحب نے خلیفہ صاحب کو فرمایا۔ کہ تم ان سے بیعت کرو۔ اور خلیفہ صاحب
 کی بہت پارت دی۔ خلیفہ صاحب نے بیعت کی خواہش کی۔ مگر خواجہ صاحب نے انگلی اپنی دائیں
 میں ڈالی۔ اور اشارہ سے منع کیا۔ بعد جب حضرت قبلہ عالم سے مرخص ہوئے تو راستہ میں انکو
 بیعت سے مشرف کیا۔ ویکر ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم صاحب جنوبی سفر دہاؤلیپور حاجی پور وغیرہ
 سے وطن کو مراجعت فرمائے تھے۔ کہ خواجہ علیہ الرحمۃ بھی اپنی والدہ کی قدبوسی کر کے مہاراجان
 شریف کو جارہے تھے۔ ملتان شریف میں خیر لگی۔ کہ حضرت قبلہ عالم صاحب بہاولپور کی طرف ہین
 اس واسطے خواجہ صاحب ملتان سے دہر کو روانہ ہوئے۔ اور شہر بھولان میں توج بہاولپور اور خیرپور
 کے مابین ہے۔ حضرت قبلہ عالم کی قدبوسی اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت حسن
 اتفاق سے حضرت قبلہ عالم صاحب کے مرید مٹھائی از قسم تپاسہ وغیرہ بہت لائے تھے۔ اور
 انکے سامنے تپاسون کا ڈھیر لگا تھا۔ چونکہ یہ سفر طے کر کے وارد ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم صاحب
 نے ایک بڑا کٹورہ دودھ کا بھرا اور اس میں بہت سے تپاسے ڈال کر فرمایا۔ کہ نوش کرو گے؟ خواجہ
 صاحب نے فرمایا۔ بسم اللہ۔ غرض ایک چوڑا آپ نے ہم کٹورے دودھ کے پی لئے۔ اور بہاؤ
 حضرت قبلہ عالم صاحب اور تپاسے ڈال کر پوچھتے۔ کہ یہ پی لیگا۔ اسکے بعد اپنے بیٹے ہوئے فرمایا۔
 کہ بچھاؤ نکلے کہانے اور منہم کرنے پر آفرین ہے۔ یہ انکی ہی ہمت ہے۔ اور بس۔ میرے خیال
 میں حضرت قبلہ عالم صاحب نے اس بات کا اشارہ فرمایا ہے۔ کہ ان کے اسرار باطنی کو کس طرح
 اس مرد افتنان نے حاصل کر لیا ہے۔ اور منہم کیا ہے۔ گویا خداوند کریم نے خواجہ صاحب کا روح
 کو وہ طرف عنایت کیا ہے۔ کہ وہ اپنے معرفت کو نوش کر لیا۔ اور زبان مبارک سے ایک ذرہ
 کو ہر کجاہ پر نہ ہونے دیا۔ اور ہم ۶ سال سجادہ نشینی کی۔ مگر کبھی نہ کہا۔ کہ مجھے یہ درجہ اور قیام

حاصل ہے۔ اور کبھی کرامت اور اپنی خوارق عادات ظاہر نہ کرتے تھے۔ اور اگر بے اختیار ظاہر ہو گیا اس پر متاسف ہوتے تھے۔ اور درپردہ حتی الامکان دوسرے شخص سے منسوب کرتے تھے۔ چنانچہ ملا محمد کو پھر سکندہ تونسہ کا نام مینہ وسا و ابارش کنسندہ رکھا ہوا تھا جب لوگوں کی طرف سے گزارش ہوتی کہ باران رحمت کی واسطے دعا طلبی کی جائے۔ تو خواجہ صاحب مہنسی سے فرماتے کہ یہاں مینہ وسا و اکھو کھو غرضیکہ جہاں تک ممکن ہوتا کرامات کو پہنان رکھتے۔ اور فرمایا کرتے۔ ہم ملا آدمی ہیں۔ ہمیں دنیا و مافیہا کی کیا خبر ہے۔ اور فرماتے۔ کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ سبحان اللہ! آجکل بعض بوقوف جنہوں نے ابھی ناسوت کا درجہ بھی طے نہیں کیا۔ اور علائق نفس سے آزاد نہیں ہوتے۔ اپنی کشف کرامات کی ڈینگین مارتے ہیں۔ اور اکثر جاہل جنکوان پوشیدہ اسرار و عوامض کی بال بھرا گاہی نہیں۔ جہٹ یقین کر لیتے ہیں۔ اور جن کو کچھ حاصل ہے۔ اور وہ ظاہر نہیں کرتے۔ تو عوام الناس اور کم سمجھان پر طعنے مارتے ہیں۔ کہ یہ تو محض خالی ڈھول ہیں۔ اور یہ نہیں خیال کرتے۔ کہ یہ پرلے درجہ کی عالی حوصلگی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ او از کشف خود کوید سخن | کشف اور کشف کن بر سر بن

حضرت خواجہ نظام الدین صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے خاندان چشت میں سلوک کے پندرہ مدارج ہیں۔ اور پانچویں مرتبہ میں کشف و کرامت ہے۔ اگر کوئی شخص اس درجہ پر پہنچا سب کچھ ظاہر کرے۔ تو بس اسکی ترقی کی انتہا یہی ہے۔ مگر کامل وہ ہے۔ کہ درجہ پانزدہم پر پہنچ جائے اور پھر بھی ظاہر نہ کرے۔ جیسا کہ امیر خسرو صاحب و لیل المحبتین میں فرماتے ہیں۔ پس مقصود فقیر و کمالیت آن دیگر است و کشف و کشف دیگر این کشف کا فریاد ہم میا شد۔ آزا ظاہر کردن و خود را رسوا کردن چہ بزرگیت۔ بلکہ اگر کسی درویش سالک کشف نہا شد۔ در حق او بہتر نوشتہ اند و سلوک او ستم داشتہ اند کہ مد نظر او بجز خداست۔ و آن دیگر محجوب کشف خود است کہ مد نظر او بر کشف خود است چنانچہ در کشف و کشف نوشتہ است۔ و این سرزنش خاص برائے انکشافست کہ اوشان را کشف و کشف حاصل است۔ و آزا ظاہر میکنند۔ بلکہ لیکن چند جاہل جو فقط کئی دن اشد زہد کرتے ہیں۔ اور ابھی نفس کی پلیدی سے آزاد نہیں ہوتے۔ پچھلے اولیاؤں کے تذکرے سن کر خود بھی ششمنی بگھارتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو دیبا تصور کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ

نہ تو ایما نڈار ہیں۔ اور نہ ان کو توکل و یقین حاصل ہے۔ اور جو لوگ کہ کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں۔ اور ان جاہلون پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ انکو بہت کہنا چاہئے۔ کیونکہ صدرا حتم برابر ہوتا ہے۔ ایک بہت کے ۵

حرف درویشان بدزد و مردودون صد نشان نادیدہ ہر دم سید ہند یا بجز آن حرف شان روزی نبود لحن مرفان اگر و اصف شوے اگر بیاموزی صغیر لبیلے	تا بخواند بر سلیمے آن فنون تا گمان باشد کہ ایشان زبان و ہند یا در آخر رحمت آمد راہ نمود بر مراد مرغ کے واقف شوے توجہ دانی کوچہ وارد با گلے
--	--

اے عزیز۔ درویش وہ ہے۔ کہ شب و روز مجاہدہ میں رہے۔ اور اس ریاضت میں ذکر و اوراد میں مصروف رہے۔ اسکی طلب فقط رضائے الہی ہو۔ اور بس۔ پس اگر اس حالت میں اسکو کچھ انوار یا اسرار یا کشف قبور و غیرہ ہو یا ہو۔ تو اسکو چاہئے کہ وہ حتی الامکان پنهان رکھے۔ اور اسے حیض تصور کرے۔ الکرامۃ حیض الرجال اور کسی کے پاس نہ کہے۔ اور دل میں یہ خیال رکھے کہ میرا مقصد کچھ اور ہے۔ دل چاہی بندگی درین فانی مقام + این جہان را ہم جہانے دیگر است اور وصال مقصود حقیقی کی امید پر ہر روز اسیطرح محنت اور مجاہدہ میں بسر کری۔ عمری بابت تاکہ بدست آید دوست اور جو شخص منہیات وغیر شرع افعال سے پرہیز نہیں کرتا۔ جو کہ ترقی کی پہلی سیڑھی ہے وہ کیونکر اور منزلوں پر پہنچ سکتا ہے۔ باوجودیکہ جو لوگ بقا باللہ کے درجہ پر کہ آخرین درجہ ہے۔ پہنچ چکے ہیں۔ وہ بھی جبل اللثین شرع سے ماتحت نہیں اوٹھاتے۔ اور طلقہ شریعت سے ایک قدم باہر نہیں جاتے۔ بلکہ روز و شب حسب معمول بتدیون کی طرح مجاہدہ اور ریاضت میں لگے رہتے ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے + نہایت قدم سالکان بدایت اوست اور اقل العوام اخرا الخواص۔ اور نیز بدایت الجہلاء و نہایت العلماء سے بھی ہو پڑے۔ اور اسی رمز کی طرف اشارہ ہے۔

بس کتم خود زیرکان را این بس است | بانگ او کروم اگر در وہ کس است

اے عزیز! کہہ۔ کہ ہمارے حضرت غوث زمان محبوب حمان قطب دوران حضرت خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والغفرن کو اگر چہ سب مدارج حاصل تھے۔ مگر اخیر دم تک مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ اے بخیر بکوش کہ تو باخبر شوی +

دیکر اکیڈن خواجہ صاحب ذکر فرماتے تھے۔ کہ ایک دفعہ ہم حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں جا رہے تھے۔ راستہ میں جب علاقہ ریگستان میں پہنچے۔ تو پیاس سے سخت جان بلب ہوئے۔ اچانک ہم نے ایک مینڈک کی آواز سنی۔ اسپر ہم اس آواز کی طرف چلے۔ اس امید پر کہ ضرور جہان میں پانی مڑاتا ہے۔ پانی ہوگا۔ مگر جب ہم اسکے پاس پہنچے۔ تو دیکھا کہ مینڈک ایک گھنٹے گھاس میں ٹرا رہا ہے۔ لیکن پانی ظاہر نہ تھا۔ میں نے اپنے رفیق سے کہا۔ کہ ذرا اس جگہ کو کہو۔ شاید پانی ہوئے خدا کی قدرت دیکھو۔ جونہی اُس نے اس جگہ کو کہو۔ دیکھا کہ ایک پانی کا گڑھا تھا۔ وہاں ہم نے پیاس بجھائی بلکہ اپنا کوزہ بھی بھر لیا۔ اور چہرا پنا راستہ لیا۔

دیکر ایک دن حضرت خواجہ صاحب ذکر کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالم صاحب سے رخصت ہو کر اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدسہ میں بموضع گڑگوچی مقیم تھا۔ اور جب حضرت قبلہ عالم صاحب کی زیارت کیواسطے سخت بیقرار ہو گیا۔ تو ارادہ مہتار شریف جانے کا کیا۔ مگر والدہ ماجدہ بوجہ محبت ازلی نہ جانے دیتی تھی۔ اور مجھے ملا محمد صاحب کے سپرد کیا۔ اور فرمایا کہ میرے اس لڑکے کو کچھ ہو گیا ہے۔ کہ عنان ہوش اسکے ہاتھ میں نہیں رہی۔ آپ کچھ اس پر دم کرو۔ کہ یہ خیالات ترک کر دیوے۔ اور علاوہ دم درود کے سبق بھی پڑھایا کرو۔ تاکہ یہ دور دراز ملکوں میں نہ جاوے۔ اور اسکی حفاظت کا از بس خیال رکھو۔ ساکنان کوہ کی عادت ہے۔ کہ چار پائونکے پائے بہت بڑے بڑے بناتے ہیں۔ اور سر ہانے بھی بہت لمبے چوڑے استعمال کرتے ہیں ملا صاحب میری والدہ صاحبہ کی تاکید فرمائیش کے بموجب از حد نگہبانی کرتے۔ اور رات کو ایسی چار پائی پر سلاتے اور خود بھی ساتھ سوتے۔ اب میں حیران سرگردان تھا۔ کہ کس طرح بہاگ کر جاؤں۔ آخر ایک دن میں یونہی خزانے لینے لگا۔ کہ میرے محافظ کو میری نیند کا یقین ہو گیا۔ اور وہ بے فکر ہو کر سو گیا۔ مگر جونہی میں نے اسے سوتا پایا۔ تو جلدی سے اٹھا۔ اور اس بات کی بڑی احتیاط کی۔ کہ کوئی آہستہ نہ ہونے پائے۔ غرض جب کپڑے وغیرہ بھی پہن لئے۔ تو قلعہ کے اندر چاروں طرف باہر جانیکارہ راستہ تلاش کرنے لگا۔ مگر دروازہ بند تھا۔ اور کوئی راستہ نہ پایا۔ سوائے اسکے کہ دیوار پر سے پہلانگ جاؤں۔ لیکن قلعہ کے گرد خندق تھی۔ جس میں خار غیلان و کنار سے باڑ بانڈھی ہوئی تھی۔ اور علاوہ اسکے کتے پڑے ہوئے تھے۔ غرض میں نے اپنے تئیں دیوار پر سے محض متوکل علی اللہ

ہو کر بیچے گرایا۔ اور باز پر آ پڑا۔ لیکن بہت کر کے باز سے نکل آیا۔ اگرچہ کانٹے میری ساق اور پنڈلی اور
 زانو پر بہت سے لگے۔ خون جاری تھا۔ پا جا رہے تھے۔ مگر مجھے ذرا بھی درد نہ ہوا۔ اور دوڑتا ہوا
 بھاگا۔ صبح تک بڑی تیزی اور سرعت سے چلتا رہا۔ جب دن نکلا۔ تو میں قصبہ منگر وٹھ کے مغربی طرف
 درگری میں پہنچ گیا تھا۔ اور شہر منگر وٹھ میں ٹھہرنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ دریائے سندھ کے گھاٹ
 کا رستہ لیا۔ ایک شخص شیخ محمد نام ملاقی ہوا۔ اس نے بھی حسن اتفاق سے تین پر جانا تھا۔ وہ
 کہنے لگا۔ کہ میں دریا پار لے تو جاؤنگا۔ مگر چند روز میری گھوڑیوں کا کہا س لانا ہوگا۔ ان دنوں
 کشتی شیخ جونہ کے پاس ہو کرتی تھی۔ اور میان شیخ محمد بھی اولاد شیخ جونہ میں سے تھا
 غرض جبکہ ہم گھاٹ پر پہنچے۔ تو ملاحوں نے مجھے کشتی پر سوار کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ میرا پا جا رہ
 پھا ہوا تھا۔ اور ٹانگوں اور پاؤں پر خون کے نشان موجود تھے۔ دوسرے تھا بھی میں افغان۔ انہوں
 نے یہ گمان کیا۔ کہ یہ یا تو کوئی چور ہے۔ یا کوئی خونخوار۔ جو بہاگ کر آیا ہے۔ غرض شیخ محمد مذکورہ نے
 میری سفارش کی۔ کہ یہ شخص میری گھوڑیوں کا چروا رہا ہے۔ اس طرح سے دریا کے پار جانے کا
 موقع ملا۔ جب دوسرے کنارہ پر پہنچا۔ تو جنگل کا راستہ لیا۔ اچانک ۳ چور رستہ میں ملے۔
 میں نے بڑی دلیری سے دریافت کیا۔ کہ تم کون ہو۔ جو اس طرح جنگل میں چھپے ہوئے ہو۔ انہوں نے
 کہا کہ ہم چور ہیں۔ پھر مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے بھی کہا۔ کہ میں بھی چور پر زور ہوں۔ وہ لگے
 آپس میں مشورہ کرنے۔ آخر انہوں نے کہا۔ کہ اس شخص کو نہ جانے دینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو مخبری کرے
 غرض سارا دن میں انکے پاس رہا۔ شام کو ہم چاروں روانہ ہوئے۔ اور دایرہ دین پناہ پہنچے۔ اب
 انہوں نے چوری کے منصوبے باندھنے شروع کئے۔ کہ مسجد میں جا کر پہلے آرام کریں اور پھر کہیں نقب
 لگا لیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ بھائیو۔ میں نے مسجد کے ہمسایوں کی چوری کرنے سے تو توبہ
 کی ہوئی ہے۔ اور یہ حکایت کی۔ کہ ایک دفعہ میں علاقہ دامان میں ایک شخص کے لان چروا رہا تھا۔ اور وہ
 مسجد کا ہمسایہ تھا۔ جبوقت اس شخص کا مجھ پر کامل اعتبار ہو گیا۔ میں نے رات کو اسکی اسپاؤ
 چرائی۔ اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔ تمام رات گھوڑی کو سرپٹ دوڑائے رکھا۔ جب صبح ہوئی تو وہی
 شہر میں واپس آ گیا۔ گھوڑی کے مالک نے فوراً گرفتار کر لیا۔ اور بہت غوار کیا۔ غرض انہوں
 نے مسجد جانیکا ارادہ منسوخ کیا۔ اور ایک بھٹیار کے گھر چلے۔ وہ ادھر گئے۔ اور میں نے مسجد کا

رہا۔ خواجه صاحب نے اتنا ہی فرمایا تھا۔ کہ موفن نے نماز عصر کی اذان دی۔ اور آپ نماز میں مصروف ہوئے۔ واضح ہے کہ کوہ درگ جہان سے آپ نہ ہوتے تھے۔ تو لسنہ شریف سے تقریباً تیس کوس ہے۔ اور بارہ کوس دایرہ شاہ ہے۔ یعنی ۱۴ فرسنگ کو آپ کے ایک ہی منزل میں طے کیا

اے راہ پائے تن بیابان زرسد | تاجان ز نذرت دم بجانان زرسد

حضرت قبلہ عالم صاحب کی بیماری اور خواجه صاحب کی تباہی

خواجه غلام فرید صاحب بن خواجه نور احمد بن خواجه نور محمد صاحب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے جو انہوں نے اپنے والد ماجد کی زبانی سنی ہے۔ کہ جب حضرت قبلہ عالم صاحب بہاروی سے وصال کے دن قریب آئے۔ تو اس موقع پر حضرت خواجه محمد سلیمان صاحب اپنی والد ماجد کے ملنے کھیلنے وطن کو تشریف لینگے تھے۔ حضرت قبلہ عالم صاحب کے سب خلیفے مثلاً حافظ جمال صاحب ملتان، قاضی عاقل محمد صاحب وغیرہ موجود تھے۔ اور مولانا نور محمد صاحب نارووال کا ان سے پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ ایک دن حضرت قبلہ عالم صاحب نے اپنے فرزند اکبر نور محمد صاحب شہید کو ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی ہمارے روہیلہ کی بھی خبر ہے۔ انہوں نے جواب میں عرض کی۔ کہ غریب نواز انکا حال معلوم نہیں ہے۔ اگر کچھ ان کے مکان و شمار کا پتہ ہوتا۔ تو کوئی قاصد مزدوری پر بھیج دیا جاتا خواہ بیس روپے ہی کو اسکو دینے پڑتے۔ آپ فرمایا۔ کہ اچھا انشاء اللہ وہ خود آجاویگا۔ دوسرے دن پھر آپ نے یاد فرمایا کہ کوئی روہیلہ کی بھی خبر آئی ہے۔ یا نہ جانا۔ حافظ جمال الدین صاحب نے عرض کی۔ کہ قبلہ۔ اگر مجھے ارشاد ہو۔ تو میں جا کر انکو لے آؤں آپ نے فرمایا نہیں۔ انشاء اللہ وہ خود آجاویگا۔ کہتے ہیں یہ وہ وقت تھا۔ کہ جبکہ حضرت خواجه محمد سلیمان قلعہ گڑگوجی میں تھے۔ قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ اور چاروں طرف خاردار باڑ تھی۔ آپ کو جو محبت اور کشش کا جذبہ ہوا۔ فوراً وہاں سے کودے اور کانٹوں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ سچ ہے۔ غلطی کا کاٹا جو دل کو زخمی کر رہا تھا۔ وہ ان کانٹوں کی کیا پرواہ کرتا۔ جو معمولی بیرونی جسم کو نقصان پہنچا نیوالے تھے۔ غرض وہاں سے روانہ ہو کر پہلی منزل میں دایرہ دین پناہ پہنچے۔ جبکہ ذکر گذشتہ اوراق میں کیا گیا ہے۔ دوسری منزل میں مخدوم رشید پہنچے۔ اور جب دریا سے گزر کر کے ملتان شریف میں داخل ہوئے۔ تو ایک خدارسیدہ برقعہ پوش عورت کو ملتی ہوئی

جس نے پشتوں میں کہا۔ کہ جلد روانہ ہو۔ قافلہ تیار ہے۔ قافلہ کی طیاری سے حضرت قبلہ عالم صاحب کی وفات کا اشارہ تھا۔ تیسرے دن مخدوم رشید سے روانہ ہو کر کرم پور پہنچے۔ لیکن کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ کاروار کہیں دور کشتیوں کو لگے تھے۔ سارا دن کشتی کا انتظار کرنا پڑا۔ دریا کے کنارہ ایک بستی تھی۔ اور اس میں ایک بہت کہنہ مسجد تھی۔ وہاں گئے۔ حضرت خواجہ صاحب بول کر نئے کے ارادہ سے دریا کی طرف گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چوٹی سی کشتی موجود ہے۔ اور ایک جوان اسکو کھیتا ہے۔ اس نے خواجہ صاحب کو آواز دی۔ کہ آؤ اور اس کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ خواجہ صاحب نے اپنے رفیق غلام حیدر کو جو کہ پیر بہائی تھا۔ بلایا۔ اور دونوں اس چوٹی سی کشتی میں سوار ہوئے۔ جب دوسرے کنارہ پر پہنچے۔ تو اس پیر مرنے کر ایہ وغیرہ بھی طلب کیا۔ بلکہ کہا۔ کہ قریب قریب غفور بیان ہے۔ وہاں جا کر رات کو آرام کرو۔ جب پہلے پہل خواجہ صاحب نے رفیق کو بلایا تھا۔ کہ ایک کشتی آگئی ہے۔ تو اس نے باور نہ کیا تھا۔ کہ واہ آپ کیواسطے یہاں کون کشتی لایا ہے۔ غرض جب دونوں وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو مذکورہ بالا گاؤں کا راستہ لیا۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ رستہ میں میرے اور میرے ساتھی کے درمیان اختلاف رائے ہوا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ اسکی ڈالہی سیاہ تھی۔ میں کہتا تھا۔ کہ نہیں وہ بلخ سفید ریش تھا۔ غرض خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ ہم حیران تھے کہ وہ کون شخص تھا۔ اور کشتی کہاں سے لایا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم سمجھتے تھے۔ کہ فقط دو آدمی کشتی میں سوار نہ ہوئے تھے۔ بلکہ ۳ تھے یا ۴ مگر رستہ میں سب کا اختلاف ہوا۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کشتی والا سفید ریش تھا۔ غلام حیدر کہتا تھا۔ نہیں وہ تو سیاہ ریش رکھتا تھا۔ تیسرا کہتا تھا۔ نہیں ادھیڑ تھا۔ اور چوتھا کہتا تھا۔ نہیں وہ تو بالکل بے ریش تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کاتب الحروف کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جو اولیاء اللہ سے ہمیشہ ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ اور کئی دفعہ حضرت خواجہ محمد سلیمان سے ملاقی ہوئے۔ چنانچہ موقع بموقع یہ ذکر کیا جاویگا۔

بائست خضر قافلہ شد شد شد شد	چون پیر کامل است شد شد شد
الغرض با پنج روزن شکر فریدین ٹھیکے۔ اور چھ دن بوقت چاشت ہمار شریف پہنچے	لیکن بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے یہ سفر منزل میں طے کیا تھا۔ پہلے

دن وایرہ شاہ اور دوسرے دن مخدوم رشیدہ اور تیسرے یوم مہار شریف پہنچ گئے۔ غرضیکہ پہلے کنوین پر جا کر وضو کیا۔ بعد ازاں تانہ اور بدہوشانہ حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اور پہلے کسی سے بھی ملاقات نہ کی۔ اور نہ ہی گفتگو ہوئی۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد صاحب حضرت قبلہ عالم کو تکیہ دے ہوئے بیٹھے تھے کہ آکر خواجہ صاحب قدموں پر ہوئے۔ اور بائیں کی طرف بیٹھ گئے۔ قبلہ عالم صاحب کا معمول تھا۔ کہ جب کبھی خواجہ صاحب وطن سے آتے۔ تو پہلے دریافت فرماتے۔ کہ رات کہاں تھے۔ بعد اسٹنسا فرماتے۔ کہ والدہ صاحبہ راضی خوشی تھیں۔ اسوقت بھی یہ دونو بائیں پوچھیں۔ آپنے عرض کی۔ کہ رات شہر فرید میں تھا۔ اور والدہ صاحبہ دعا کرتی ہے۔ اسکے بعد بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ اور حضرت قبلہ عالم صاحب انکی صورت کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ حضرت خواجہ نور احمد صاحب کا بیان ہے کہ جون جون حضرت قبلہ عالم صاحب اپنے نظر ڈالتے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب مدہوشی کی حالت میں بیٹھے تھے۔ کبھی تھان کا چہرہ بالکل زرد ہو جاتا تھا۔ اور کبھی بالکل سُرخ جیسا کہ لودا دکھتا ہوا ہوتا ہے۔ بہت دیر تک یہی حالت رہی۔ جب دن چڑھا آیا۔ اور اسجد چاہا خواجہ صاحب آرام فرماتے تھے۔ وہ سوپ آنے لگی۔ تو آپنے اپنی چار پانی اندرون حجرہ بچھا کر حکم دیا۔ اور خواجہ صاحب کو ارشاد فرمایا۔ کہ جا کر آرام کھجئے۔ خواجہ صاحب اٹھے۔ اور صاحبزادہ صاحبان سے ملے۔ اور ہر ایک سے معذرت چاہی کہ جسوقت میں آیا مجھے کچھ ہوش نہ تھی۔ میں سیدنا حضرت قبلہ عالم صاحب کی خدمت اقدسہ میں چلا گیا۔ اور آپ لوگوں سے کلام تک نہ کی۔ حضرت نور احمد صاحب نے یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ جب خواجہ صاحب کی یہ حالت ہو رہی تھی تو حضرت قبلہ عالم صاحب کا لاگری میاں غلام رسول خواجہ صاحب کے بلانیکے لئے آیا۔ کہ آمیاں اپنی روتی لے حضرت قبلہ عالم صاحب نے فرمایا۔ کہ بہانی اسکا کچھ پوچھو۔ اس نے روتی کہاٹی ہوئی ہے۔ کاتب الحروف کے نزدیک اس فدا سے مراد عدائے روحانی ہے جو قبلہ عالم صاحب نے انکو اسوقت کہلائی تھی جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

گر خوبی یک لہمت از زبان نورا | خاک ریزی بر سر زبان تنور

اسکے بعد پھر میاں غلام رسول لاگری آیا۔ اور کہا میاں کو سنئے عجزہ میں دیرہ کو کہے حضرت

قبلہ عالم صاحب نے فرمایا۔ کہ اسے کیا کہتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد خود سب حجرے خالی کر لیگا۔ اور ڈیو لگا لگا گیا۔
 اے بعد از انتقال من۔ دیگر میان بخشش ہی سجادہ نشین حضرت قبلہ عالم صاحب جی اپنے بہائی مینا
 قطب الدین سے روایت کرتے تھے۔ کہ انہوں نے مولوی شہسوار صاحب مرحوم سے خواجہ صاحب کے
 یاران مجاز میں سے سنا ہے۔ اور مولوی صاحب موصوف نے مولوی محمد عابد سکنہ سوکڑ کی
 زبانی استماع فرمایا ہے۔ کہ خود خواجہ صاحب موصوف نے ایک دن ارشاد فرمایا۔ کہ میں جب حلت حضرت
 قبلہ عالم کے وقت مہار شریف پہنچا۔ اور جا کر حضرت کے پلنگ کے پائنتی کی طرف بیٹھ گیا۔ تو حضرت
 قبلہ عالم نے سب حاضرین کو خضعت کیا۔ کہ میں نے اس روہیلہ سے کوئی خاص بات کہنی ہے۔
 لوگ جب چلے گئے۔ تو آپ نے میری طرف نظر عنایت مبذول فرمائی۔ اور جو کچھ دینا تھا۔ عطا فرمایا۔
 اس وقت مجھ پر بیہوشی طاری ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ اور میری وفات تک مسجد میا خدائش
 مہار میں رہو۔ خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں برابر جب فرمان آنحضرت اس مسجد میں رہا۔
 یہاں تک حضرت قبلہ عالم کاصال ہوا۔ اور میں ساتھ جنازہ مبارک کے ہولیا۔ بعد دفن کر کے سب
 لوگ چلے آئے۔ مگر میں مزار پر انوار سے واپس نہ آیا۔ تمام شب ہن رہا۔ اور صبح کو فاتحہ خوانی کے
 کیواسطے مہار شریف میں آیا۔ دیگر میان غلام رسول خان ماگوسے روایت ہے۔ کہ انہوں نے ملا
 محمد فاضل تونسوی کی زبانی سنا ہے۔ کہ جب حضرت قبلہ عالم صاحب نے وفات پائی ہے۔ تو میں بھی
 مہار شریف میں حضرت خواجہ صاحب کے ہمراہ تھا۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ کہ جب جنازہ اوپر سے
 گذرے۔ تو مجھ کو خبردار کر لو۔ جب جنازہ گذرا۔ تو میں نے اطلاع دی۔ مگر آپ کچھ ایسے مدہوش
 سے تھے۔ کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر تھی۔ عرض جا کر نماز جنازہ ادا کی۔ آپ ایسی مدہوشی کی وجہ سے
 بار پوچھتے تھے۔ کہ ملا فاضل میں نے نماز جنازہ ادا کی تھی یا نہیں۔ عرض کی ہاں غریب نواز آپ نے
 نماز جنازہ پڑھی۔ اور مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

دیگر خواجہ صاحب نے حضرت قبلہ عالم صاحب کی صحبت ظاہری پانچ چھ سال حاصل کی تھی یعنی
 جب خواجہ صاحب سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے ہیں۔ تو اسکے بعد حضرت قبلہ عالم صاحب پانچ یا
 شاید چھ سال زندہ رہے ہیں۔ اور اس عرصہ میں بھی دو تین ماہ تو مرشد کی خدمت میں رہتے
 مگر پھر والدہ شریفیہ کے بلنے اور تسلی دینے کے لئے وطن کو تشریف لیجاتے۔ اور پھر کچھ مدت وہاں رہ کر

حضرت قبلہ عالم کی وفات حضرت آیت

جب اشتیاق حد سے زیادہ بڑھ جاتا۔ تو پھر بہار ان شریف میں واپس آتے۔ غرض یہ مدت بھی اکثر آدھری تین رہی ہے۔ بعد ازاں آنحضرت آپ انکی مزار پر انوار پر معتکف رہے۔ اور چھ ماہ کہیں نہیں گئے۔ بلکہ بقول بعض نو ماہ تک کہیں نہیں گئے۔ اور برابر فیض حاصل کرتے رہے۔ دیکر ایک دن آپ تونسہ شریف میں بعد شخولی بن العشائین چار پانی پر دراز تھے۔ فقیر کاتب الحروف اور نیز اور چند شخص موجود تھے۔ میان محمد اکرم خادم خاص نے عرض کی کہ قبلہ اولیاء اللہ کی مزار سے بھی انسان کو کچھ فیض حاصل ہوتا ہے۔ یا نہ آپ نے فرمایا۔ اوہو۔ یہ بات تو کوئی مجھ سے پوچھے جو کچھ مجھے مزار پر انوار حضرت قبلہ عالم کے اعتکاف سے حاصل ہوا۔ ہر ایک جانتا ہے۔ میں نے فقط پنج سال مرشد کی ظاہری صحبت پائی تھی۔ میں پوسے نو ماہ اعتکاف میں مزار مبارک پر بیٹھا رہا۔ اور کچھ حاصل ہوا۔ مجھے معلوم ہے۔

فقیر کاتب الحروف کو بخوبی یاد ہے۔ کہ قبلہ عالم صاحب کی وفات کے بعد خواجہ صاحب براہ چند ماہ مزار فیض آثار پر اعتکاف میں بیٹھے رہے۔ اور پھر وطن کو تشریف لیکئے۔ اور پھر واپس آکر چند ماہ معتکف رہے۔ بلکہ آپ کا یہ معمول ہو گیا تھا۔ کہ ہر سال تونسہ شریف سے عرس شریف کو موقع پر بہار ان شریف میں سینکڑوں درویشوں و فقیروں کو ساتھ لیکر تشریف لاتے۔ اور برابر چند ماہ روضہ مبارک قبلہ عالم میں عبادت میں مشغول رہتے۔ اور اپنا وظیفہ ختم کر کے پھر تونسہ شریف کو تشریف لے جاتے۔ غرض آپ کا یہ معمول اخیر عمر تک رہا۔ ایک سال کا وقفہ دیکر آپ پاک ٹپن بھی جایا کرتے۔ چنانچہ کترین کاتب الحروف تین سال برابر آپ کے ساتھ پاک ٹپن بھی گیا ہے۔ اور چھ سات دفعہ تونسہ شریف سے معہ دیگر طائفہ درویشان و فقرا کے آنحضرت کے ساتھ تاج عرس شریف قبلہ عالم کے موقع پر حاضر ہوا ہے۔ جب خواجہ صاحب بہت ضعیف ہو گئے اور تاج عرس آنا دشوار تھا۔ تو آپ تونسہ شریف ہی میں اپنے مرشد کا عرس کرتے اور بہت جلد و ہمدردی وغیرہ پکڑ کر خیرات کرتے۔ اور چونکہ سواری کر نیکی طاقت نہ تھی۔ اس واسطے اخیر دنوں جانا موقوف کیا تھا اور وہیں عرس کرتے۔ مگر مجلس سماع منعقد نہ ہو سکتی۔ اس میں بھی کوئی پالیسی ہوگی۔ مگر خواجہ گل محمد صاحب مرحوم والد ماجد حضرت خواجہ الہ بخش صاحب اپنے بنگلہ میں برابر مجلس سماع کرتے اور صفیوں پر وجد طاری ہوتا۔ دیکر جب خواجہ صاحب بوجہ ناطقتی اپنے پیر کے عرس شریف پر

نہ جاسکتے تھے۔ کیونکہ گھوڑی کی سواری سے معذور تھے۔ تو نواب محمد بہاول خان عباسی نے عرض کی: قبلاً اگر ارشاد ہو۔ تو آپ کے واسطے بالکی تیار کرانی جائے۔ جسکو کہہاں اوٹھاویں گے اور آپ کو ہرگز تکلیف نہ ہوگی۔ آپ برابر خواہش کے مطابق روضہ مرشد کمال کی زیارت کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ نواب صاحب آپکی بڑی مہربانی ہے۔ مگر میں اپنے پیر کے عرس پر آدمیوں کے اور پرچھ کر نہیں جانا چاہتا۔

بیشک خواجہ صاحب نے اس طرح متابعت نبوی اختیار کی ہے کہ بایں و شاید۔ خداوند کریم فرماتا ہے: ان الخیل والنعال والحیاء لکن کبوتھا۔ اس واسطے آپ ہمیشہ بالکی پر سوار ہوئیے محترم رہے۔ و پیر شیخ جمال شہتی سکند تاج سرور جو خواجہ صاحب کے مریدان اولین میں سے ہیں۔ ذکر کرتا تھا کہ جب خواجہ صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم صاحب کی خانقاہ پر معتکف تھے۔ تو کہا نا ہمارے ہاں کہا یا کرتے تھے۔ ایک دن بہت دیر تک تشریف فرما نہ ہوئے۔ میں خبر لینے کیلئے روانہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ آپ تاج الدین سرور کی قبر کے قریب بستی اور مزار کے ماہین مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ قبلاً بہت رات گز گئی ہے۔ کہا نا کہانی کے لئے تشریف لیجائیے۔ سر اٹھا کر فرمایا کہ ایوان میں اشب تماشائے اہل قبور کرتا تھا۔ کہ اس قبرستان میں بعض اہل مزار خوش و خوش ہو رہے ہیں۔ اور بعض غم و الم میں ہیں۔ راقم نے یہ بات بہت سے معتبر اشخاص مثلاً مولوی عبدالشکور صاحب و صاحبزادہ نور بخش صاحب کی زبانی بھی سنی ہے۔

خواجہ صاحب کا کوہ درگ میں لنگر جاری کرنا اور بعدہ تو نسبتہ پیر میں پائش فرمانا

واضح رہے کہ جب خواجہ صاحب کچھ مدت حضرت قبلہ عالم صاحب کی مزار پر انوار پر معتکف رہے تو اسکے بعد اپنے وطن مالوہ کو چلے گئے۔ اور وہاں جا کر لنگر خانہ کی بنیاد ڈالی۔ اسطرح پر کہ اپنے اپنی ہمیشہ سے کہا۔ جو غلہ گھر میں موجود ہے۔ اسکو پکا۔ عرض اسوقت نصف پروپی کے قریب غلہ گھر میں موجود تھا۔ اسکی روٹیاں پکوا کر سب کو حصہ دیا۔ اور خود بھی کھائی۔ اسطرح روز بروز آپ کا معمول تھا۔ جو گھر میں موجود ہوتا اسکو تیار کر کے اسطرح تقسیم کرتے۔ کچھ مدت اسی طرح گزری۔ اور آپ عبادت الہی میں بدستور مصروف رہے۔ اور عمر خان جعفر کی حسب درخواست انکی دختر نکاح سے جوان کا کشتہ دار بنا۔ شادی کر لی۔ اور یہ بھی سنت نبوی کی ادائیگی ہو گئی۔ اور وہیں کوہ درگ

میں مکانات خانگی تیار کرائے۔ اور درویشوں اور طالبان حق کے رہنے کیلئے بھی مکانات بنائے اور ایک مسجد بھی بنوائی۔ یہ سب مکان پتھر کے تھے۔ جیسا کہ کوہستان کے لوگ تیار کیا کرتے ہیں۔ آپ پر ان عظام کے عرس وہیں کرتے تھے۔ اور ہر سال حضرت قبلہ عالم کے عرس پر مہار شریف تشریف لائے تھے۔ بہت سے لوگ وہاں کوہ درگ میں آکر فیضیاب ہوئے۔ اور کچھ مرید ہو کر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت بابرکت میں رہنے لگے۔

لتکین اس بات کے متعلق کہ آپ نے کوہ درگ سے تونسہ شریف میں کیوں نقل مکان کیا مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ سبب اول حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ملک کوہستان بہت جلد حکومت نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں ہر ایک اپنا حاکم ہے اس واسطے آپ نے تونسہ شریف میں سکونت اختیار کی۔ سبب دوم جب لوگ خواجہ صاحب کے مرید ہو کر وطن کو جاتے۔ یا دور دور سے کوہ درگ میں آتے۔ تو راستہ میں لوٹے جاتے۔ اور بڑی بڑی ایندھن پاتے۔ پس جناب نے حکما مقصود افاضہ خلق تھا۔ کہ ایسا خلق۔ درویشوں اور فقرا کی تکالیف کا خیال کر کے وہاں سے تونسہ شریف میں سکونت اختیار کی۔ سبب سوم جب خواجہ صاحب نے موضع گرگوج میں سکونت اختیار کی۔ اور لنگر جاری کیا۔ اور ہر چار طرف سے طالبان حق آنے شروع ہوئے۔ تو بہت دن ہم قوم کو حسد پیدا ہوا۔ اور خواجہ صاحب کی ایندھن سانی کے درپے ہوئے جیسا کہ حضرت رسول کریم صلعم کو قریش بتانے لگی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی۔ یہ شہر ہے کہ جب خواجہ صاحب عرس قبلہ عالم سے واپس آکر تونسہ شریف میں تشریف لائے۔ تو وہاں بلوچ گرانے کو جو کہ خواجہ صاحب کا مرید خاص اور ان کا وزیر تھا۔ وطن بھیجا۔ اور وہ سبب اول پر وہ یعنی والدہ صاحبہ و ہمیشہ صاحبہ اور حضرت مانی صاحبہ یعنی مانی اہلیہ شریفہ کو تونسہ شریف لایا۔ اور ایک کوہ والاں اور چاروں طرف احاطہ کی دیوار کھلانے کے لئے تیار کی گئی۔ اور ایک حجرہ مست العیاشیہ بھی تیار کیا گیا۔ ایک والاں محبس فقرا کی واسطے۔ اور ایک بے سقف کھلی ہوئی کھنڈی۔ تمام مرد کے برابر تیار ہوئی۔ اور مغرب کی جانب کچھ پتھر لگا کر حجاب بنا دیا گیا۔ اور ہر طرف مشرقی طرف ایک چوبلی چھپر بھی بنوایا۔ جہاں کبھی قیام فرمایا کرتے اور گرمی کے دنوں میں وہاں کچھری کیا کرتے۔ نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرتے۔ صاحبزادہ گل محمد صاحب کی شاد کھج

موقعہ پر ایک بنگلہ بھی اپنے خرچ سے تعمیر کرایا۔ اسکے بعد ایک اصطلبل مہانوں کے گہوڑیوں وغیرہ کے ساتھ تیار کرایا۔ اپنی بھی ایک دو گہوڑیاں وہاں رکھا کرتی تھیں۔ اور ان مکانات کے ماسوا اپنی ذات کی آسائیش کی واسطے کوئی مکان نہ تیار کرایا۔ اسکے بعد میان بر خور دار چاکی نے اپنے خرچ سے سقف مسجد تیار کر دی۔ اور خلیفہ محمد باران صاحب نے تین حجر اور ایک والان لنگر خانہ کی واسطے تیار کرائے۔ دیگر جب نواب بہاول خان صاحب الہ بہاولپور نے چند ہزار روپیہ کے خرچ سے (موقوف اسلام خان بلوچ مرید حضرت) اس مسجد کو گرا کر از سر نو پختہ مسجد تیار کرانی شروع کی۔ تو یہ غلام کاتب الحروف بھی اس وقت خواجہ صاحب کی خدمت اقدسہ میں مہیا تھا۔ ظہر کا وقت تھا۔ کہ آپ کو خبر لگی۔ کہ وہ مسجد گرا رہے ہیں۔ آپ ابدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ یا رو وہ مسجد ہماری پرانی رفیق تھی۔ اسکو کیوں گراتے ہیں۔ اسلام خان نے عرض کی۔ کہ قبلہ ہی مسجد کی برکت ہے۔ کہ اسکی جگہ پختہ مسجد تیار ہو رہی ہے۔ علاوہ ازان اسکی مٹی بھی تمام مسجد میں بھری جائیگی۔ الغرض اسکے بعد الف خان افغان نے ایک رنگین بنگلہ اور ایک چاہ حضرت خواجہ صاحب کی خاطر اپنے خرچ سے تعمیر کرایا۔ اور چونکہ لنگر کی بنیاد تو کوہ درگ میں ہی ڈالی تھی۔ مگر وہاں فقط متوکل علی اللہ ہی تھے۔ اور کوئی نمودی وغیرہ نہ تھا۔ جب تو نسہ شریف تشریف لائے۔ اور طالبان خدا ہر ایک ملک خراسان ایران افغانستان بلوچستان ہندوستان ہمارے آکر فیض پانے لگے۔ اور سلطنت سلطانی اور تخت سلیمانی کی چار سو منادی ہوئی۔ تو آپنے پیارا نام ہندو کو جو کہ ایک مفلس بنیا تھا۔ اپنا نمودی مقرر کیا۔ بقول سعدی

کسانیکہ بابا درین منزل بند | خریدار دکان بے رونق اند

اور لانگری میان علی محمد ہوتانی کو مقرر فرمایا۔ اور ستونی حساب بر خور دار خان چاکی اور وہیل و مدبر صلاح کار نور خان گرامانی تھا۔ اریا پایا۔ جب نور خان مذکور کا انتقال ہوا۔ تو کچھ مدت کے بعد میان گل محمد فقیہ دامانی کو اپنا وزیر مشیر فرمایا۔ اور منشی گری کا عہدہ صدیق محمد کا سے کو عطا کیا۔ اور پیشہ ور مثلاً حجام۔ تر کہان۔ لوہار۔ موچی۔ کوزہ گر۔ دہوئی۔ کوثانہ۔ آبکش وغیرہ سب زلیفہ خوار اور ماہیانہ دار تھے۔ اور درویشوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور احتیاج باقی نہ رہی تھی۔ اور نمودی کو حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص نسخہ اور یہ لادے۔ بغیر لوچنے ہمارے اسکو

ادویسے دیے۔ اور لانگری اول اول محمود نام کو مقرر فرمایا۔ بعدہ قبول لانگری اور اسکے بعد خدابخش لانگری مقرر ہوا۔ دیگر اکیس خدابخش لانگری نے حضور میں عرض کی کہ غریب نواز اسٹیج میں مووی نے پانچ سو روپیہ بابت ادویہ درویشان درج کیا ہے۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر پانچ سو روپیہ بھی دو پر خرچ ہووے۔ تو بھی مجھ کو اطلاق نہ دیجائے۔ کیا درویشان کی جان کے مقابلہ میں روپے کی کچھ حقیقت ہے۔ مشہور ہے کہ جب علی محمد ہوتانی فوت ہو گیا تو فرحت خواہوں نے اسکے بیٹے کو بہت تنگ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس کسی کا قرضہ ہووے۔ وہ جا کر ہمارے مووی کے پاس لکھا کر لیوے۔ اکیس سو اسی روپیہ قرض نکلا۔ حکم ہوا۔ کہ مووی فوراً سب روپیہ ادا کر دیوے اور لنگر شریف میں ہر ایک درویش کو تین پاؤنچہ روٹی ملا کرتی اور چھ ماہ کے بعد پوشاک اور فحش جب کہ بوسیدہ اور زردیدہ ہو جائے اور ایک سیریل اور کچھ گم خشکی کے رفع کیلئے ملا کرتا تھا۔ اور فرقہ علماء کے لئے کہ جس کا کام درس تدریس تھا۔ ایک پختہ غلہ روزینہ اور سیر بھر روغن زرد و مہیانہ اور ایک سیریل ملا کرتا تھا۔ ان کو بھی لباس شیشہ پر ملتا۔ اور لباس میں ایک سفید لنگی ایک گوسفند بھی عطا ہوتا تھا۔ اور اگر کسی کی شادی غیر ہوتی۔ تو حسب لیاقت و اہلیت نقد روپیہ دینے سے لیکر تین چار سو تک عطا فرماتے تھے اور زیور و پوشاک ضروری علیحدہ عطا کرتے تھے۔ اور علاوہ انہیں دیگر اشیائے ضروری مثل لکڑی روٹی و نمک وغیرہ بھی لنگر سے ملتا رہتا تھا۔

حضرت قبلہ عالم صاحب کا خواجہ صاحب کو خلافت عطا کرنا

ایک دن میان غلام رسول خالص صاحب ماکو نے خواجہ صاحب کی خلافت کا ذکر راقم کے سامنے کیا۔ جو انہوں نے مولوی غلام رسول چٹوہا و لیپوری سے سنا تھا۔ حسن اتفاق سے اس سال ۱۲۷۶ھ میں مولوی صاحب موصوف عرس شریف حضرت قبلہ عالم کی تقریب سے لکڑی میں آئے۔ کاتب الحروف نے تحقیق کیو اسطے خود ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے اسطرح سے تذکرہ کیا۔ کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب حسب معمول عرس پر تشریف لائے۔ میں اور مولوی غزنیان بہاولپوری جو آپ کے یاران۔ مجاز میں سے ہیں اور دیگر علمائے و فقرا ہمراہ تھے۔ جب ہم خذوم رشید سے روانہ ہوئے۔ تو راستہ میں مشایخ وقت اور ان کے بیعت کرنے

کے متعلق گفتگو شروع ہوئی جب خواجہ صاحب نے ہماری گفتگو استماع فرمائی تو آپ نے زبان پر سے فرمایا کہ جب حضرت قبلہ عالم صاحب نے مجھ کو خلافت دینی چاہی تو میں نے انکار کیا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا۔ مگر میں نے عرض کی کہ غریب نواز! میں اس بارگراں کا متحمل نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں تمہیں ہر صورت خلافت سپرد کرنی ہے۔ اور یہ حکم خدا اور رسول ہے۔ اسپر میں نے عرض کی کہ قبلہ! حالت زمانہ دگرگون ہے۔ لوگ بہت ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔ یہ کام مجھے نہیں ہو سکیگا۔ مجھ میں استطاعت نہیں کہ اس ذمہ داری کے کام کو اپنی گردن پر لوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں نہیں تمکو ہر صورت یہ کام قبول کرنا پڑے گا۔ عرض آپ کا اصرار اور میرا انکار تھا۔ اپنی دنوں میں مجھے زیارت حضرت رسول مقبول صلعم نصیب ہوئی۔ اور ارشاد ہوا کہ کون تم خلافت منظور نہیں کرتے۔ میں نے وہی عرض کیا۔ جو قبلہ عالم صاحب کی خدمت میں پیشتر ازین کر چکا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس خلافت کو منظور کر لو۔ اسپر میں نے عرض کی کہ حضور کے فرمودہ کے بموجب میں قبول کرتا ہوں۔ مگر وعدہ فرمایا جائے جو شخص میرا مرید ہو۔ اسے غذا و منقہ سے اس میں رکھا جائے۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ جو تمہارا مرید ہوگا۔ وہ ہرگز جہنم میں نہ جائیگا۔ انشاء اللہ میں اسکی شفاعت کروں گا۔ عرض جب میں نے قبلہ عالم کے روبرو اس ذمہ داری کو اپنے سر پر لیا۔ تو آپ ہنسے۔ اور فرمایا کہ اب خاتم النبیین ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے ارشاد فرمایا۔ تو تب تم منظور کرتے ہو۔ اور میں نے پہلے تمہیں نہ کہا تھا کہ یہ حکم خدا اور رسول ہے۔ اس سے ہرگز انکار نہ کرنا ہوگا۔ اسکے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن سے میں نے لوگوں کو بیعت کرنا شروع کیا۔ میرے نزدیک وہ قصہ ایک مرید والا جسکو خواجہ صاحب نے فرمایا تھا۔ ہر یلغی کا تختہ بالکل آٹا

جو کچھ سبھا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

و دیگر میان غلام رسول خان ماکو افغان و میان ابراہیم قوال جو کہ دو ٹوٹے سے ڈاکر تھے۔ اور معتبر شہساز ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے کہ ایک دن ہم توشہ شریف میں خواجہ صاحب کو ننگہ میں روشن باواہم کے پاس لے کر گئے تھے۔ اور خواجہ صاحب چارپائی پر دراز تھے۔ ایک مرید آیا اور بڑی عجز و انکساری سے عرض کی کہ میں نے خواجہ صاحب سے بہت ڈرتا ہوں۔ کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ شہساز نے مجھ کو یہ خوف چھپا رہتا ہے۔ اور مجھ کو اپنے ایمان کا بہت خوف ہے۔ خواجہ صاحب کو پوچھا کہ

سی طاری ہوئی۔ اور اپنا دایان ہاتھ کندھے کے قریب لیجا کر اشارہ کر کے فرمایا۔ مُریدی نے
لا تَحْفَتُ پھر دوسری دفعہ بھی ایسا ہی دایان ہاتھ سے اشارہ کیا اور یہی الفاظ فرمائے پھر
تیسری دفعہ بھی یہی ارشاد کیا۔ میان غلام رسول کا بیان ہے۔ کہ میں دائیں ہاتھ کی مالش کرنا
تھا۔ آپ نے ۳ دفعہ ہاتھ چہرے پر اگر شانہ کے پاس لیجا کر اشارہ کر کے فرمایا۔ مُریدی نے لا تَحْفَتُ
اُسی حکایت کے مطابق دوسری حکایت یہ ہے۔ حافظ نور الدین ڈانڈھی جو کہ خواجہ صاحب کے
یاران مجازین سے تھا۔ اور ہمیشہ رمضان شریف میں خواجہ صاحب کو قرآن مجید سنایا کرتا
تھا۔ نابروہ میرا دلی دوست اور راز دان تھا۔ اور بہت بڑا عالم فاضل صاحب فوق و وجد تھا
ایک دن انہوں نے ذکر کیا۔ کہ جب خلیفہ محمد باران صاحب تو نسوہ شریف تشریف لائے۔ تو میں
بھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن خلیفہ صاحب نے خواجہ صاحب کی خدمت میں حکم خلوت میں نئے
عرض کی کہ قبلہ ایک سوال ہے۔ جو مدت سے میرے دل میں ہے۔ اسکا جواب میں کسی گمان اور
شک اور اعتراض کی وجہ سے نہیں چاہتا۔ بلکہ فقط تسکین خاطر کیلئے عرض کرتا ہوں۔ جب آپ
نے ارشاد فرمایا۔ کہ اچھا پوچھو۔ تمہارا کونسا سوال ہے۔ تو میں نے عرض کی قبلہ! مشائخ سلف
تو کسی ایسے شخص کو مرید کرنے تھے۔ جسکو قابل مریدی کے دیکھتے۔ اور فاسق و فاجر کو مرید نہ
کرتے تھے۔ اسکا کیا سبب ہے کہ آپ نے اسے عام کیا ہے۔ خواہ فاسق فاجر۔ و زور و شرابی
دند جو کوئی آتا ہے بلا دلیل بیعت فرماتے ہیں۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ اگر آپ
امر کا بتانا مناسب نہ تھا۔ مگر چونکہ آپ نے استفسار کیا۔ اسواسطے ضروری ہے۔ کہ اسکا جواب
دیا جاوے۔ اسکے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب مجھے حضرت قبلہ عالم صاحب نے خلافت عطا
کی۔ تو کچھ مدت میں نے لوگوں کو مریدی میں داخل نہ کیا۔ آخر حلق غیبی نے کہا۔ کہ اے
فلان خلق کو مرید بنا۔ اور خدا کا رستہ دیکھا۔ میں نے عرض کی۔ اے بار تعالیٰ! میں نے کبھی کوئی
مرید بنا نا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھ میں یہ استطاعت نہیں ہے۔ میں مرید بنانے کے لائق نہیں
ہوں۔ اور مجھ میں یہ توفیق نہیں ہے۔ کہ بار خلق اٹھا سکوں۔ حکم ملا۔ کہ تو اس کام کے لائق
ہے جہی تو یہ کام ہے۔ پھر وہاں سے پھر عرض کی۔ میں نے پھر عرض کی۔ یا اللہ العالمین! میں اسوقت لوگوں کو مرید
کرتا تھا۔ کہ میرے ساتھ شہد ہوتے۔ کہ جو میرا مرید بنے۔ اسکو بخش دیا جائے۔ جواب ملا۔ کہ اسکا کوئی

جاوے گا۔ اس دن سے میں نے لوگوں کے واسطے عام فیض کا دروازہ کھلایا۔ جب بخشنے والا کریم ہے تو میں کیوں نخل کروں۔ اسکے بعد خلیفہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب نے میرے کانوں کو اتھا لگایا۔ اور فرمایا کہ خبردار اس بھید کو افشانہ کیجئے۔ میں نے عرض کی۔ قبلہ جب آپ سے ہضم نہ ہو سکا میری بھلا کیا طاقت ہے۔ کہ اسے پوشیدہ رکھ سکوں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا جہاں تک ممکن ہو۔ اسے پوشیدہ رکھیو۔ مولوی محمد حسین صاحب نے اسے نظم کیا ہے۔ چنانچہ اس نظم کو کسی اور جگہ درج کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ یہی سبب تھا۔ کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ جو میرے دروازہ پر آیا۔ صاحب قسمت نے نصیب میرے دروازہ پر ہی نہیں آتا۔

دیگر۔ ایک دفعہ ۱۲ ربیع الاول کو دہان کے ہزار ہا لوگ کیا مرو کیا عورتیں خود بخود تونسہ شریف میں جمع ہو گئیں اور حضرت خواجہ صاحب کے روضہ مبارک کے گرد بھرتی تھیں۔ جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ تمہارے آنے اور جمع ہونے کا کیا سبب ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ ہم نے اپنی وطن میر۔ دہرا ایک خردو کلان سے یہ آواز غیبی سنا ہے۔ کہ بارہ ربیع الاول کو جو شخص حضرت خواجہ محمد سلیمان کی زیارت کرے گا۔ وہ ضرور ہستی ہے۔ اس واسطے ہم لوگ حضور پرورد کی زیارت کی تمنا میں اپنا گھر بار چھوڑ کر چالیس چالیس بچاں بچاں کوس طے کر کے آئے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ بظہیل خواجہ صاحب ہم کو بخش دیوے۔ ایک عورت جو کہ اس مجمع کے درمیان تھی۔ جب اس سے دریافت کیا گیا۔ تو اس نے بیان کیا۔ کہ میں گذشتہ شب گھر بیٹھی روٹی پکا رہی تھی۔ کہ ایک آواز سنی۔ کہ کل صبح جو شخص حضرت خواجہ محمد سلیمان کی زیارت جا کر کرے گا۔ وہ ضرور ہستی ہوگا۔ یہ آواز سن کر مجھے از حد شتیاق ہوا۔ کچی روٹی اور بچوں کو دہان ہی چھوڑا۔ اور میرا گھر تیس کوس تک ہے۔ یہ فاصلہ طے کر کے یہاں حاضر ہوئی ہوں۔ جب لوگوں کا انبواہ ہمارا ہو گیا۔ آپ اس وقت حجرہ شریف میں مشغولی میں تھے۔ جب شور و شغب ہوا۔ تو آپ نے مجھ کو کرم خادمہ سے دریافت فرمایا۔ کہ یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ اس نے عرض کی۔ کہ قبضہ بلاتے تو خود ہیں۔ اور پوچھتے ہیں۔ کہ کہاں سے آئے۔ اب میرا بانی فرما کر ذرا حجرہ سے باہر شریف لائیے۔ تاکہ لوگ زیارت سے مشرف ہو دیں۔ کہ یہ کہہ کر آواز غیبی سنائی دیا ہے۔ کہ جو کوئی بارہ تاہم کو آپ کی زیارت کرے گا۔ وہ ضرور ہستی ہوگا۔ پس حضور خواجہ صاحب نے شریف میں آکر بیٹھے۔ اور لوگ آکر زیارت کرنے لگے اور مرید

ہونے شروع ہوئے جب انہوں نے آواز غیب کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اِعْتِقَادُكُمْ سَنَفَعُكُمْ
میرے پاس میان غلام رسول صاحب نے ذکر کیا کہ جب اسدن ہزاروں لوگ جمع ہو گئے
تھے۔ میں بھی موجود تھا۔ ایک آدمی سے پوچھا۔ کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ صاحب میں
گذریا ہوں۔ اور جنگل میں اپنے گلہ کو چراتا تھا۔ کہ اتفاقاً آواز غیب سنائی دیا۔ کہ کل جو دروازہ ہم
ماہ بیچ الاول ہے۔ جو شخص حضرت خواجہ محمد سلیمان کی زیارت کریگا بہشتی ہوگا۔ یہ سنکر
مجھے اسقدر شوق اور اشتیاق دامنگیر ہوا۔ کہ اپنے ریوڑ کو وہیں جنگل میں چھوڑا۔ اور تونہ
شریف کا راستہ لیا۔ میان غلام رسول نے یہ بھی ذکر کیا ہے۔ کہ جب لوگوں کا ہجوم بہت زیادہ
ہوا۔ تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ دروازہ بند کر دے۔ اور کہہ کہ پانچ پانچ چہرہ چہ آدمی باری
باری سے اندر آوین ورنہ یہ لوگ ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑینگے۔ اور مجھے ایذا دینگے۔ غرض میں نے
ایسا ہی کیا۔ لیکن لوگوں کا انبوہ اس درجہ تھا۔ کہ جوق جوق آکر حضرت صاحب کی قدمبوسی
کرتے تھے۔ اور ایسا ہی عورتیں آکر باؤن میں پڑتی تھیں۔ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ جب میں
نے یہ دیکھا۔ کہ آپ کی طبع مبارک ہرگز نہ۔ اور لوگوں کا ہجوم ہے بشمار ایسا نہ ہو آپ کو ایذا
پہنچے۔ پس میں نے بنگلہ کا شمالی اور جنوبی دروازہ کھول دیا۔ اور لوگوں کو فہمائش کی۔ کہ خواجہ صاحب
کافرمان ہے۔ جو کوئی اس دروازے سے گذر کر اس دروازے سے باہر نکلیگا۔ وہ بہشتی ہے۔ پس لوگ
ایک دروازہ جنوبی سے داخل ہوتے تھے۔ اور شمالی سے باہر چلے جاتے تھے۔ میں نے عرض کی قبلاً
ایذا کے رفع کی خاطر میں نے یہ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت خوب کیا ہے۔ لیکن اس بات کی احتیاط
کر۔ کہ عورتیں اور مرد ایک ہی دروازہ سے نہ داخل ہونے پادین۔ الغرض ایسا ہی کیا گیا۔ جب
بیرونجات کے لوگ زیارت سے مشرف ہو گئے۔ تو پھر خاص تو لسنہ شریف کے لوگ اور اس کے
کے علاقہ کے تمام لوگ کیا مرد کیا عورتیں جمع ہوئے۔ اور انہوں نے زیارت کی۔ اس میں میان
غلام رسول کا بیان ہے۔ دوسری کرامت یہ تھی۔ کہ اسدن لنگر شریف میں حسب مول آرو
خمیر کیا گیا تھا۔ کچھ اس سے متجاوز نہ تھا۔ میان خدا بخش لانگری نے بموجب فرمودہ آنحضرت
آواز بلند سب لوگوں کو کہا۔ کہ جو کوئی باہر سے خواجہ صاحب کی زیارت کیواسطے آیا ہے۔ روٹی
لنگر سے کہاؤں سب لوگ لنگر کی طرف ہانگے۔ خداوند کریم نے اس آرو میں اسقدر برکت دی۔

کہ سب کو پورا ہوا۔ اور کوئی شخص خالی واپس نہ آیا۔

دیگر۔ میان محمد بن سبائی سے روایت ہے۔ کہ میا نصاحب حاجی خان صاحب کاتب نے جو خواجہ صاحب کا پرانا غلام اور صالحان وقت میں سے تھا۔ یہ انبوه کثیر و بکیرا۔ تور و کرکیرا۔ اس سے مجھے خواجہ صاحب کی دائمی جدائی کی بو آتی ہے۔ جیسا کہ سورہ نصر آنحضرت پر نازل ہوئی۔ **يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَجْبَاءً**۔ تو اسکے مقولے عرصہ بعد حضرت خاتم المرسلین کا انتقال ہوا۔ مجھے یہ لوگوں کا جمع ہونا اس واقعہ کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ اور مجھے محبوب کے فراق کی بو آتی ہے۔ اسکے بعد نابھہ کی دعا مانگی۔ کہ یا الہی تو مجھے پہلے اٹھا لیو چونکہ نابھہ کی دعا صدق دل سے تھی۔ اس واسطے اسکا پہلے انتقال ہوا۔ اور بعد حضرت غوث زمانہ کے عالم فردوس ہوئے کہتے ہیں۔ کہ پہلے پہل جو شخص خواجہ صاحب کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ وہ خلیفہ محمد باران صاحب تھے۔ مگر بعض کا خیال ہے۔ شیخ جمال سکندر تاج سرور سب سے پہلے مرید ہوئے اور بعد اور مرید ہوئے۔

دیگر۔ میان محمد یار پمولوی ولی محمد صاحب سکندر قریہ لانگہ سے جو کہ خواجہ صاحب کا اوستا تھا۔ اپنے چچا تقی محمد سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ جب کبھی وطن سے تاج سرور کو جاتے۔ یا وطن سے وطن کو جاتے۔ تو لانگہ میں چورہا سے گھر میں تشریف لاتے۔ اور ایک ات اپنے استاد قدیمی کے پاس رہ کر پھر تشریف لیجاتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ خراسان نونے ٹون سے ہم جلا وطن ہو کر واپس پناہ میں جا کر اقامت گزین ہوئے۔ خواجہ صاحب وہاں تشریف لائے۔ اور میرے چچا تقی محمد کو ساتھ لیکئے۔ جو کہ توشہ شریف میں جا کر حضرت کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا اس وقت انکی ولایت کی کسی کو خبر نہ تھی۔ اور سفر میں بھی تنہا جاتے اور تنہا آتے تھے۔

دیگر۔ میان محمد یار مذکور سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میں اپنے عم کرم میان تقی محمد کے ہمراہ حضرت غوث زمانہ کی زیارت کھیلنے گیا۔ تو اپنے میرے چچا سے فرمایا۔ کہ میان تقی محمد میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں۔ تمکو بھی چاہئے۔ کہ اپنے وعدہ پر قائم رہو۔ اور اب چونکہ تم دنیاوی کاروبار سے آزاد ہو گئے۔ اس واسطے ضروری ہے۔ کہ توشہ شریف میں آکر قیام پذیر ہو دو۔ اس لئے عرض کی۔ جی ہاں قبلہ میں بھی وعدہ پر قائم ہوں۔ اور یہ محمد یار میرا بھتیجا بڑا اچھا آدمی ہے۔ اس نے مجھے سب کاروبار سے آزاد کیا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ بیشک یہ محمد یار ایک معام ہوتا ہے

حق تعالیٰ اُسکو خوش و خرم رکھیگا۔ اسکے بعد میرے چچا نے کہا۔ کہ مجھکو ذرا بھی حضور کے قدموں میں رہنے سے عذر نہیں ہے۔ و عافرائین۔ میں انشاء اللہ جلد حاضر ہو کر خدمت کیا کرونگا۔ عرض جب ہم مخلص ہو کر وہاں سے گھر کو چلے۔ تو راستہ میں میں نے اپنے عم مکرم سے پوچھا کہ وہ کونسا وعدہ تھا۔ جسکا اشارہ خواجہ صاحب نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ خواجہ صاحب جب لائیکہ میں پڑھا کرتے تھے۔ تو میرے ہم سبق تھے۔ اور میرے ساتھ آپکی بڑی محبت تھی۔ اوستاد کے گدھے پر انکی ڈیوٹی ان کے ذمہ تھی۔ اور جنگل میں سے لکڑیاں لانا میرے ذمہ تھا۔ پس ہم اتفاق کر کے دو نو کام کرتے تھے۔ اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے اسوقت خواجہ صاحب نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ اگر تجھکو سلطنت ملی۔ تو میں نکو اپنا وزیر بناؤنگا۔ اور اگر تجھے نعمت حاصل ہو۔ تو مجھے وزیر مقرر کرنا۔ اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفِیْ خَوَاجِہِ صَاحِبِہِ اِسی بات کا اشارہ کیا تھا۔

ویک۔ نورخان گریانی بلوچ کے مرید یونیکا ذکر اسطرح ہے۔ کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے اتفاق سے جیب کی ہستی میں وارو ہوئے۔ اور مسجد میں قیام فرمایا۔ نورخان مذکور نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے۔ اور کہاں جاتا ہے۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ یہ جوان افغان ہے۔ اور ولی کامل ہے۔ گھر اسکا موضع گڑگوجی واقع کوہ درگ میں ہے۔ اور اپنے مشرکے خرم سے واپس آکر وطن کو جا رہا ہے۔ نورخان نے عرض کی۔ کہ قبیلہ کاکل صبح کا کہا نا تیرا منہ پکاویگا قبول فرمائیے۔ آپ نے کہا۔ کہ اچھا۔ اگر علی الصبح لائیگا۔ تو میں کہا لونگا۔ ورنہ سویرے چلا جاؤنگا نورخان نے قبول کیا۔ اور صبح کو بہت سویرے گوشت وغیرہ تیار کر کے خدمت میں لایا۔ آپ نے نوش جان فرمایا۔ اور پھر وطن کا رخ کیا۔ اتفاق سے کہہ دیتے اجا نورخان مذکور کا اپنے رشتہ سے کسی معاملہ پر تنازعہ ہو گیا۔ اور پھر انکیا کے پاس پانچ سو روپیہ لکھنے لکھ کر لیا گیا۔ اور وہ وقت قلعہ منگروکھ میں رہتا تھا۔ جو لوگوں نے شریف سے منسلک ہونے کے لئے کہا تھا۔ اور ان کے نزدیک ہے۔ جب وہ نورخان مذکور قبیلہ منگروکھ کے پاس پہنچا۔ اور وہاں سے اپنے رشتہ بازوں اور کشتی کا ارادہ تھوڑے دن سے دور کر دیا۔ اور انکی خدمت میں رہا۔ اور آپ کوہ درگ میں خواجہ کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ جب وہاں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر باپوسی کی تو آپ نے فوراً پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ تو وہی بلوچ ہے جس نے ہمارے کسی ہمسایہ کو ہلاک کیا

خاتم سلیمان سے ایک شخص سے

الغرض نورخان حضور کیندرت میں بیٹھ رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکو حقیکی ضرورت محسوس ہوئی مگر حیا مانع تھی۔ خواجہ صاحب تازگئے۔ اور کسی کو حقہ لائیکا حکم دیا۔ نورخان بہت ناوم ہوا۔ اسوقت تو حقہ سے کام لے لیا مگر آئینہ توبہ کر لی۔ کہ پھر بھی حقہ کا نام نہ لوں گا خواجہ صاحب نے اسکے آئیکا سبب بھی دریافت فرمایا تھا۔ تو نامبروہ نے کہا۔ کہ فقط حصول زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ شام کو جب پر نور بعد نماز مغرب عبادت کے حجرہ میں بیٹھے۔ تو نورخان مذکور کو یاد فرمایا۔ اور اسکو ارشاد فرمایا۔ کہ اپنا دایان ہاتھ مجھے دے۔ نامبروہ کا بیان ہے۔ کہ مجھ پر خوف طاری ہوا۔ اور میں نے اپنا ہاتھ دینے سے انکار کیا۔ آپ نے مکرر سہ کر رہی فرمایا۔ اس پر میں نے جرأت کی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر عرض کی کہ قبہ میرے ہاتھ کو محکم بکڑے۔ دستم چنان بکیر کہ گوئید دستگیر۔ الغرض اپنے خوب ہاتھ کو بڑھا کر فرمایا۔ کہ میں نے اسے خوب بکڑا ہے۔ اس کے بعد جو ر دو وظیفہ فرمانا تھا۔ تلقین فرمایا۔ تھوڑی سی مدت کے بعد نورخان مذکور خواجہ صاحب کی خدمت میں آکر رہا اور ایسا مقرب درگاہ ہوا۔ کہ آپ اسکے بغیر مشورہ کوئی کام نہ کرتے تھے۔

دیگر منقول ہے کہ ایک دولت مند خواجہ صاحب کے عنادر کھتا تھا۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب کیندرت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ کہ یا خواجہ یا تو مجھے موسیٰ بنا دو یا مجھے فرعون کر دو۔ آپ خاموش ہو گئے نورخان موجود تھا۔ اسنے کہا کہ خواجہ صاحب بزرگ آدمی ہیں۔ وہ تیری بات کا کیا جواب دیں۔ میرا جواب سن لے۔ اور چلا جا۔ تو نے کہا ہے۔ کہ یا تو تمہیں موسیٰ بنایا جائے یا فرعون۔ سو تمکو واضح ہوئے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو پیغمبر تھے۔ اور پیغمبری ہمارے رستو لکریم حضرت محمد صاحب روحی فداہ پر ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ ختم المرسلین تھے۔ اسکے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئیگا۔ پس تیرا موسیٰ بننا تو غیر ممکن ہے۔ باقی ہے۔ فرعون بنانا۔ سو تو پہلے ہی فرعون ہے۔ تجھے دوسرے کے کرنیکی کیا ضرورت وہ شخص خاموش ہو گیا۔

دیگر۔ عمرخان سکندہ نکول۔ ایک شخص اجازت مند اور صاحب حیثیت تھا۔ میان صالح محمد سے روایت ہے کہ نواحی سنگھ ٹہین سے پہلا شخص خواجہ صاحب کے سلسلہ غلامی میں داخل ہوا۔ غائبانہ ہی شخص تھا اور اس کے سب سے پہلے خواجہ صاحب کو ایک گھوڑی نذر دی اس سے پہلے خواجہ صاحب ہمیشہ پاؤہ سفر فرماتے تھے۔ اور بعد گھوڑی پر سوار ہوتے تھے اس گھوڑیکا

نام سوہلی تھا۔ جب وہ خواجہ صاحب کامریدیہ ہوا۔ تو خواجہ صاحب کیلئے شہر مکول میں۔ جو تو لسنہ شہر سے پانچ گوس جنوب مشرق کی طرف ہے۔ چند مکانات تیار کرائے۔ اور کچھ کنوئیں خواجہ صاحب کو نذر کے طور پر پیش کئے۔ مگر خواجہ صاحب نے سوائے گہوڑی کے باقی سب چیزوں سے انکار کر دیا۔ اور اسکے حق میں دعائے خیر کی۔ نامزد ہمیشہ حصول زیارت کے لئے تو لسنہ شریف حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر دیکھو تقدیر کی بات۔ چونکہ بیچارہ جاہل تھا۔ اخیر عمر میں لوگوں کے بہکانیسے وہ مرتد ہو گیا۔ لوگوں نے اُسے کہا تھا۔ کہ تو نے کیوں اپنے ابا و احب داد کے مرشدوں کو چھوڑا۔ اور ایک اٹھان روہیلہ کامریدیہ ہوا۔ غرض لوگوں کی اس کارروائی سے نامزد نے بوجہ ارتداد تو لسنہ شریف آنا بند کر دیا۔ اور زیارت خواجہ صاحب غریب نواز سے محروم رہنے لگا۔ کچھ مدت یہی حالت رہی۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب حسب معمول گھر شریف گئے ہوئے تھے۔ تو وہ سخت بیمار ہوا۔ اور جب حالت نزع اس پر طاری ہوئی۔ تو اسکی شکل مسخ ہو گئی۔ اور کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ کتے پھاڑ ڈالے۔ اور لوگوں کو کتے کی طرح پہاڑنے لگا۔ اور نیز کلمات کھرنے لگا۔ جب اسکی یہ بدتر حالت ہو رہی تھی۔ موسیٰ نام حجام جو خواجہ صاحب کامریدیہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اُس کے پاس گیا۔ اور اسکو کہا۔ کہ یہ ہے بدلہ اس سزا کا جو تو نے ارتداد اپنے پر خواجہ محمد سیلیمان سے کیا ہے۔ اب بھی تو بکر۔ اور خواجہ صاحب کی طرف رجوع کر جب نامزد نے خواجہ صاحب کا نام سنا۔ تو بہت ناام ہوا۔ اور اپنے ارتداد سے توبہ کی۔ اور ٹھنڈے سانس بھر کر زار رونے لگا۔ اور خواجہ صاحب کا نام لیکر طالب استمداد ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ اسکی زبان پر کلمہ طیب جاری ہوا۔ اور توبہ و استغفار کرنے لگا۔ اور اپنی اصلی حالت پر آیا۔ اور لگا اپنے رشتہ داروں کو ملامت کرنے۔ کہ اب تمہارے پیر کہاں گئے تھے۔ کہ میرا ایمان سلب ہو چکا تھا کسی نے نہیں چھڑایا۔ آؤ دیکھو۔ میں نے جو خواجہ صاحب کی طرف رجوع کیا ہے۔ اسکی سبب یہ ہے کہ زبان سے خود بخود کلمہ طیبہ و کلمہ استغفار جاری ہے۔ یہ میرے مرشد کی کمالیت کی دلیل ہے کہ اگرچہ میں مرتد ہو گیا تھا۔ مگر اب پھر وہ انکی طرف رجوع کیا ہے۔ سبب سنا دینے ہو گیا ہے اور مجھے دولت ایمان پھر از سر نو ملی ہے۔ یہ کہہ کر نام مبارک زبان پر لایا۔ اور پھوڑی دیکھے بعد انتقال کیا۔ جب عمر خان کی نازک حالت ہو رہی تھی۔ اور اسنے خواجہ صاحب کی طرف رجوع

عمر خان مکول کی زیارت

کیا۔ اور انکو یاد کیا۔ آپ اسوقت موضع تاجروں میں اپنے بنگلہ کے اندر نشست فرماتے۔ دفعۃً آپ کا چہرہ متغیر ہوا۔ افسوس آپ نے سر زانو میں جھکا لیا۔ اور تھوڑی دیر مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ اسکا بعد سراٹھایا۔ اور خداوند کریم کا شکر ادا کیا۔ سب حاضرین اس امر سے متعجب ہوئے۔ کہ چہرہ مبارک کی تغیری کا کیا موجب ہے۔ دوزخان گربانی جو کہ مشیر تھا۔ اور کمال عنایت کی وجہ سے دلیر ہو گیا تھا۔ مصداق سچ کر نہائے تو مارا کر گستاخ ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ کہ کس وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوا۔ اور آپ نے بعدہ اسکا ٹپھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص اوایل عمر میں میرا مرید ہوا تھا۔ اخیر عمر میں وہ لوگوں کے بہکانے سے مرتد ہو گیا۔ اسکی نزع کی وقت حالت بہت دگرگوز ہو گئی۔ اب پھر اس نے اپنی غلطی سے توبہ کی۔ اور مجھے یاد کیا۔ اور مدد کا طالب ہوا۔ میں نے دیکھا۔ اسی میں اسکے واسطے دعا کی ہے۔ خداوند کریم اسکو اپنی حالت پر لایا۔ اسواسطے میں اللہ پر اپنی زبان پر لایا۔ اگرچہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ مگر دولت ایمان لیکر رہا ہے۔ اور مرتے دم اسکی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ میان صالح محمد فرماتے تھے۔ کہ آپ کی مراقبہ میں اسوقت یہ صورت تھی۔ کہ چونکہ لگا کر وہ دن کہنیوں کو کہنیوں میں رکھ لیا۔ اور ہاتھ سیدھے کر کے سر کو جھکا کر ان پر رکھ لیا۔ اسطور پر چہرہ دیر بیٹھے۔ میان محمد کا بیان ہے۔ کہ میں نے اسوقت تاریخ اوقات نوٹ کر لیا۔ جب خواجہ صاحب قاسم شریف تشریف لائے۔ بنگلہ میں نشست فرماتے۔ کہ موسیٰ حجازی نے عرض کیا کہ انتقال اور اسکی دگرگوزہ حالت کا ذکر کیا۔ ہم نے تاریخ ملائی تو وہی وقت تاریخ تو

دست او جز قبضہ اللہ نیست

دست پر زلفان کونانہ نیست

تاید اللہ فوق ایدیم بخواند

دست اور حق چو دست خوش خواند

دیگر۔ ایک دن سادو نام بلوچ جو خواجہ صاحب کا غلام تھا۔ اور بوجہ اس امر کے کہ خواجہ صاحب اکثر اسکے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ یہ قدر گستاخ اور بے ادب ہو گیا تھا۔ ایک دن آنجناب ادا حق میں مستغرق تھے۔ وہ آیا۔ اور اگر قد موسیٰ کی آپ نے پوچھا۔ کون ہے۔ اس نے کہ واہ واہ اگر آپ اس جہاں میں اپنے مریدوں کو نہیں پہچانتے۔ تو قبر و شتر کے دن کس طرح مریدوں کو شناخت فرماویں گے۔ خواجہ صاحب کو اسکی بات ناگوار گزری۔ فرمایا کہ اے بیوقوف لہجہ میں پہلا میرا قدم ہوتا ہے۔ اور اسکے بعد آدمی کو داخل کیا جاتا ہے۔ اور ایسا ہی میاں

شیر محمد کلروانی سے روایت ہے۔ کہ ایک دن حضرت خواجہ صاحب عرس حضرت قبلہ عالم پر تشریف لیکے تھے۔ رات نیوقت چند عورتیں زیارت کیلئے آئیں۔ اور روز قیامت کا تذکرہ کرنے لگیں۔ میں بھی اپنی خواجہ کے اظہار کے لئے گیا ہوا تھا۔ ایک عورت بول اٹھی۔ کہ غریب نواز کو کھو کھا آدمی کیا مرد کیا عورتیں آپکی دست بعبیت ہوئیں۔ اور حال یہ ہے کہ آپ کسی کو زیادہ دیر بیٹھے نہیں دیتے اور کیا دن ہو کیارات لوگ بعبیت کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر ایک کو بھروسہ یہ ہے۔ کہ قیامت کے دن آپ کام آویں گے۔ اور ادا کریں گے۔ مگر حیرانی ہے کہ کروڑوں مخلوقات میں سے آپ اپنے مرید لسطرح پہچان سکیں گے۔ آپ نے جواب میں اسطرح ارشاد فرمایا۔ کہ رات کا وقت ہوتا ہے اور چھ سات پروا ہے اپنی اپنی بھٹی میں ملا دیتے ہیں۔ اور پھر حسب چاہتے ہیں۔ ہر ایک اپنے ریوڑ کو جدا کرتا ہے۔ حالانکہ تمام بھٹی میں ہم رنگ ہوتی ہیں۔ اور حالانکہ لوگ چرواہوں کو حق اور بیوقوف کہا کرتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے مریدوں کو شناخت نہ کر سکوں گا۔

دیگر میان صالح محمڈ سے روایت ہے۔ کہ ایک بار خواجہ صاحب حسب معمول عرس پر گئے ہوئے تھے۔ اور ان دنوں میں نواب بہاولخان صاحب والے بہاولپور نے صاحبزادگان شہار اور انکے لواحقوں کی جاگیرین ضبط کی ہوئی تھیں۔ جب عرس ہو چکا۔ تو ابھی سب علماء و فضلاء صلحا مثلاً قاضی قاسم محمد صاحب حافظ جمال الدین صاحب وغیرہ سب موجود تھے۔ یہ سب ایک سامان کے نیچے جو روضہ مبارک کی سمت جنوب تھا۔ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک اچھا خاصہ مجمع تھا۔ مگر خواجہ محمڈ علیہاں صاحب اسوقت اپنے حجرہ میں مشغول ہیں تھے۔ قاضی صاحب نے حافظ جی صاحب کو ارشاد کیا۔ کہ آپ خواجہ صاحب کی خدمت میں جائیں۔ اور انکو اس امر سے اطلاع دیں۔ الغرض حافظ جمال الدین صاحب حجرہ کی طرف آئے۔ اور دروازہ پر آکر آواز دی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ او سو حافظ صاحب ہیں۔ کچھ ارشاد ہے۔ آپ نے عرض کی۔ کہ غریب نواز نے مجلس تک قدم رنجہ فرمائیں۔ الغرض خواجہ صاحب نے اسوقت نعلوں پہنی۔ اور ساتھ ہوئے۔ دیکھا کہ ایک بڑا مجمع ہے۔ اور سب لوگ بعبتہائے عظام کے بیٹھے ہیں۔ قاضی صاحب نے حافظ جی کو فرمایا۔ کہ آپ ذرا مہربانی کر کے سارا حال خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کریں اور سب کا دعا یہ تھا۔ کہ نواب صاحب کے پاس اگر خواجہ صاحب بطور سفارت و سفارت

قدم رنج کریں گے۔ تو ضرور ہے۔ کہ یہ روزِ قرہ کی بندش رفع ہو جاوے گی۔ جب خواجہ صاحب نے سارا تذکرہ اول سے آخر تک استماع فرمایا۔ تو کہا۔ کہ دیکھئے صاحبان! ہم تو بیمار ہی آدمی ہیں۔ منت اور خوشامد کرنی تو ہم ابتدا سے ہی نہیں جانتے۔ مجھے نواب کے پاس جانے سے گریز نہیں ہے۔ کیونکہ اپنے مرشد زادوں کا کام ہے۔ مگر طریقہ لجاجت کی امید نہ رکھئے۔ محلہ الاوٹرائین محلہ کہاؤٹڑ۔ ہماڑی عادت ہے۔ یعنی موٹا کھانا موٹا پہننا۔ اور سخت کلام کرنا ہمارا کام ہے۔ جانکو تو میں جاتا ہوں۔ مگر کچھ مجھ پر گلہ شکایت معاف کہ کام خراب کر کے آیا۔ دو باتیں کر کے آیا۔ یا مٹی داکھیکار یا کھلیں و اچھکار۔ یا اوصریا اوصریا ہوں نے متفق اللفظ ہو کر عرض کیا۔ کہ روزِ قرہ کی گڑبڑ سے ہمیں ہی منظور ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم نے نہایت مجبور ہو کر آپ کو تصدیعہ دیا ہے۔ اگر کوئی اور آدمی اس کام کے لائق ہوتا۔ تو ہرگز حضور پر روز کو یہ تکلیف نہ دیتا۔ الغرض خواجہ صاحب نے بہاؤ پور کا ارادہ کر لیا۔ میان قادر بخش جو کہ نواب صاحب کا پرچہ نویس تھا۔ یعنی جو حالات بارگاہ میں ہوتے رہتے۔ وہ نواب صاحب کو لکھا کرتا تھا۔ اوس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی اگر آپ آج ہی تشریف لیجاتے ہیں تو پہلے اپنے ہاتھوں سے میرا تو کام تمام کرتے جائیں۔ کیونکہ نواب بہاؤ پور مجھے تو زندہ نہ چھوڑے گا۔ اور کہہ گا کہ کیوں تو نے ہکو پیشتر اطلاع نہ دی۔ اسوائے اسے آپ سے یوم قیام فرمائیں۔ غرض خواجہ صاحب نے یوم وٹان قیام اور میان قادر بخش نے آپ کی تیاری کی اطلاع دربار میں بھیج دی۔ نواب صاحب نے میان قادر بخش کو فی الفور خط کے پہنچ جانے کی واسطی خبر بھیج دی۔ ساتھ ہی راہ کے تمام حکام و کارداران کو اطلاع دی کہ راستہ میں خواجہ صاحب کی پوری پوری آدھگت کیجائے۔ اور خبردار کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ الغرض جب خواجہ صاحب نواب موصوف کے علاقہ میں داخل ہوئے۔ تو سب کچھ پہلے سے خشک تھا۔ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ غرض جب خواجہ صاحب کو چند کوس طے کرنے باقی تھے۔ تو نواب صاحب خود استقبال اور پیشوالی کیلئے حاضر ہوئے اور قدم بوس کر کے گھوڑی کی تتر پکڑی۔ اور احمد پور لے گئے۔ دوسرے دن جب مجلس منعقد ہوئی۔ تو نواب صاحب جناب مولوی عبد اللہ مولوی سکندر اور دوسرے علماء و فضلاء کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے۔ اور پہلے پہل قاضی عاقل محلہ صاحب کا گلہ کرنا شروع کیا۔ کہ جب دھرم کا علاقہ میں آتے ہیں۔ اور عرس قبیلہ عالم کو جاتے ہیں۔ خلعت کو تباہ اور برباد کرتے ہیں۔ بڑی بھری سے لوٹتے ہیں۔ انکو دغا کیجائے۔ کیونکہ ان کے لنگر

خواجہ صاحب نے بہاؤ پور چھوڑ دیا۔

دیگر ایک دفعہ نواب صادق محمد خان سپہ سالار بہادر لہنجان صاحب کلان نے صاحبزادہ
 صاحبان کے رشتہ داروں کے چہرے و صورت لیا تھا خواجہ صاحب کو یہ امر ناگوار گذرا۔ اور آپ
 نے ترسیل خط و کتابت بالکل بند کر دی۔ اس بات کو دیکھ کر نواب صادق محمد خان جو کہ خواجہ صاحب
 کا بڑا معتقد تھا بہت غمگین ہوا۔ اور عذر تقصیر کیلئے سید غلام شاہ کو موعظہ اشخاص پوٹیشن
 کے طور پر نوٹسہ شریف میں بھیجا۔ کہ جا کر معافی طلب کریں۔ اتفاق سے صاحبزادہ نور احمد صاحب
 بھی احمد پور آئے تھے۔ نواب صاحب نے انکو بھی شاہ صاحب کے ہمراہ بطور وکیل کر دیا۔ جب جہاز
 صاحب نوٹسہ شریف میں پہنچے۔ تو خیر و خوشی کے بعد نواب صاحب کے ساتھ صلح اور تصفیہ کے متعلق
 گفتگو شروع کی۔ اور عرض کی کہ ایک نوٹسہ شریف ہے جس سے سابقہ احمد پور تک قدم نہ بڑھائیں۔
 خواجہ صاحب ان دنوں علیل تھے بیماری کا علاج کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ آپ کی
 تک بھیتے ہیں۔ جب آپ بفضلہ بخوبی تندرست ہو جائیں۔ اس وقت ہمراہ چلیں اور ضرورت تکلیف
 فرمائیں۔ خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کے یہاں قدم نہ بڑھانے سے۔ میرا تمام مرض رفع
 ہو گیا ہے۔ اس سے صاحبزادہ صاحب کو اور بھی حیرت ہوئی۔ اور اپنی بات پر زیادہ اصرار
 کرنے لگے۔ خواجہ صاحب نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ کہ صاحبزادہ صاحب آپ کو اس کام کی
 خاطر بیان شریف لانا ہرگز مناسب تھا کیونکہ آپ کو کوئی خاطر تو میں نواب صاحب سے ناراض
 تھا۔ اس لئے آپ کے لواحقین پر چرمانہ کیا تھا۔ اور آپ کو یہی مناسب لگے تھے تشریف لائے
 میں صاحبزادہ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا کہنا سچ ہے اور لاچار ہو کر آئے ہیں۔ ہماری
 گذران اسکے ملک میں ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نہیں وہ تمہارے ملک میں ہے۔ اور
 اسکی گذران تمہارے ملک میں ہے۔ خداوندکرم کا لفظ بھی کرنا چاہئے۔ کہ آپ کا والد ماجد ^{قطب الاقطاب}
 ہے۔ آپ خدا کا دروازہ چھوڑ کر اہل دنیا کے پاس التجا لیجاتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب اس بات کے
 سننے سے بہت منفعل ہوئے۔ اور عرض کی کہ قبائلیں تو نقطہ آپ کی زیارت کیلئے آیا ہوں۔ اور
 احمد پور میں میں کسی ضروری کام کو پاسٹہ کیا تھا۔ وہ آپ یہاں نواب صاحب کا وکیل بن کر آیا ہوں
 میں فقط آپ کی زیارت کے حصول کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ
 میں نے حضرت قبلہ عالم صاحب کی مخالفت میں کہا تھا۔ کہ اگر مجھ پر تیرے سنگ کے دروازہ بھیجے۔

تو جاؤنگا۔ اور عذر نہ کرونگا۔ اور آپ کے حصول مطلب کے لیے ہر ایک جگہ جاؤنگا۔ مگر نواب صاحب کے پاس
 شہر احمد پور میں ہرگز نہ جاؤنگا۔ آخر کار آپ شہر سلطان پور میں گئے۔ اور احمد پور یا بہاولپور نہ گئے
 نواب صاحب سلطان پور حاضر ہوا جب خواجہ صاحب نے ان پہنچے۔ تو آپ کی نظر ایک ریوڑ پر پڑی۔ چوہا
 کیسی بھڑین میں۔ میان غلام رسول نے براہ کسر کہا۔ کہ حضور کا نوالہ ہے۔ غراب سے غصب کر کے آپ
 کی دعوت کیواسطے اکٹھا کیا ہے۔ اس سے آپ مگر خاطر ہوئے۔ ڈیڑھ پہرات کے بعد خبر لگی۔ کہ
 نواب صاحب بھی تشریف لائے ہیں۔ خواجہ صاحب نے صاحبزادہ نور احمد صاحب کے پاس خاطر اس
 مکان کو رونق بخشی۔ وہاں نواب صاحب یاد رکھے میں ڈال کر سرو پار بنیہ تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا
 اور وہ نوٹا تھو باندھ کر غلام کو کھڑے کھڑے کہہ کر اپنے کمانڈر لکھا۔ اور اسکی فوج چاروں طرف صفت
 کھڑی تھی۔ جب اسکی نظر سپاہ پر پڑی۔ تو حکم دیا۔ اسے کھنڈ۔ دور چلے جاؤ۔ کیا تم میرا تماشہ دیکھنا
 چاہتے ہو۔ بہت دیر تک یہی حالت رہی۔ خواجہ صاحب نے نہ تو بیٹھے کا ارشاد کیا۔ اور نہ ہی کچھ کلام
 کیا۔ اسوقت صاحبزادہ نور احمد صاحب بھی کوٹا لیا صاحب کے حال پر بہت رحم آیا اور انکیواسطے
 سفارش کی۔ کہ برائے خدا ان کا قصور معاف فرماؤ میں نواب صاحب نے عرض کیا کہ میں کرم بردہ ہوں اپنے ارشاد
 کیا۔ کس نے تجھے مریدی میں داخل کیا ہے۔ اور تو کس سلسلہ میں ہے۔ نواب صاحب بول اٹھے کہ
 میں قاضی عاقل محمد صاحب کی بیعت ہوں۔ اور سلسلہ چشتیہ پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نہ تو
 مرید ہے۔ نہ کسی سلسلہ میں داخل ہے۔ نواب صاحب نے سوال کیا۔ کہ غلام کو باوجود بیعت کرنے اور پیر
 کامل کا ہاتھ لینے کے وجہ عدم مریدی معلوم نہیں ہوتی۔ خواجہ نے فرمایا۔ کہ آپ تو بعلم اور جاہل
 ہیں۔ کسی اہل علم کو طلب کیجئے۔ کہ اسکو میں عدم مریدی آپکی ثابت کر دوں۔ مگر ایک مثال آپ
 کے سامنے بھی بیان کیجاتی ہے۔ دیکھئے کشتی میں ہزاروں من اسباب ہوتے ہیں۔ مگر اتفاقاً
 ایک بیخ نکل پڑے۔ تو کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ یہی حال پیری مریدی کا ہے۔ اگر پیر سو بار مرید
 کو لے۔ کہ تو میرا مرید نہیں ہے۔ تو مرید مرید نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مرید ایک دفعہ اپنی زبان پر لائے۔
 کہ میں تمہارا مرید نہیں ہوں۔ تو اسی وقت مرید ہو جاتا ہے۔ اور بیخ کی طرح اسکی کشتی ایمان بھی بھر
 خدالت میں ڈوب جاتی ہے۔ نواب صاحب نے عرض کی کہ میں نے کس کے آگے کہا ہے۔ کہ میں
 آپ کا مرید نہیں ہوں۔ اسپر خواجہ صاحب نے جب تک ایک کاغذ لکھا لا جو کہ نواب صاحب کی ہر

سے مزین تھا جس سے صاحبزادہ صاحب محلہ آشری کو لکھا تھا۔ کہ شاید مجھے مرید تصور کر کے تنگ کرتے ہیں۔ میں مرید نہیں ہوں۔ خالص صاحب پروانہ کے پڑھنے اور مہر کے دیکھنے سے کمال متحیر ہوئے۔ پھر عرض کی کہ آپ نے کون سے قصور پر اس غلام کو معرض خطاب میں ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ کو معلوم نہیں ہے۔ آپ کے والد نے قوم مہاران کے ساتھ ہو کر صاحبزادہ نور محمد صاحب کو جوہار اسپر زادہ ہے۔ شہید کیا۔ اور قونے فلان صاحب کی حمایت پر اس بگیناہ کو قتل کیا ہے اور بارہ سو روپیہ صاحبزادہ کے لواحقان اور عمان کے ہندوؤں سے جرمانہ وصول کیا ہے اور نیز آٹھ سو روپیہ مولوی عبدالرحمن کلروالی کے متعلقین ناحق مصادروہ کیا ہے۔ اور نیز مولوی صاحب کو سہ دربار تو نے بڑا بھلا کہا۔ اور عمل نیکیاں تیرے ملازم نے مردم کہوسہ کو تنگ کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ میرے آوردہ اور پروردہ تھے۔ ابھی تو وجہ بخش پوچھتا ہے۔ ارے... تو نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہوا ہے۔ اور تجھے اس سپاہ سے ڈرانا ہے۔ کھڑا ہو۔ اور سامنے نہ بیٹھ۔ اور میری نظروں سے بہت پٹ اوچھل مویا۔ تیرا بیان بھینسا سرسری موجب نقصان ہے۔ تو علما و فقرا کا منکر ہے۔ اس نے بڑی عاجزی سے عرض کی۔ کہ کیا میں اسد خان سے بھی گیا گذرا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تو اس کے نوکروں کے برابر بھی تجھے خیال نہیں کرتا۔ ملتان میں جب بلوہ ہوا۔ تو نے اپنی فوج سکھوں کی فوجوں کی کمک کیلئے بھیجی۔ اور اسد خان نے ایک دھڑی بھی انکوندی اور ایک نفر بھی کمک کو نہیں بھیجا۔ جسوقت نواب صادق محمد خان صاحب کو کوئی جواب نہ بن آیا۔ فی الفور شیخ عزیز کو جو کہ یوں تھا۔ حکم دیا۔ کہ اس وقت دو ہزار روپیہ حضرت کی نذر کرے۔ خزانچی نے عرض کیا۔ کہ بہت لچھا کل دو ہزار بھی نذر کیا جاویگا۔ اور اسوقت تو انتظام مشکل ہے۔ یہ کچھ ہی کا علاقہ بالکل مفلس ہے کہان سے دو ہزار روپیہ لیا جائے۔ خواجہ صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ اسے گدا کرنا دور ہو۔ اب تو گستاخ اور زبان دراز بھی ہو گیا۔ شاید آپ نے بہن قاضی صاحب تصور کیا ہے۔ خالص صاحب نے سوال کیا۔ کہ کیا قاضی صاحب ولی اللہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ تھے۔ مگر وہ صاحب خستہ و تسلیم تھے۔ ایسا حوصلہ تو ہم سے ہونا ناممکن ہے۔ تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔ کہ ہمارے پاس خاطر و سنی روپیہ کسٹے عمل نیکیاں کو نوکری سے برخواست کرتے۔ اور خداوند کریم نے بگینا ہونے کے

محلے۔ آفرین ہے لای صاحب پر کہ ان باتوں سے ذرا بھی بخیر نہ ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ ایسا نادر آدمی تھا۔ اور خدا کا طالب ہے۔

قتل کے عوض میں جو کچھ اسکا حال کیا۔ تو نے اپنی آنکھ سے معاینہ کیا۔ نواب صاحب نے سب کچھ کہا اور حکم دیا کہ میری گھوڑی کا زین زین لایا جاوے۔ اور دست بستہ ہو کر خواجہ نورا احمد صاحب کی طرف مراجعت کی۔ کہ خدا کی واسطے میرا قصور معاف کر او۔ پس صاحبزادہ موصوف نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَالصِّدِّیْقِیْنَ اب خا نصاحب کی تقصیر معاف فرمائی جاوے۔ اس پر خواجہ صاحب نے بموجب ارشاد اپنے مرشد زادہ کے نواب صاحب کا قصور معاف کر دیا۔ اور نفاختہ خیر پڑھا خا نصاحب اپنے مکان پر تشریف لگئے۔ اور سفید کپڑے میں وہ زین زین لپیٹ کر معرفت صاحبزادہ غلام نبی صاحب جو کہ اس وقت موجود تھے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں بطور نذر گذاری خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مہربانی کر کے اسکو دیوار کے باہر پھینک دو۔ کہ اس بلا کی واسطے ہم ساری رات پہرہ چوکی کیوں دیوں۔ پس صاحبزادہ صاحبان مہاروی اور مولوی عبدالرحمن صاحب نے اپنا راضی نامہ حضور میں پیش کیا۔ اور دو روز اپنے سلطان پور قیام فرمایا۔ اور تیسرے یوم وطن کی طرف فرمایا۔ وگر۔ راقم نے چند معتبر آدمیوں سے سُننا ہے۔ کہ جب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نواب سرور پر غصہ ہوئے۔ اور فرمایا تھا۔ کہ ازمن دور شو۔ تو خا نصاحب لاچار ہو کر یہ الفاظ کہہ کر اپنے ڈیرہ کو چلے گئے کہ خیر صاحب اگر آپ ہم سے راضی نہیں ہوتے۔ تو ہمارا بھی اللہ ہے۔ جب خان موصوف اپنے ڈیرہ پر آئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ خا نصاحب جان کے خوف سے بہاگے بہاگے واپس حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور صاحبزادہ نورا احمد جی سے بولے۔ کہ خدا کی واسطے میرا قصور معاف کر او۔ کیونکہ میری جان کی خیر نہیں۔ اور خواجہ صاحب نے یہاں خاطر حضرت صاحبزادہ صاحب انکا قصور معاف کر دیا۔

وگر۔ سید رحیم شاہ نے سید یار شاہ کے پاس روایت کی ہے کہ ایک دفعہ میں بلدہ ناوون سے چچہ دور چلا تھا کہ رستہ میں کیا دیکھا ہوں کہ سرس کے درخت کے نیچے ایک چوہا بھاڑا تھا اور اس پر نہایت عمدہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اور خدنگار و مجاور لوگ بیٹھے ہیں۔ اور بہت سے لوگ زیارت کرنے چلے آتے ہیں۔ میں نے خدام سے دریافت کیا۔ کہ یہ کیا مکان ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ایک دفعہ تو لشکر شریف کے پیر نے اس جگہ ایک گھنٹہ کے لئے ڈیرہ لگایا تھا۔ اور لوگوں نے ہم سے کہا۔ کہ اگر تم لوگ اس جگہ کی عزت کرو گے۔ تو ہمیشہ خوش و خور رہو گے۔ اس پر ان کے

بعد ہم نے اس مقام کی عزت کرنی شروع کی۔ اور ہجو پیر تونسہ شریف کے قدموں کی برکت سے
یہ سب مکانات اور چاہات وغیرہ خداوند کریم نے عطا کئے ہیں۔ اور ہم بڑے مزے سے زندگی بسر
کرتے ہیں۔ اور اس جگہ میں یہ خاصیت ہے۔ کہ جو ماہتمند یہاں آئے۔ ضرور اسکی مراد پوری ہوتی ہے
راقم کا خیال ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب تو ہمارے شریف اکثر جاتے تھے۔ اور ایک دفعہ دہلی اور اجیر
شریف کے درمیان علاقہ میں جانا کبھی نہیں معلوم ہوا۔ یا اولیاء اللہ کا کام ہے۔ کہ ایک دم میں کہیں سے
کہیں پہنچتے ہیں۔ دیگر واضح ہوئے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ صاحب کو رتبہ **خوش الثقلین**
عنایت کیا تھا۔ اور کیا جن کیا انسب اگر سلسلہ غلامی میں داخل ہوتے تھے اور خواجہ صاحب
کے دروازہ کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ اور یہ روایت مشہور ہے۔ کہ کالو نام جن خواجہ صاحب
کنجیت میں حاضر ہو کر سرود گایا کرتا تھا۔ جس سے خواجہ صاحب از بس مسرور ہوتے تھے۔
چنانچہ اسکا ذکر کیا جاویگا۔

دیگر بیان یار محمد خان بلغانی سے روایت ہے کہ ابھی خواجہ صاحب کو وہ درگاہ میں سکونت پذیر تھے۔ اور
پہنوز تونسہ شریف میں شریف نہ لائے تھے۔ کہ ایک دن ایک شخص اپنی بیوی کو خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت
میں لایا جسکو عارضہ جن کا تھا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ اے جن کیوں تو نے اس بچاری کو گرفتار کیا
ہو اسے۔ اس غریب کو چھوڑے۔ تو جواب میں اس جن نے کہا۔ کہ غریب نواز چند روز سے میری اپنے
بے کو سخت بچاری ہے۔ اس واسطے میں نے اس عورت کو گرفتار کیا ہے۔ اور اسی کے وسیلے سے آپکی
زیارت ہوئی ہے۔ مہربانی کر کے مجھے ایک تعویذ عنایت کیجئے۔ کہ میرے بچے کو شفا ہو جائے۔ خواجہ صاحب
نے فرمایا کہ تو تعویذ کس طرح لیکھا جن نے جواب دیا۔ کہ آپ تعویذ لکھ کر سامنے والے پتھر پر رکھ دیجئے۔ میں
نی انفور اس عورت کو چھوڑ کر تعویذ لیکر اپنا رستہ لوٹکا۔ بعدہ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ تو نے اس عورت
کو کیوں گرفتار کیا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ موکل مجھ کو دروازہ سے آنے نہ دیتے تھے۔ اس واسطے اس
عورت کے ذریعہ آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ صاحب نے تعویذ لکھ کر اسی پتھر پر رکھ دیا۔ جن نے
عورت کو چھوڑ دیا۔ اور تعویذ لیکر مفقود ہو گیا۔ عورت اچھی ہو گئی۔ اور اپنے شوہر کیسیاتھ گھر چلی گئی۔
دیگر بیان محمد صاحب کے لفظوں میں لکھا ہے۔ کہ میری بیان میں اعمال کی اہلیہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ
سبب ہو گیا تھا۔ اور میں بالکل نحیف ہو گئی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ دل پر سخت بوجہ ہے

اور ہمیشہ اسقاطِ حمل ہو جاتا تھا۔ اور بقراری پر لے درجہ کی تھی۔ میں نے اسکا ذکر مولوی محمد امین سے
 جو حضرت خواجہ صاحب کے یارانِ مجاز میں سے تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ نشانی آسیب کی ہے لہذا
 انہوں نے چند تعویذ کیے بعد ویکرے لکھ دیئے۔ مگر مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میری ماں حضور کی خدمت
 میں پہنچی۔ اور جا کر عرض کیا۔ کہ ایک عالم کہتا ہے۔ کہ یہ عارضہ جن کا ہے۔ لیکن میری بیٹی تو **واللہ**
 اور ہمیشہ با وضو رہتی ہے۔ اسکو کس طرح جن نے گرفتار کیا ہوگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تو جا کر
 ۳ دفعہ پہلے دائیں کان میں اور پھر بائیں کان میں یا شیخ عبدالقادر شہید اللہ پڑھ کر
 پھینک دے۔ مگر اسکو عارضہ جن کا ہے۔ تو زیادہ بقراری ہوگی۔ اور واضح ہے۔ کہ اس سے پہلے
 میرا بدن بہت سوچ گیا تھا۔ جب میری والدہ نے آکر موجب فرمودہ عمل کیا۔ تو مجھکو اور بھی تکلیف
 زیادہ ہونے لگی۔ اور سارا بدن سوچ کر کپا بن گیا۔ جب میری والدہ نے خواجہ صاحب کی خدمت اقدس
 میں جا کر عرض کی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ مرشد کا نام لیکر سو رہا جن اسکے اوپر رقم کروا کر انشاء
 صحت ہو جاوے گی۔ عرض میری والدہ نے ایسا ہی کیا۔ اور اس سے مجھے کچھ آرام حاصل ہوا۔ اور جب
 خواجہ صاحب حرمِ سر امین تناولِ طعام کیلئے تشریف لائے۔ تو میں بھی کنیز کون کے گروہ میں جا
 بیٹھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ بلی تون کلو کی رات میڈے کول آیا ماوین تان ہم حیران تھے۔ کہ
 خواجہ صاحب کس کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ بعد خود میر لطف تو جہ کر کے وہی فقہ پنجابی میں کہا۔
 میں نے خیال کیا۔ کہ شاید میرا شوہر آیا ہو۔ اسپر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ نان سے نان۔ گذشتہ رات وہ
 جن میرا پاس آیا تھا۔ میں نے اسے کہا۔ کہ فلا نی عورت تو ہماری واقف کار ہے۔ تو نے اُسے کیوں
 گرفتار کیا ہوا ہے۔ اسکو چور سے۔ اس نے اقرار کیا۔ کہ بہت اچھا میں بھرنہ آؤنگا۔ اس پر مجھے معلوم
 ہوا۔ کہ اوہو کل رات جو مجھے آرام ہو گیا تھا۔ اسکا باعث یہی تھا۔ اسکے بعد میں جب کبھی جاننا نہ پوچھا
 تو صبح تندرست نپتے پیدا ہوتے رہے۔

دیکر۔ قاضی نور محمد صاحب سے جو کہ خواجہ صاحب کا مرید ہے۔ روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میری دختر
 انہوں نے گرفتار کیا ہوا تھا۔ اور اسکی بقراری سے سارا گھر مصیبت میں مبتلا تھا۔ میں ایک دن لایا
 ہو کر اسے بیہوشی کے عالم میں خواجہ صاحب کی فرار پر انوار میں لیکھا۔ اور اسکو غلامت کے نیچے جہاں
 ابدال تھائی۔ کہ غریب نواز جنات کی تاخت و تاراج فقط غلام کے گھر پر ہی۔

چھڑائیے۔ حقوڑی دیر کے بعد بچے کے پکارنے کی آواز آئی۔ کہ میں غلاف کو اتارتی ہوں۔ میں نے کہا کہ نہیں مٹی غلاف کو اپنے اوپر سے ایک لمحہ نہ اتارنا۔ خداوند کریم کی مہربانی دیکھو۔ کہ غلاف مبارک کے لمس سے میری دختر نیک اختر اچھی ہو گئی۔ اور پھر کبھی اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوئی۔ دیگر میان احمد قوال جو کہ حضرت کا خاص غلام تھا۔ اور بچپن سے لیکر اخیر عمر تک حضور پر نور کی صحبت میں رہا۔ اور فیض حاصل کرتا رہا۔ اس نے راقم کے پاس بیان کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ نواب شہیر محمد خان سکندریہ اسمعیلی نے ایک عریضہ حضور پر نور کی خدمت میں بھیجا۔ اور ایک خط میرے پاس بھیجا۔ کہ توجا کر خود حضور خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ خط دیکھو۔ میں چونکہ نواب صاحب کا وہیل تھا۔ اور انکا کام کاج کیا کرتا تھا۔ خط کو لیکر بنگلہ شریف کی طرف چلا۔ کیا سنتا ہوں کہ نہایت خوش الحانی سے کوئی گارٹا ہے۔ میں نے ایسی خوش آواز کسی قوال وغیرہ نہ سنی تھی۔ یہ آواز بنگلہ شریف کے اندر سے آ رہی تھی۔ ۵

گرد شمع حسن او پروانہ خود را یا فتم
تا فروز شتم در ویک دانہ خود را یا فتم
الذبلے آن پری دیوانہ خود را یا فتم
ساغر مستے و میخانہ خود را یا فتم

جان بجانان و آدم و جانان خود را یا فتم
من نہنگ عشقم و درج سربنایان او
سالہا گشتم بر اطراف جہان چون گرد باد
تا شدم مست از جمال یار چون ابن کین

اسکے سننے سے مجھ کو بھی لطف اور ذوق حاصل ہوا۔ اور میں اندرون بنگلہ شریف داخل ہوا۔ اور میں نے بنگلہ شریف میں سوائے خواجہ صاحب کے کسی کو نہ دیکھا۔ اور انکو عجیب حالت میں دیکھا جب خواجہ صاحب نے مجھ کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ اے احمد! یہ کیا وقت تیرے آنے کا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ میں میرا حال قمر الدین تصور یہ بیان ہو۔ اور وہ قصہ اس طرح ہے۔ کہ ایک دن حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں آ نکلا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تو کیسے وقت آیا۔ اس وقت میں خواب میں تھی۔ اور اس وقت سوزش شروع ہوئی۔ اور اسی سوزش سے میں بیمار ہوا۔ ۵

در خلوت گدایان سوسل کجا بخت
ابا برکہ بیوانی سادان شد است مایا

میان احمد قوال کا بیان ہے۔ کہ میں بہت ڈرا اور واپس جانیکا ارادہ کیا۔ خواجہ صاحب بڑی عنایت سے فرمایا۔ کہ اب جاتا کہاں ہے۔ آجاکس واسطے آیا تھا۔ میں نے عرض کی قبلہ! شہیر محمد خان

نے عرضی بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کون تیرے محمد خان؟ میں نے عرض کی۔ شیر محمد خان پٹھان سدوزی
 سکندریہ اسماعیلیان آپ نے فرمایا۔ اسکی مارگردن۔ اسوقت اسکا ذکر نہ کریں۔ نے خیال کیا۔ کہ یہ وقت اور
 اسوقت کوئی دل خوش کن بات کرنی چاہئے جس سے آپکا دل خوش ہو جائے۔ کیونکہ میں آکر اس مجلس
 میں ہاراج اور محل ہوا ہوں۔ عرض میں نے ایسا ہی کیا۔ اور جب خواجہ صاحب کو مہربان پایا۔ تو عرض کی
 کہ غریب نواز شیر محمد خان کی عرضی حضور میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا یہ وقت تو نہیں ہے کسی
 اور وقت دیکھا جاویگا۔ اسپرین اٹھا۔ اور جانیکا ارادہ کیا۔ کہ آپ نے کمال شفقت و محبت سے فرمایا۔ کہ
 کوئی گانا بھی سنا۔ میں نے عرض کی کہ ہاں غریب نواز! ایسا گانا تو میں نے کبھی نئے العرمین سنا
 تھا۔ فرمائیے کون گانا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک جن پانچ چہرے روز سے میرے پاس آتا تھا۔ اور کہتا تھا۔
 کہ ایک دن آپ میری چوکی بھی استیاع فرماویں۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ وہ میرے پیچھے بیٹھا ہے۔
 اور اس نے اپنا انگوٹھا چھپایا ہوا ہے۔ اور انگشت سبابہ کو دراز کیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ قبلہ
 مجھے خوف آتا ہے۔ میں اسکو نہیں دیکھنا چاہتا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اچھا جا جسوقت میں دروازہ سے
 نکلا۔ تو آپ نے فرمایا۔ شاباش میان کالو۔ اب شروع کرے۔ پھر وہی گانیکلی آواز آنے لگی۔ اور اسوقت
 تک برابر گاتا رہا۔ جبکہ آپ نے فرمایا۔ کہ میان کالو بس کر۔ اب بس کر۔ اور چونکہ اسوقت آپ کی
 زبان سے نکلا تھا۔ کہ سدوزیوں کی گردن مار۔ ویسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسکی حکومت
 اور ریاست سب جاتی رہی۔ دیگر۔ ایک دفعہ راقم بلدہ تاج سرور میں مقیم تھا۔ اور ایک معتبر آدمی سے
 سنا گیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز حضرت قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر تشریف
 لائے تھے۔ اور میں شام کو ضرور بنگلہ شریف میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ خواجہ صاحب۔ جہاں سوخت قبیلوں کیا
 کرتے تھے۔ اور میں عموماً یا تو نیکھا ہلایا کرتا۔ یا پاؤں دبا یا کرتا۔ اسکی سبب مول نیکھا ہلایا
 تھا۔ کہ خواجہ صاحب علی الرحمۃ قبیلوں سے بیدار ہوئے۔ اور تشریف لائے۔ اور تشریف لائے۔ اور تشریف لائے۔
 پاس پڑے ہوئے تھے۔ لیکر نئے الفوز بنگلہ کے باہر پہنچے۔ اور تشریف لائے۔ اور تشریف لائے۔ اور تشریف لائے۔
 سامنے تھا۔ اس پر پھینکنے لگے۔ اور پھر واپس تشریف لاکر بلپاپ پرواز ہوئے۔ میں نے عرض
 کی۔ کہ قبلہ اسطرح جلد تشریف لیجانے اور تشریف لےنے کا کیا سبب تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارے مرید
 جن میرے ملنے کیلئے آئے تھے۔ اور میں نے انکو منع کیا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کسی میرے فقیر کو اسباب

پہنچاؤ میں۔ میں نے عرض کی کہ قبلہ مجھے بھی جنات مشاہدہ کرتے جاویں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بدل ہوتے ہیں۔ تو ڈر جاویگا۔ پھر میں نے عرض کی۔ اور جب بار بار اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ چپا بنگلہ کے سب دروازے بند کر ڈئے۔ اور صرف ایک مشرقی دروازہ کھلا رہنے دے۔ عرض میں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی اندر آئے۔ تو اسکو آنے نہ دیجیو۔ اور آپ سو گئے۔ بھٹوری دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرقی دروازہ پر میرے سامنے کھڑا ہے۔ اور اندر آنا چاہتا ہے۔ مگر اسکا سر نڈارو ہے۔ میں بہت خوف زدہ ہوا۔ اور اشارہ سے منع کیا۔ اس نے طمانچہ مازیکا اشارہ کر کے مجھے اور بھی ڈرا دیا۔ میں نے اپنا سر نیچے کر کے خواجہ صاحب کے پلنگ پر ڈالا جب اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسکا ایک پاؤں تو بنگلہ میں ہے۔ اور دوسرا باہر پھریں نے منع کیا۔ اور اس نے پھر کسی طرح طمانچہ مارنے کی دھمکی دی۔ میں نے ڈر کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے میں خواجہ صاحب بیدار ہو گئے۔ اور وہ چلا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تھا۔ میں نے سارا ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اب ڈرتا کیوں ہے۔ تو نے ہی کہا تھا کہ مجھے جنات دکھا دو۔

خواجہ خضر علیہ السلام کی ملاقات

تحقیق نہ ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام کئی دفعہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے ملاقی ہوئے اور دونوں حضرات کے درمیان بڑی محبت اور دوستی تھی چنانچہ کئی دفعہ خود خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ اور اپنی ملاقات کا شرف خواجہ صاحب کو بخشا چنانچہ ایسا ہی معاملہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دیگر میان صالحی محکم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ خواجہ علیہ الرحمۃ خانقاہ حضرت قبلہ عالم سے روانہ ہو کر صاحبزادگان مہاروی سے ملنے چلے پھر ان مشرفین تشریف لائے تھو۔ میں اور میان جمال محمیشی اور چند دیگر شخص اس وقت کے ہمراہ تھے۔ جس وقت نالہ بریابی کے کنارہ پر پہنچے۔ کہ ایک شخص جسکی شکل و صورت اور لباس وہی پیشکش کیا تھا۔ اگر خواجہ علیہ الرحمۃ سے ملاقی ہوا۔ اور مصافحہ وغیرہ کر کے مختصر کلام کیا اور چلا گیا۔ آپ نے ہم سے دریافت کیا کہ سرکہ پہچانتے ہو۔ کہ یہ کون شخص تھا ہم نے لائمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔

دیگر مولوی احمد صاحب تونسوی سے روایت ہے کہ انہوں نے مولوی نور احمد صاحب سے استماع فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب بلکہ تاج سرور کو واسطے زیارت روضہ منورہ حضرت

قبلہ عالم صاحب تشریف لیجا ہے تھے۔ ایک لوق ووق صحرا میں ایک شخص درویش صورت آکر
 خواجہ علیہ الرحمۃ سے ملاقی ہوا۔ اور آپ سے اور سب دیگر سہرا میں سے مصافحہ کیا۔ لیکن جب میرے
 پاس آیا۔ اور مصافحہ کیلئے ہاتھ پھیلائے۔ میں نے مصافحہ نہ کیا۔ جب وہ درویش چلا گیا۔ تو خواجہ
 علیہ الرحمۃ نے مجھ سے استفسار فرمایا۔ کہ آپ نے اس درویش سے کیوں مصافحہ نہ کیا۔ میں
 نے عرض کی۔ کہ قبلہ! میں نے سنا ہے۔ کہ بعض اشخاص میں یہ خاصیت ہوتی ہے۔ کہ وہ جب کسی
 سے مصافحہ کرتے ہیں۔ تو جو کچھ نعمت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ مصافحہ کرتے ہی سلب
 کر لیتے ہیں۔ اسی باعث سے میں خوف زدہ ہوا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ جو کچھ نعمت مجھے اپنے مرشد
 مولانا نور محمد صاحب نارووالہ کی جوتیوں کی طفیل حاصل ہوئی ہے۔ وہ سب فقیر سلب کر لیں۔
 خواجہ صاحب نے تبسم فرمایا کہ یہ شخص تو نعمت دینے والا تھا۔ اور چھپین لینے والا نہ تھا۔ میں نے عرض
 کی۔ کہ قبلہ یہ درویش کون تھا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام تھا۔ اسپر میں نے بہت
 افسوس کیا۔ کہ میں نے کیوں مصافحہ نہ کیا۔

دیگر۔ مولوی احمد صاحب مرحوم سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے مولوی نورا احمد صاحب سے سنا ہے
 کہ ایک دفعہ میں خواجہ صاحب کے ہجر کا پاک پٹن شریف میں حضرت گنج شکر صاحب کے عرس پر
 گیا ہوا تھا۔ ایک دن مجلس سماع خوب گرم تھی۔ حضرت صاحب مسجد کے محراب میں بیٹھے ہوئے تھے
 اور ہم سب گرجلہ بانٹھے بیٹھے تھے۔ اتنے میں خواجہ صاحب نے تبسم فرمایا۔ جو ظاہر کوئی بات نہ تھی
 میں نے سب دریافت کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ عوام الناس حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے
 واسطے سینکڑوں ورد و وظائف وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں۔ اور پھر بھی حضرت خواجہ صاحب صوف
 کی زیارت نہیں ہوتی۔ اور ہمارے پرانے عظام کی یہ خاصیت ہے کہ خود انکے مزاروں پر خواجہ صاحب
 تشریف لاتے ہیں۔ اسوقت مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ اور لوگ انکو روک کر ہیرا پیر کی طرح آ رہی ہے
 دیگر ایک دفعہ حضرت صاحب پاک پٹن شریف عرس کے موقع پر تشریف لے جایا ہے تھے۔ اور سید
 مستان شاہ خراسانی جو کہ حضرت کا خلیفہ اور صاحب حال و جذبہ تھا۔ ہمراہ تھا۔ اتنے میں راستہ
 کے درمیان حضرت خضر علیہ السلام ملاقی ہوئے۔ آپ نے سیدستان شاہ سے فرمایا۔ کہ اے میان حضرت
 خضر علیہ السلام موجود ہیں۔ اگر کچھ ان سے سوال کرنا ہے۔ دوبارہ آپ نے یہی فرمایا۔ سیدستان شاہ

نے فرمایا کہ غریب نواز! ہمارے حضور تو آپ ہی ہیں۔ ہمیں انکی کچھ ضرورت اور حاجت نہیں ہے۔
 تو دستگیر شوالے خضر چخبستہ کہ من پیادہ میسر و مہم سوار آمد
 حضرت خواجہ غریب نواز یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور شاہ صاحب کے اعتقاد پر چین
 رہ گئے اور حضرت خضر علیہ السلام چلے گئے۔
 دیگر ایک دفعہ خواجہ صاحب حسب معمول تاج سرور میں تشریف لائے تھے۔ اور کترین بھی ہمراہ
 حضور پر نور تھا۔ اور خواجہ صاحب ایک دن موضع نگہیران میں حضرت صاحبزادہ نور حسن صاحب کے
 ملنے کیلئے تشریف لگئے۔ میان صالح محمّد صاحب مولوی قادر بخش صاحب چشتی شیخ جمال مستم
 اور چند دیگر مردم بھی ساتھ گئے تھے۔ جب واپس خانقاہ شریف کی طرف آئے تھے۔ رہتہ میں جب
 ایک جائے مخصوص رہنے پر پہنچے۔ تو خواجہ صاحب نے لاکھ اوٹھا کر سلام کیا۔ ظاہرًا تو کوئی شخص نظر نہ آتا
 تھا۔ پھر اپنے دریافت فرمایا۔ کہ یہ کس کی زمین ہے۔ عرض کی۔ کہ فلاں چشتی کی ہے۔ آپ نے فرمایا
 کہ یہاں اکثر خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لایا کرتے ہیں۔ اس پر ساتھیوں نے عرض کی۔ کہ قبلا آپ
 نے خواجہ خضر علیہ السلام ہی کو سلام کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ خیر میں نے تو روضہ حضرت قبلا
 کو سلام کیا تھا۔ اسکے بعد میان صالح محمّد وغیرہ مقبران نے میرے پاس ذکر کیا۔ کہ اکثر فلاں چشتی
 میں حضرت خضر علیہ السلام خواجہ صاحب سے ملاقاتی ہو کر تے ہیں۔ اور بلکہ تاج سرور میں یہاں
 دیگر ایک دن خواجہ علیہ الرحمۃ تونسنہ شریف اپنے بنگلہ میں نشست فرما گئے۔ اور ذوال آفتاب
 کا وقت تھا۔ راقم الحروف اور چند دیگر اصحاب بھی گروہ میں ہوئے دیدار پر انوار سے سعادت
 حاصل کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص بالکل ضعیف مجلس میں آیا۔ اور سلام کر کے کونہ میں
 بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب نے اسکو دیکھ کر فرمایا۔ کہ کبھی کبھی خواجہ خضر علیہ السلام اس شکل میں اپنی زیارت کر لیا کرتے
 دیگر سید احمد دینی خلیفہ حرم رسول کریم صلعم نے ایک دفعہ خواب میں سید عرب و العجم فخر عالم کو
 خواب میں دیکھا۔ اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ توجا کر تونسنہ شریف میں حضرت خواجہ محمد سلیمان
 صاحب سے بیعت حاصل کرنا مردہ و مانسے روانہ ہو کر قطع منازل تونسنہ شریف میں آیا۔ اور بیعت
 کی۔ اور ساتھ ہی بہت سے تحائف وغیرہ جو نامردہ وہاں سے ساتھ لایا۔ بطور نذر خدمت اقدسہ
 میں پیش کئے۔ خواجہ صاحب نے علاوہ سپہ و اہل علم کے انکو صفات حمیدہ اور اصحاب پندیدہ سے

سے ملو ویکریاں لیاں۔ اور پھر وہ تو لسنہ شریف سے روانہ ہو کر اپنے وطن بلوچستان میں منور کو تشریف لے گئے۔
 دیگر قاضی نور محمد نے میان تاج محمد ارازمین سکنہ موضع سوگڑ سے رہائش کی ہے۔ کہ میان تاج محمد نے کہا کہ
 کہ میں محمد حسین بلخانی پر کہ وہ بھی خواجہ صاحب سے بیعت ہوا تھا۔ اور نہایت خوب اور خوش شکل نوجوان
 جوان تھا۔ نہایت فرقیہ و شیعہ تھا۔ بارہ ہر وقت افعال مذکورہ میں بغیر خیال مال اندیشی
 مصروف رہتا اور جو کارناشاہیستہ کہ جوان ہوا کرتے ہیں۔ ہر ایک میں حصہ لیا ہوا تھا۔ اور حال
 یہ تھا۔ کہ خواجہ صاحب کی ان پر بہت شفقت تھی۔ ایک دفعہ میں نے عرض کی۔ کہ غریب نواز محمد حسین
 چونکہ اکثر کلام خلاف شرع کرتا ہے۔ دیکھئے اسکا انجام کیونکر ہو۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ اسکا انجام بچا
 ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ وہ اول درجہ کا فاسق فاجر ہے۔ اور اب دن عیش پستی و شہوت
 پستی میں مصروف ہے۔ کس طرح اسکا انجام بخیر ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسکو تپ و قہر ہوگا۔ اور
 تین سال متواتر تکلیف اٹھائے گا۔ اور اپنے افعال ناشائستہ سے توبہ کر لیا سزا و نذر کریم لینے
 نھنل سے اسکی توبہ قبول کر لے گا۔ اور میں ہی انشاء اللہ اسکا جنازہ دہرہ منہ والہ سوگڑ لگاواں۔ اس پر میں
 خاموش ہو گیا۔ چند سال کے بعد اسکو تپ نے آو بایا۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا کہ اگر نہ ہوا۔
 اور سر روز لاغر اور نحیف البدن ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ تین سال برابر بیمار رہا۔ اور پھر چونکہ اس
 ختم ہو چکے تھے۔ انتقال کر گیا۔ جب اسکا جنازہ اٹھا کر لے چلے۔ اور سوگڑ سے راولپنڈی پہنچا کہ
 قاسم وقت میں جو حیرت تھا۔ کہ میں نے حضرت خواجہ صاحب کی زبانِ نبی بیاں سے یہ سنا تھا
 کہ خواجہ صاحب صوف بنفیس بنفیس خود اسکا جنازہ پڑھینگے۔ اور اسوقت خواجہ صاحب ٹھہرا
 شریف گئے ہوئے تھے۔ میں حیران تھا کہ سب بائیں پوزیشن ہو چکی ہیں۔ وہ اپنے گھر کے دروازے پر
 اپنی خیالات میں متغرق تھا۔ کہ دور سے گرواشتی دکھائی دی۔ میں نے کہا۔ کہ صاحب! وہ
 نماز جنازہ میں تعجیل مت کرو۔ دور سے سوار آ رہے ہیں۔ وہ بھی غسل نماز پڑھا رہے ہیں۔
 خواجہ علیہ الرحمۃ تھے۔ نماز جنازہ کے بعد فرمایا۔ کہ میان محمد حسین صاحب کے حوالہ کیا گیا۔ اسکی بعد
 آپ تشریف لے گئے۔

۱۰۰۔ خاکسار نے یہ تہ مولوی چراغ الدین صاحب سوگڑی سے جو کہ خواجہ صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ اور ان سے پڑھتے ہی ہے
 سنا ہے۔ مولوی چراغ الدین میان بلوچستان کے بیٹے ہیں۔ راتم کا بھی کہ موضع سوگڑ میں رہتے ہیں۔

و دیگر شاہ شجاع بسکاناتم تاریخ مندر فغانستان میں اپنی پیشکش سے جب دوسری دفعہ کرنری
 نک لیکر خراسان کی تسخیر کو واسطے جارا تھا۔ اتفاقاً اس کا گذر کوشہ شریف میں ہوا۔ رات کو وہ
 رہا۔ جب صبح ہوئی۔ تو کھنڈی پر سوار ہو کر حضرت خواجہ صاحب کے ہنگامے سے گذرا۔ مگر چونکہ دل میں غرور
 سلطنت تھا۔ اس واسطے بغیر دروغہ گزشتہ میں کے دروازہ پر جانا اپنی کشتیوں سمجھا تھا۔ اس واسطے
 سیر و شکار کے بہانہ سے وہ کھنڈی سے اتر گیا۔ جب کھنڈی تک پہنچا۔ تو پھول میں خیمہ نکال آیا۔
 اور اگر قد سوجھی کی۔ اور کہا۔ کہ میں سیر و شکار کو واسطے آیا ہوں۔ آپ کا بگڑ سامنے دکھائی دیا۔
 اب میں زیارت کیلئے ہاتھ مٹا رہا ہوں۔ خواجہ صاحب نے لفظ فرمایا۔ اور اپنے عمل پر جو فرس کا تھا
 بٹھایا۔ اور ساری گزشتہ سنی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اچھا اب خراسان کی تسخیر کا ارادہ ہے۔
 لیکن فرمائیے کہ کس کی پناہ میں ہوا ہے۔ اور نامبروہ کا چونکہ سخت برکت تھا۔ اس واسطے اس نے کہا
 کہ کہن دل خان اور پر دل خان کی پناہ میں جارا ہوں۔ جب کچھری کا وقت ہوا۔ تو لوگوں نے
 عرض کی۔ کہ آپ نے شاہ شجاع سے کیا دریافت فرمایا تھا۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ میں نے اس
 دریافت کیا تھا۔ کہ تو کس کی پناہ میں جارا ہے۔ نامبروہ نے جواب دیا۔ کہ کہن دل خان۔ پر دل خان
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ نامبروہ کا سخت برکت ہے۔ اور اسکو سلطنت کرنی نصیب نہ ہوگی۔ خواجہ صاحب
 کا اس سے دریافت فرمانے کا منشا یہ تھا۔ کہ اگر وہ کہے گا۔ کہ میری تو سوسے ذات باری تعالیٰ کے کوئی پناہ
 کی جگہ نہیں ہے۔ اسی کے بھر و سہ پہر جارا ہوں۔ تو خواجہ صاحب شاید توجہ فرماتے۔ اور وہاں خیر اسکے
 واسطے طلب کرتے۔ مگر چونکہ نصیب تھا محسوس نہ کیا۔

ہران کا مسلمان ہونا اور ہران کے فرزندوں نے زور پیش برد

کہتے ہیں۔ جب کہ نامبروہ چلا گیا۔ اس زمانے میں شیخ محمد نے فرمایا کہ خواجہ صاحب کی خدمت
 میں بھیجا۔ اور عرض کی۔ کہ غریب نواز شاہ شجاع سے کہ کہ نصیب اجا رہا کہ واسطے کا غڈ لکھو اسکے
 کیونکہ نامبروہ فتح خراسان کی واسطے جارا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اسکو فتح ہو جائے۔ تو وہ کھریڑے
 کام آئیگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اسکو کوئی سلطنت نہیں ملیگی۔ مگر شیخ محمد نے بہت عاجزی
 وغیرہ کی۔ تو آپ نے ایک مشیر کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ لوگ موضع و موامین شاہ شجاع کو جا کر پہنچے
 تو چونکہ وہم نصیب تھا۔ اس لئے کہا کہ جب میں غزشتہ فغانستان پر تھکا ہوا ہوں اس وقت خود

آئی۔ اور وہیں اپنا وطن بنا لیا۔ اپنے حکم دید۔ کہ اچھا اس کو بھی لنگر سے روٹی ملا کرے۔ اور فقیر بھی اسکو لنگر سے ڈالتے تھے۔ اور اسے بلقن بھکر بھارتے تھے۔ رات دن وہ کتیا۔ لنگر شریف کے دروازہ پر پڑی۔

یکے نظر فرما کہ مستغنی شوہر زانبا کے جنس | سگ کہ شد منظور کج الدین سگازار و راست

دیکھو۔ جب انگریزی فوج شاہ شجاع کی بدد اور اسکو تخت کابل لانے کیلئے کابل کو چلی۔ اسے دست محمد خان نے ایک عرصہ واسطے دعا طلبی حضرت غریب نواز کینجی دست میں بھیجا۔ کہ میں نے نالغیا مند کر جہاد پر باندھی ہے۔ تاکہ یہ اسلامی علاقہ کفار کے صدمات اور تصرفات سے محفوظ رہے۔ توجہ فرماؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح و نصرت دیوے۔ منشی محمد واصل نے میرے سامنے ذکر کیا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ جواب میں یہ شعر لکھ دو۔

ہر آن کا استعانت بدویش بردا | اگر بر فریدون زد وہ شمشیر بردا

چنانچہ نامبرو کا سیلاب ہوا۔ اور جب نواب صادق محمد خان والے بہاولپور لٹے یہ ارادہ کیا کہ دختر سردار اسد خان والے سے نکاح کرے اور اپنے ازواج میں لائے۔ توجہ غریب نواز نے مولوی دریش سے فرمایا کہ فقہ کا کام ہے کہ وہ برائے اول و اول کو اپنی رضایح سے دینے نکرین آپ میرے بیٹے کو ایک مراسلہ لکھ کر صاحب بہاولپور کو بھجوریں کہ یہ مزاجت ہرگز آپ کو مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ نحوست کا اثر نمایاں ہے۔ اور یہ نکاح دو امر سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو یہ کہ تیری جان بہت جلد اس نکاح کی بھینٹ چڑھے گی۔ یا تو سلطنت سے دست بردار ہو جائے گا۔ نواب صاحب نے بوجہ غم و نوابی اس بات کی خبر پراواہ نہ کی۔ اور اپنے ارادہ میں پوری سرگرمی کا اظہار کر کے اسد خان مذکور کی دختر سے نکاح کرایا۔ مگر اکیسال کے اندر اندر جان شیرین نذر کرنی پڑی۔

غمے کرے اس شادمانی خور سے | باز شادی کر پیش غم خوری

دیکھو۔ جب نواب صادق محمد خان کا انتقال ہو گیا۔ اور انکی جگہ پر نواب رحیم یار خان سریرارائے سلطنت ہوا۔ اور نواب بہاول خان ثالث عباسی کے نام سے ملقب ہوا۔ تو نامبرو کو چین نہ آتا تھا کہ وہ مستشار بندی کی رسم یونہی بغیر شرکت جناب خواجہ غریب نواز عمل میں لائی جائے۔ اس واسطے علماء و فضلاء حضور پروردگار کے مبارکین روانہ کیا۔ کہ توجہ فرما لیں اس مریدنا چیز پر کرم فرمائے۔ اور تکلیف کو ادا کر کے چیرے میں لائے۔ تاکہ تہ بندگی کی رسم ادا کی جائے۔ حضرت خوش زمان آپ

بہت رحم و شفقت آئی۔ اور آپ احمد پور میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے دست مبارک سے وہ سزا
 باندھی۔ اس وقت انکو تسلی ہوئی۔ اس موقع پر نواب صاحب بہاولخان نے بہت تندر و نیاز حضور
 پر نور کی خدمت اقدسہ میں پیش کی۔ از انجملہ ایک چار پائی نقرہ بھی تھی۔ جو آپ نے اپنے مرشد زادگان
 مباروی کے حوالہ کر دی۔ جب مولوی قادر بخش صاحب نے دیکھا۔ کہ آپ نے اپنے صاحبزادہ میان
 گل محمد صاحب کو کوئی چیز عنایت نہیں کی۔ تو ان اشیا میں سے آپ نے ایک طشت نقرہ لیا
 کہ صاحبزادہ گل محمد صاحب کے حوالہ کیا۔ اور باقی جو کچھ نقدی تھی۔ میان خد بخش لاگری و
 آیازام مودی کے حوالہ کر دی گئی۔ نماز فجر کے بعد جب خواجہ غریب نواز بعد وظیفہ دلائل الخیرات فارغ
 ہوئے۔ تو ایشاد کیا کہ رات اس دنیا کی جیفہ کی وجہ سے مجھے نیند بھی نہ آئی۔ ایک کاغذ و قلم لے
 لاؤ۔ تاکہ میں اسکا بند بست کروں۔ آپ نے اس وقت ساری رقم نذر اور غیرہ میں تقسیم
 کر دی۔ اور بعد آپ وہاں سے حضرت مقبہ عالم صاحب کے عرس پر روانہ ہوئے۔

۱۹۱۰ء۔ حافظ نور احمد خان افغان خا کو انی جو کہ حضرت خواجہ صاحب کا ایک مرید تھا۔ بہت مدت
 تک ٹا پور میران کے علاقہ میں نوکری کرتا رہا۔ بعد وہاں سے ۱۹۱۰ء میں کچھ خواجہ غریب نواز طلبہ
 کو اپنے بنگلہ میں کتب سلوک پڑھا رہے تھے۔ اور کترین نجم الدین بھی حاضر خدمت تھیں۔ اس میں
 حافظ مذکور حاضر ہوا۔ اور بیس روپے خواجہ صاحب کی نذر کئے۔ اور بیس روپے صاحبزادہ صاحب کی
 نذر کئے۔ اور جب خواجہ صاحب کی مشغولی کا وقت ہوا۔ تو بارہ روپے بارہ نذر روپہ کلا خواجہ علیہ الرحمہ
 کی نذر کئے۔ اور عرض کیا کہ حضور! میں نے سنت مانی تھی۔ کہ جو روپہ نوکری سے کماؤ لگا۔ وہ حضور
 پر نور کی نذر کروں گا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ بال بچوں کو بھی دیا ہے۔ یا نہ۔ اس پر عرض کیا کہ ہاں سو روپے
 دئے ہیں۔ خود نوکریم اور بھی ان کو دیا کر لگا۔ خواجہ صاحب نے وہ روپے میان خد بخش لاگری
 کے حوالہ کیا۔ خیر جب سچ ہوئی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لاؤ وہ روپے اس کی خاطر تو مجھے کچھ شکر
 نیند نہیں آئی۔ اسکا بند بست تقسیم کار نا چاہئے۔ عرض خواجہ صاحب نے وہ کام روپے ستحقین
 کو تقسیم کر دیا۔ از انجملہ ہفت ہزار روپہ خانقاہ قبیلہ صاحب پر بھیجا۔ اور نام بنام ہر ایک
 صاحبزادہ کا لکھا کہ اسقدر فلان کو ملنا چاہئے۔ اور اسقدر فلان کو چنانچہ مید روپہ بموجب فرمائش
 خواجہ غریب نواز سب صاحبزادوں میں تقسیم کیا گیا۔ چنانچہ میان عبداللہ صاحب (جو شہید سا

کے پوتے تھے) میرا سسر بڑا کرتے تھے۔ کہ مجھ پر ایک ہزار روپیہ قرض تھا خواجہ غریب نواز نے
 میرے نام ایک ہزار روپیہ بھیجا تھا۔ علی ہذا ہر ایک صاحبزادہ عہد شریف کو دیا گیا اور مبلغ پانچ ہزار
 روپے خاص تولد شریفین میں علماء اور دیگر مستحقین کو تقسیم کر دئے گئے۔ جسوقت میان احمد
 لاٹری نے آکر عرض کی کہ بوجیب فرمودہ سب روپیہ تقسیم کر دیا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ الحمد
 کہ میں اس بلا سے بچا۔ دوسرے دن احمد خان ملہی زئی افغان احمد پور سے ایک ہزار روپیہ نقد
 اور دو قالین کلاں بندانہ کیساتھ لایا۔ اور تیسرا سو روپیہ محمد بہاول خان نواب احمد پور کی طرف لایا۔
 بھی نذر گزارا۔ آپ نے تمام روپیہ اس طرح تقسیم کر دیا۔ سبحان اللہ کیسے تارک الدنیا تھے کہ اپنے
 وقت کے سلطان التارکین کہلاتے۔

دیگر۔ ایک شخص ساکن کہ وہ کہتا تھا خواجہ غریب نواز کے پاس شکایت لایا کہ حسن خان سرور حضرت
 لوگوں پر برا ظلم و ستم کرتا ہے۔ اور اپنے خاصوں کو تو اسے از حد تک کیا ہوا ہے۔ آپ توجہ فرما کر ایک
 نواز شہزادہ نامبرو کے پاس لکھ دیں کہ وہ اس ظلم و ستم کرنے سے باز آجائے۔ خواجہ صاحب
 نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے۔ وہ یہاں آئیگا اور یہ کہتا ہے جسوقت وہ آویگا۔ تو اسکو رو رو بھیجا
 دیا جاویگا۔ اتفاق سے چند دنوں کے بعد حسن خان مذکور تولد شریف آیا۔ اور خواجہ صاحب
 نے فرمایا کہ حسن خان تیرے بھائی کی شہزادی بھاری لائی ہے۔ نہیں ڈرنا۔ کہ اپنے بھائیوں
 اور مخلوقات خدا کو تک کر گھاس ہے۔ وہ جاہل خواجہ غریب نواز کی قدر و منزلت سے نااہل محض تھا
 اور خواجہ علیہ الرحمۃ کو اپنی قوم کا معمولی بھائی بند تصور کر کے ایسا خیال کرتا تھا۔ جیسے کہ قریش سیدنا
 و مرشدنا رسول کریم کو اپنی عقل نامتھ کہ چہ سے آپ جیسا کہتے تھے۔

کافران دیدنا حسدنا بشمرا این ستم دیدند کال شوق القسدا

عین محفل کے درمیان اس پر لفظ بچہ اندازہ تیز و تندر تھا۔ کہ پانچ صاحبزادوں کو آپ کو ابھی عرض کیا
 ہوں۔ کہ تو فلان بچہ کا بیٹا ہے۔ اور فلان کا پوتا ہے۔ اور اب چند روٹیاں بنے کیو جسے اپنے
 آپ کو خوش و قطبہ چھینے چھینا ہے۔ خواجہ صاحب جو بڑے متحمل اور جو صلہ مند تھے اس شخص کی گستاخ
 دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ نامبرو دوسرے دن کجاہہ و ایشتر سوار ہو کر وطن کو چل دیا۔ مگر ابھی میل
 دور گیا تھا کہ پیشین شدہ کا وہ پورا پورا پتہ چھینوں کو توراہ کو دیا۔ اور آپ تولد

شرفین میں واپس آیا۔ اور خواجہ غریب نواز کے صہیل میں جا کر پڑھا۔ کسی نے کہا کہ اسکا ماہر حضور
 میں عرض کیا۔ تو اپنے فرمایا کہ کچھ کہا یا ہوگا۔ بقول ہی دیر کے بعد اطلاع ملی کہ وہ کئے کی طرح
 بھونکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شاید گلے میں رونی انگ گئی ہوگی۔ عرض آپ نے ذرا بھی اوس کے
 ادب کی طرف التفات نہ کی۔ آخر اسی بے ادبی کی سزا میں مر گیا۔

دیر جب لعل خان سکانی عالم سنگھ کے برسے دن آئے تو اس نے ایک بلوچ کی دختر جبرا
 جہین کر بغیر نکاح اپنے گھر میں ڈال لی۔ اس غیر شرعی امر سے ہم سب مسلمانان سنگھ گھونٹے ہوئے اور
 قاضی ملک سنگھ مدد دیگر اشخاص معتبران خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ کہ غریب نواز
 حضور کی موجودگی میں ایسے ایسے ظلم اور خلاف شرع امور واقع ہوئے ہیں۔ خود جانتے آئندہ اس ملک
 کی کیا حالت ہوگی۔ آپ نے جیسا راجال سنا۔ تو لعل خان مذکور کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ مسلمانوں
 پر اس قدر ظلم کر۔ اور کچھ خدا سے ڈر۔ لعل خان نے ایک غریب حضور میں بھیجا۔ اور اس پر اپنی ہنس
 ثبت کر دی۔ جب یہ عرصہ حضور کی خدمت میں پہنچا۔ تو اس وقت میان عبد الشکر خان صاحب
 اور چند دیگر معتبران خواجہ صاحب کی کچھری میں پیشہ تھے۔ آپ نے عرصہ کا مطالعہ فرمایا۔ اور ناراض
 دل و در پھینک دیا۔ یہ ماجرا اشراق کی وقت کا ہے۔ جب ظہر کا وقت ہوا۔ تو اتفاقاً چار نہر سوار خراسا
 سے بہار کے رستہ سے آئے۔ اور منگرووٹ پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور لعل خان کو گرفتار کر کے بہار میں
 لے گئے۔ نامبروہ دس سال تک برابر قید رہا۔ اسکے بعد خواجہ صاحب نے سارا نوابی لعل خان کے ایک
 عزیز سے اسد خان کے سر پر باندھی۔ چنانچہ نامبروہ دس سال تک قید رہا۔

دیر جب لعل خان شومی بلال سے آسیر ہو کر خراسان کی طرف فرار ہوا۔ خواجہ صاحب کی خدمت
 میں حاضر ہوئی۔ اور بہت کچھ گریزاں ہی خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اور چونکہ اس وقت خراسان
 میں لی گئی۔ تو پھر اسکو حکومت ملنا محال ہے۔ وہ جواری ناما میں لکھا ہے کہ

گنج قارون کہ فرو میرود از ہمسر منور | خواندہ باشی کہ ہر از خیرت ز ایشان است

دیر۔ نقل ہے کہ جب محمد سونخان والی منگرووٹ فوت ہو گیا۔ تو کچھ بعد اسکا جانشین علی اکبر اسدخان
 سی کا بیٹا تھا۔ ہوا۔ مگر اس نے بہت ظلم کرنا شروع کیا۔ نامبروہ کا سکا بہائی لکھی جو ظلم بہانہ کو خوف
 سے بہاگ گیا۔ اور بہت مدت تک منگرووٹ میں اسی نے آیا۔ لیکر ہلاک کیا۔ اسکا کوٹھن کی کہ

علی اکبر نے قرآن شریف پر پڑھ کر قسم کھائی۔ اور کاغذ پر لگا کر پوری پوری سوگند کہا کر اپنے
 بہائی لکھی محمد خان کو منگوانے کا لیا۔ چند روز کے بعد لکھی محمد خان کو خواجہ صاحب کی زیارت کیلئے
 تولسنہ شریف میں آیا۔ اپنے استفسار فرمایا۔ کہ اب تو علی اکبر کے پاس کس بات پر اعتبار کے
 آئیے۔ نامبروہ نے عرض کی۔ کہ غریب نواز ہفت قرآن کی قسم کھائی ہے۔ اپنے ارشاد کیا۔ کہ اس
 کی قسموں پر اعتبار نہ کرنا۔ اس نے عرض کی۔ کہ قبلاً جس قدر ان کی قسم کھائی ہے۔ اگر مجھے مار ڈالیں گے
 تو پھر اسی قرآن مجید کو مطالعہ بھی کریں گے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ میان تو نے نہیں سنا ہے۔ بقدر تل
 بات پر لگے ہوں۔ اتنی دفعہ قرآن مجید کی قسم کھائی ہو۔ مگر حسن اتفاق سے دشمن بچے میں آجائے
 تو اسکو ہرگز نہ ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔ یاد رکھنا۔ کہ سچے علی اکبر زندہ چھوڑے گا۔ اس عذر کن کا اندر آتش
 شمشتی پہاڑی عرض لکھی محمد خان چلا گیا۔ اس میں خواجہ صاحب کے وزیر اور خاص غلام نور خان
 کو مانی نے اپنے گھر جانے کے لئے رخصت لی تھی۔ جب شام کو نامبروہ قدموں سے ہوا۔ تو اپنے فرمایا۔ کہ
 نور خان تو گھر نہیں گیا۔ اس نے عرض کی کہ قبلاً میں چاہتا ہوں۔ علی اکبر کی قسموں کا نتیجہ دیکھتا
 جاؤں۔ سو دوسرے روز نور خان اگر طالب اجانت ہوا۔ آپ نے پوچھا۔ کیا آج جاتا ہے؟ اس نے
 گزارش کی۔ کہ جی ہاں۔ وہ نتیجہ معلوم ہو گیا۔ کہ علی اکبر نے لکھی محمد خان کو شہید کر دیا۔ اور اس کا
 سب مال و متاع وغیرہ لوٹا لیا۔ لکھی محمد خان جو عمر کی شہادت کے بعد ایک سال کے اندر اندر علی
 کا بھی انتقال ہو گیا۔ جسکی کیفیت یہ ہے۔ کہ نواب محمد خان و لکھی محمد خان نے علی اکبر خان
 کے مقابلہ کیلئے فوج تیار روانہ کی جسے پہنچتے ہی علی اکبر کے ملک اور مل و متاع کو تاراج کر کے
 اسکے بہائی لعل خان اور علی بیگ کو گرفتار کر لیا۔ جب پوری انکو منگروٹھ سے گرفتار کر کے منگرو
 کو لے جا رہے تھے۔ تو تولسنہ شریف سے گذرے۔ قیدیوں کی پتلا تھی کہ کسی طرح غوث زمان
 خواجہ محمد سلیمان صاحب نے تیسویں کی زیارت نصیب ہو جلتے۔ چنانچہ انہوں نے سپاہیوں
 کی منت سماجت کر کے کسی آدمی کو خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ خود خواجہ علیہ الرحمہ نے
 برسبیل تذکرہ الیکین ذکر فرمایا تھا۔ کہ جب وقت مجھے انکی گرفتاری اور تولسنہ شریف میں سے گذرنے
 کی اطلاع ہوئی۔ تو اس وقت میں نہارت تھا۔ اور میں نے جو سوچا۔ کہ کس وقت دیکھا۔ اور اس وقت دن ہونے
 اور دوپہر کا خیال کیا۔ تو کئی گھنٹے ہی وقت نہایت ہی دن میں علی اکبر نے لکھی محمد خان کو

کہ اسکا حال معلوم ہو گیا۔ کہ علی اکبر نے لکھی محمد خان کو شہید کر دیا۔ اور اس کا سب مال و متاع وغیرہ لوٹا لیا۔ لکھی محمد خان جو عمر کی شہادت کے بعد ایک سال کے اندر اندر علی کا بھی انتقال ہو گیا۔ جسکی کیفیت یہ ہے۔ کہ نواب محمد خان و لکھی محمد خان نے علی اکبر خان کے مقابلہ کیلئے فوج تیار روانہ کی جسے پہنچتے ہی علی اکبر کے ملک اور مل و متاع کو تاراج کر کے اسکے بہائی لعل خان اور علی بیگ کو گرفتار کر لیا۔ جب پوری انکو منگروٹھ سے گرفتار کر کے منگرو کو لے جا رہے تھے۔ تو تولسنہ شریف سے گذرے۔ قیدیوں کی پتلا تھی کہ کسی طرح غوث زمان خواجہ محمد سلیمان صاحب نے تیسویں کی زیارت نصیب ہو جلتے۔ چنانچہ انہوں نے سپاہیوں کی منت سماجت کر کے کسی آدمی کو خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ خود خواجہ علیہ الرحمہ نے برسبیل تذکرہ الیکین ذکر فرمایا تھا۔ کہ جب وقت مجھے انکی گرفتاری اور تولسنہ شریف میں سے گذرنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اس وقت میں نہارت تھا۔ اور میں نے جو سوچا۔ کہ کس وقت دیکھا۔ اور اس وقت دن ہونے اور دوپہر کا خیال کیا۔ تو کئی گھنٹے ہی وقت نہایت ہی دن میں علی اکبر نے لکھی محمد خان کو

نمبر دار کو شہید کیا۔ اور اسکے مال و متاع اور گھر بار کو غارت اور تاراج کیا تھا۔ خداوند حقیقی اور شہید
مطلق کی جزا و سزا دیکھ کر حیران ہو گیا۔

ستاندہ داو آنکس خدا است	کہ تو انداز بادشاہ داو خواست
نبا شد چنین ماجرا نا پدید	کہ پادشش خود کردہ را کس ندید

دیگر۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ سوہیل نام قوم بھٹہ نے میان جان محمد فقیر کے حق میں کچھ خلاف شرع
باتیں کہی تھیں۔ مقدمہ نے طول کھینچا۔ اور علمائے سنگھ نے شاید کچھ اسکے برخلاف فتویٰ دیا
اور اخیر میں قطعی فیصلہ خواجہ صاحب نے ہی فرمانا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے چوڑ دیا۔ اور آپ ان
دونوں حضرت قبلہ عالم صاحب کے عرس پر مہاراجہ ان شریف تشریف لگے۔ پیچھے سوہیل بھٹہ
بڑا فساد مچایا۔ اور اسدخان والے منگروٹھ کے کارندوں کی امداد سے بہت سے علماء کو قید کر لیا
اور ان سے مصادرہ و قتلوان کے طور پر بہت سا روپیہ وصول کیا۔ جب خواجہ صاحب کو مہاراجہ ان
شریف میں یہ خبر وحشت اثر پہنچی۔ بہت افسوس کیا۔ اور جلد تو لسنہ شریف میں واپس آئے
وہاں دو یوم قیام کر کے ڈیرہ غازیخان پہنچے۔ نواب خود سلام کیلئے حاضر ہوا۔ جو جہانہ علمائے حصول
ہوا تھا۔ سب واپس آیا۔ غرضیکہ خواجہ صاحب اپنا سارا کام کر کے تو لسنہ شریف میں واپس آئے۔
دیگر۔ نواب مظفرخان والے ملتان کی عہد نوابی میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کئی دفعہ ملتان
پر حملہ کیا۔ مگر چونکہ حافظ جمال الدین صاحب قلعہ میں موجود تھے۔ اس واسطے انکی برکت سے سکھوں کو
قبضہ نہ ہو سکا۔ مگر انکی وفات کے بعد بہت جلد سکھوں نے ملتان کو تسخیر کر لیا۔ اور ڈیرہ غازیخان
کا علاقہ بھی انکے قبضہ میں تھا۔ مگر سنگھ کی طرف ابھی سکھوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اسدخان
جو منگروٹھ (صد تحصیل سنگھ) کا حاکم تھا۔ جو روستہ تم کرنے لگا۔ ایک دن خواجہ صاحب نے اسے فرمایا۔
کہ اسدخان! ظلم ترک کرے۔ تیری حکومت میں اگر ہمیں فائدہ ہے۔ تو یہ ہمارے ہاں سنے ہیں
آتی ہے۔ ورنہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تھوڑے دنوں میں ہی اس شاہی ریکھ (تودہ ریکھ) پر سکھوں کی
فوج آنی والی ہے۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ اور سکھ آئے۔

دیگر۔ دیوان کرپام جبکہ منگروٹھ کو جارہا تھا۔ تو لسنہ شریف کے بازار سے ہاتھی پر سوار ہو کر گذرا۔
لیکن جب شہر سے مغرب کو تھوڑی دور گیا۔ تو قوت الہی سے ہاتھی لنگرانے لگا۔ دیوان مذکور

حیران ہو گیا۔ اور ہر اس وقت پوچھا کہ کیا تو نسخہ میں کوئی بہت بڑا فقیر رہتا ہے اور جب انہوں نے خواجہ صاحب کی بہت تعریفیں تو صیغہ کی۔ تو دیوان و اسپس تو نسخہ شریف کو روانہ ہوا۔ اور اگر خواجہ صاحب کا سلام کیا۔ اور کچھ دیر ان کے ساتھ خلوت میں بیٹھا رہا۔ اور مسئلہ وحدت کے متعلق سوال و جواب کئے۔ اسکا اثر یہ ہوا کہ دیوان مذکورہ بقول بعض نے ریاست کو ترک کر دیا۔ اور اپنی اولاد کے واسطے مال و متاع چھوڑ کر خود ریاست کے گناہ کی عبادت میں تازہ نسبت سے روئے۔ دیکھو میان عبد الشکور صاحب کو روایت ہے کہ جب علاؤ سندھ و سنگھ احمد شاہ ابدالی کے پوتے سلطان محمود کے قبضہ میں آئے۔ نواب مظفر خان ملتان و بہاول خان احمد پوری سب اسی بادشاہ کے فریبگزار تھے۔ ان دنوں محمود نے پیر پور میں بہت شہرہ پور۔ راج کھڑا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پورن خان برادر فتح خان جو کہ خود شاہ کا وزیر تھا۔ تو نسخہ شریف میں آیا۔ اور شہر پور کا کر لیا۔ اور اسکا منشا غالباً یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ شہر سے کچھ وصول کر لے۔ دو پہر ڈھلنے کا وقت تھا کہ خواجہ صاحب پور کے ارادہ سے پٹنہ پر لپٹے ہی تھے۔ کہ نور خان گریانی بلوچ نے جس پر خواجہ صاحب کی عین عنایت تھی۔ عرض کیا۔ قبلہ! آپ بیٹھا چاہتے ہیں۔ اور پورن خان نے شہر کا محاصرہ کیا پورا ہے۔ خواجہ صاحب فرمایا۔ کہ اچھا بھلی بندوبست کر کے سوتا ہوں۔ الغرض جب دل نے اپنا ارادہ علی طور پر ظاہر کیا۔ یعنی شہر کے غارت کرنے کیلئے روانہ ہوا۔ تو اتفاق سے اسکے پیٹ میں ایسا درد شدید پڑا۔ کہ زمین پر لوٹنے لگا۔ جب بہت ہی بقیار ہوا۔ تو اپنے ارادہ سے توڑ کر کہ خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے اسپر دم کر دیا۔ اور فرمایا کہ بہتر ہوگا۔ کہ توجہ دیا جائے۔ اور اسکا علاج کیا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تو نسخہ شریف سے

چل گیا۔ اسکا علاج کیا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تو نسخہ شریف سے

چل گیا۔ اسکا علاج کیا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تو نسخہ شریف سے

چل گیا۔ اسکا علاج کیا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تو نسخہ شریف سے

چل گیا۔ اسکا علاج کیا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تو نسخہ شریف سے

مقررہ ادا نہ کی۔ اور نواب عبدالجبار خان مجبور ہو کر فوج لیکر وھولی روپیہ اور کھلم کھلم کے علاقہ کو لوٹنے کیلئے آیا۔ اور شہر فوٹو شہ شریف کی جنوبی متصلہ روڈ سنگھڑ میں آکر توپیں لگا دیں۔ اور حکم دیا۔ کہ شہر پر گولہ باری کی جاوے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جسوقت توپوں کا رخ شمال کی طرف کر کے چلاتے تھے۔ تو بجائے آگ کے پانی نکلتا تھا۔ اور سب طرف توپ جنوبی چلتی تھی۔ آخر نواب صاحب کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ کہ یہ کسی صاحب کمال کی برکت ہے۔ جسکی وجہ سے شہر دارالامین بنا ہوا ہے۔ نواب نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا۔ اور خواجہ صاحب کی خدمت میں جا کر اپنے قصور کی معافی مانگی اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد جب کبھی سنگھڑ میں فصل تیار ہوتی ہے۔ تو نواب صاحب حضور پر نور خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور عرض کرتا۔ کہ غریب نواز تو جو فرما ہے۔ کہ نواب صاحب محصول میں تخفیف کرئیے۔ چنانچہ خواجہ صاحب کی عنایت و سفارش سے نواب بہت سا روپیہ محصول میں تخفیف کر دیتا۔ دیگر میان صالح محمد سے روایت ہے۔ کہ نواب عبدالصمد خان داسے ڈیرہ غازیخان کے قلعہ گڑھی اختیار خان کا محاصرہ کیا۔ اور قریب تھا۔ کہ لایا اور قلعہ اس کے خالی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ نواب قلعہ سے اپنا چوٹا بھائی خواجہ علیہ الرحمہ کچھ مستقرین روانہ کیا۔ اور سب حال اسکی زبان سے کہلا بھیجا۔ خواجہ صاحب نے تیاری کر لی۔ کہ خود جا کر نواب عبدالصمد خان کے ظلم سے روکین۔ میان صالح محمد ذکر کرتے تھے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کہ قلعہ لایا۔ آپ کا شہر لایا جاتا ہے۔ جہاں نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ نواب بڑا متکبر آدمی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں ہندو ذریعہ ہوں۔ نہ کہ بندہ نفس۔ اگر وہ کہنا نہ مانے گا۔ تو آخر میرا کیا بگاڑے گا۔ اسکے بعد میں نے عرض کیا۔ کہ جہاں نواب اگر تشریف لیجائے ہیں۔ تو بھر کام پورا کر کے آئیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ تو تمہارے اختیار ہے۔ اس کے بعد نواب خواجہ صاحب نے ان تشریف لیئے۔ قریب تھا۔ کہ گڑھی اختیار خان عبد الصمد خان کے قلعہ سے ہوجائے۔ لیکن جو بہنی اسکو خبر لگی۔ کہ خواجہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ فوراً اپنے کھلم کھلم ہوا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ کس کام کیلئے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو کھیل ان غریبوں کو تنگ کرتا ہے۔ اور ظلم کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ تو یہ ارادہ ترک کر دیوے۔ اور اپنا راستہ لیوے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ بہت بہتر ہے کہتے ہی اپنی فوج کو حکم دیا۔ کہ اب ڈیرہ غازیخان چلنا چاہئے۔ وہ کہنے لگے۔ نواب صاحب؟ یہ کیا بات ہے۔ قلعہ اب قریب ہے۔ کس فتح ہو جائے۔ اس قدر تکلیف اور مصیبت اور ٹہانی۔ اب آپ

فرماتے ہیں کہ قلعہ کو چھوڑ دو۔ اور ڈیرہ غازیخان چلو۔ نواب نے کہا کہ بہائی میں کیا کروں۔ جب میں خواجہ صاحب کی خدمت میں گیا۔ تو دو شہر دیکھے۔ اور مجھے کہا گیا اگر یہاں سے چلا جائیگا۔ تو بہتر و زہری جان کی خیر نہیں۔ الغرض نواب نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا۔ اور خواجہ صاحب نے اگرچہ جانیکی تکلیف اٹھائی۔ مگر بہت غریبوں کی جان بچرائی۔

دیکھو۔ مولوی غلام حیدر نے ملفوظ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ میں موضع پروا میں مقیم تھا۔ کہ ایک مسافر فقیر رات کی وقت مسجد میں آئینکا۔ میں نے اسے باجرہ کی روٹی لادی۔ اس مسافر نے روٹی دیکھ کر فارسی میں کہا کہ صاحب! یہ غلہ میں نے کبھی نہیں کہا۔ کیونکہ ہمارے وطن پیدا نہیں ہوتا۔ پندرہ میں نے گندم کی روٹی اسے لادی۔ باتوں باتوں میں اس سے وطن دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں صفہاں کا رہنے والا ہوں۔ اور حضرت خواجہ محمد سلیمان سے بیعت کر نیکی واسطے جا رہا ہوں۔ یہ بھی اس نے دریافت کیا کہ یہاں سے کتنی دور ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تیر چلنے والا آدمی تین یوم میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنا قصہ بیان کیا۔ کہ میں گھر میں فقہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک سوراخ سا معلوم ہوتا ہے۔ جسے کہتے ہیں سوراخ ہو۔ اور خوب روشنی ہے۔ جس سے تمام دنیا جگمگا رہی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ نور الہی کس بالکمال پر نازل ہو رہا ہے۔ ندا آئی کہ حضرت سلیمان سنگھ والے لی پر۔ اور قیامت تک برابر سطح عین جاری کریگا جسے اپنا خواب استاد کو سننا یا اور بہت اشتیاق ظاہر کیا۔ میرے استاد نے بہت کچھ کہا۔ کہ فقہ کا مسئلہ پڑھنا کسی سال کی عبادت کے برابر ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خواب غلط ہو۔ اور تو مفت میں خوار ہوتا ہے آخر کار میں نے عزم بالجزم کیا۔ کہ جب طرح سے ہو سکے۔ سنا گھر میں ضرور جانا چاہئے۔ مگر بہت متحیر تھا کہ سنگھ کا علاقہ کس طرف ہے۔ اور مجھے کس راستہ سے جانا چاہئے۔ چونکہ شوق حد بڑھا ہوا تھا۔ اس واسطے میں نے مختلف سوچا کروں سے دریافت کرنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم غزنی جا لکے۔ میں دو دو تک گئے۔ سنگھ کا نام سننے میں نہیں آیا۔ شاید وہ مشرق میں ہوگا۔ الغرض میں نے خدایا توکل اور بھروسہ کر کے سفر کی تیاری کی۔ اور مشرق کا رخ کیا۔ جب میں شہر ہرات میں پہنچا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ سنگھ شہر فیہا بلقان کے علاقہ میں ہے۔ سو آج اس سبب میں وارد ہوا ہوں۔ الغرض یہ شخص سنگھ میں آیا۔ اور خواجہ عالیہ رحمۃ سے فیضیاب ہو کر وطن کو واپس گیا۔

دیگر۔ میان محمد نے اپنے ملفوظ میں روایت کی ہے۔ کہ ایک دن خواجہ صاحب نماز عصر ادا کر کے بعد اپنے حجرہ میں رونق افروز تھے۔ کہ ایک لڑکا آکر قد بوس ہوا۔ خواجہ صاحب نے نام پوچھا۔ جواب دیا۔ کہ میرا نام فرید ہے۔ پھر اپنے اسکے باپ کا پوچھا۔ اور دریافت فرمایا۔ کہ وہ کیا کام کرتا ہے۔ اور تو کیا کام کرتا ہے۔ لڑکے نے جواب میں عرض کیا۔ کہ میرا باپ لوگوں کی مزدوری۔ اور میں بھی لوگوں کی کائین چراتا ہوں۔ اپنے پوچھا۔ کہ راستہ میں تجھے کون کون آدمی ملے تھے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ مہتاب آدمی ملے تھے۔ اپنے دریافت فرمایا۔ کہ کوئی فقیر بھی ملا تھا۔ لڑکے نے ثمر مندگی سے سُر جہا لیا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے پھر دوبارہ پوچھا۔ تو بھی کوئی جواب نہ دیا۔ آخر خواجہ صاحب نے اسے بیعت کیا۔ اور جب فرید بگلہ سے باہر آیا۔ تو درویشوں نے کہا۔ کہ خواجہ صاحب نے تم سے دو دفعہ دریافت فرمایا۔ مگر تو نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب بتا۔ کہ تجھے راہ میں کون سا درویش ملا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھ کو شرم اور ادب مانع تھا۔ بات یہ ہے۔ کہ ایک دن میں گھر سے باہر کہیں جا رہا تھا۔ کہ ایک شخص سفید ریش مجھ سے ملاقی ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آ۔ چل کر خواجہ صاحب تو نسہ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوؤں۔ میں نے منظور کر لیا۔ اور گھر سے چل پڑا۔ جس وقت موضع قضاہ میں پہنچا شیطان نے حرکت کی۔ اور واپس گھر لوٹا۔ پھر خود خواجہ صاحب کو دیکھا جنہوں نے فرمایا۔ کہ آ تو نسہ والے پیر سے بیعت کر۔ پس میں اس وقت روانہ ہوا۔ اور آ کر خواجہ صاحب کا مرید بنا۔ مولوی محمد امین صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں نے اس لڑکے کو خود دیکھا تھا۔ اور اس سے ماجرا دریافت کیا۔ تو اس نے مولوی قادر بخش صاحب کا کہا۔ کہ پہلے خواب میں مجھے یہی بزرگ خواب میں ملاقی ہوئے تھے۔ دوسری مرتبہ خود خواجہ صاحب نے اپنی زیارت تکرانی۔ اسکے بعد وہ لڑکا مولوی گل محمد صاحب المانی کے مکان پر پہنچا۔ اور تعریبا دو گھنٹے اس پر وجد طاری ہوا۔ اور اللہ ھمیں کا ورد کرتا تھا۔ اور ناجتاتا تھا۔

دیگر۔ میان محمد صاحب نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے۔ کہ میان خیر محمد باغبان میری پاس ذکر کرتا تھا۔ کہ ایک دفعہ میں رات کی وقت قضاہ کے حاجت کی واسطے تو نسہ شریف کی شمالی ریخون (تودہ) کے باہر گیا تھا۔ کہ اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی۔ جو بالکل خمیہ بستہ چلتا تھا۔ کبھی تو وہ کھٹون کے بل چلتا۔ اور کبھی سیدھا چلتا۔ پھر چند قدم چلا کر ہٹھکتا۔ اس سے مجھے زیادہ تر یہ گمان ہوا۔ کہ ہونڈو یا کوئی چور ہے جو ہتھکڑیوں وغریب ڈھنگ سے چلتا ہے۔ کیونکہ یہ سنا جاتا ہے۔ کہ یہ فرقہ اس

خیال پر کہ پاؤں کا کھوج نہ لک سکے۔ کئی طرح کی تجویزین کرتے ہیں۔ کبھی پاؤں پر کپڑا باندھ لیتے ہیں۔ کبھی صرف ایک ٹانگ سے چلتے ہیں۔ الغرض میں نے اسکا تعاقب کیا۔ کہ اگر چور ہے۔ تو جانا کہاں ہے۔ وہ سیدنا خواجہ صاحب کی مسجد میں داخل ہوا۔ میں دروازہ پر ٹھہرا۔ اور اس انتظار میں تھا۔ کہ وہ کب باہر آتا ہے۔ اور کون سے دروازہ سے نکلتا ہے۔ اسی انتظار میں بہت دیر ہو گئی۔ الغرض میں خود مسجد میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ درویش صرفاً کیش حالت سجدہ میں ہے۔ اور اس وقت اسکا چلنا محض تکیا کی وجہ سے تھا۔ الغرض میں جرات کر کے اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے درویش۔ لنگر سے روٹی لے آ۔ ایسا نہ ہو کہ لنگر کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ یہ سن کر بڑی بے پرواہی سے جواب دیا۔ کہ خود دیکھ لینگے۔ پس میں لنگر میں گیا۔ اور اسکو روٹی لاکر دی جو اس نے نعل میں رکھ لی۔ اور بدستور عبادت میں مصروف رہا۔ جب چہ رات گزری۔ تو خواجہ صاحب تشریف لائے۔ میں حیران تھا۔ کہ آپ خلافت معمول اور خلافت بدستور اس وقت کہاں تشریف لیا کرتے ہیں۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ میں دروازہ کے پاس تشریف لائے۔ میں دروازہ کا سہارا لے کر بیٹھا۔ اور اسکا چلنا محض تکیا کی وجہ سے تھا۔ مناسب جواب عرض کیا۔ آپ سجدہ میں اس درویش سے ملا کیش کے پاس پہنچے۔ سجدہ سے اسکا سر اٹھایا۔ وہ پہنچتے ہی قدموں پر گر پڑا۔ اس نے اسے بیعت فرمایا۔ بلکہ نماز ہونے کی عزت بھی بخشی۔ اس کے بعد خود بدولت تو خلوت خانہ میں تشریف لے گئے۔ اور وہ فقیر خاص ہوئے۔ میرا حیران تھا۔ کہ یہ کون تھا۔ اور کیا کمال رکھتا تھا۔ جو خواجہ صاحب خود تشریف لائے۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ انشاء اللہ میں پھر اس کے پیچھے چل دیا۔ جب وہ اسی تودہ کی ایک پر پہنچا۔ جہاں پہلے میں نے دیکھا تھا۔ تو میں نے پیچھے سے آواز دی کہ آئے جوان فرا توفیق کرنا۔ مگر اس نے ذرا التفات نہ کی۔ اس کے بعد میں دروازہ سے بلاقی ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ درویش بدستور اس کے پاس پہنچے۔ میں نے مختلف سوال کئے۔ مگر مجھ سے کہنے لگا کہ میرا غریب مسافر ہوں۔ تو کیا کہتا ہے۔ الغرض جب میں نے بہت سنت سنا جت کی۔ تو کہا۔ کہ میں نے والا کشمیر کا ہوں۔ ایک اتنا خواجہ صاحب کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے تھے کہ آمیان مجھ سے بیعت کا میں توفیق شریف لائے کہ رہنے والا ہوں۔ میں نے اس وقت اٹھا۔ اور سیدنا اس طرف روانہ ہوا۔ جب

تونسہ شریف سے قریب آیا۔ توحیران تھا کہ تونسہ شریف میں کہاں حضرت کو تلاش کرونگا۔ آپ نے خواب میں فرمایا۔ تو اگر میری مسجد میں بیٹھنا۔ میں خود تمہیں آکر بیعت کرونگا۔ یہی وجہ تھی کہ میں مسجد سے نہ نکلتا تھا۔ آخر خود تونسہ شریف لائے۔ اور مجھے بیعت فرمایا۔

دیگر صاحبزادہ نور بخش صاحب کے گروہ ایچ کے گروہ صاحب فرمائے تھے۔ ایک دفعہ میں حضرت قبلہ عالم صاحب کجی ریت میں حاضر تھا جب کہ محرم سن ۱۲۸۷ کا دن آیا۔ تو حضرت قبلہ عالم صاحب بہت تکلیف اور پروردہ خاطر ہو گئے۔ ہم سب لوگ توحیران تھے کہ اس غیر معمولی تکلیف کی کیا سبب ہوگا۔ آخر جرات کر کے دریافت کیا۔ تو حضرت قبلہ عالم صاحب نے فرمایا کہ آج تیسری صدی کا آغاز ہے۔ اور یہی صدی ہے کہ لوگوں کے ایمان میں بہت بے تقادری اور زلزل کا اندیشہ ہے۔ اگر اسکا کچھ بند ہو سکتا۔ تو یہ کہ اہل اللہ کا دامن مضبوط رکھا جائے۔ اور درود شریف کی کثرت کی جاوے کہ کاتب الحروف نے یہ حکایت خواجہ صاحب کی زبان فیض ترجمان سے بھی سنی تھی۔

لطیفہ۔ خواجہ صاحب کا ایک مرید علاقہ سوتر (سرسہ) کے رہنے والا تھا۔ مگر جیسا کہ خدا کی قدرت ہے۔ اور بہت لوگ دنیا میں ایسے موجود ہیں۔ جنکو سانپ ہر سال کھینچتے ہیں۔ نامبروہ کو بھی ہر سال ک سانپ کاٹ جاتا۔ جس سے اسکو سخت تکلیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔ آخر کار اس مصیبت سے تنگ کرنا مبروہ اپنے مرشد کج ریت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مطلب عرض کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارے علاقہ میں ایک فقیر کامل گوگا نامی کی خانقاہ ہے۔ سب رپا اسکے تابع ہیں۔ یہ فقیر کامل قوم چوہان سے ہے۔ تو اسکے عرس پر جا کر میری طرف سے پیغام دینا۔ کہ مہربانی کر کے یہ مصیبت رفع کر دے۔ ورنہ تو قوم چوہان ہے۔ اور میں قوم افغان۔ اگر یہی التماس کوئی توجہ نہ کی۔ تو میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کرونگا جو قوم افغان نے چوہان کیساتھ کیا تھا۔ خواجہ صاحب کا اشارہ سیطرت تھا۔ کہ جس طرح قوم چوہان کی حکومت (دہلی) قوم افغان نے لے لی۔ اگر ہماری بات پر توجہ نہ کی گئی۔ تو یہ سلوک کیا جاوے گا۔ کہتے ہیں کہ اس شخص نے خانقاہ میں جا کر پیغام پہنچایا۔ اور خداوند کریم کے فضل سے اسکے بعد اُسے کسی سانپ سے نہ کاٹا۔ کاتب الحروف نے اس فقیر کامل کے نام تحقیق کرینی کو کشمیش کی۔ تو معلوم ہوا کہ اس نو مسلم فقیر کا نام علاؤ الدین ہے۔ اسلام قبول کرنے پہلے اسکا نام گوگا تھا۔ اسکی قبر موضع ماڑی گوگا میں ہے۔ یہ گاؤں بلوہ بہادر

سانپ کا کج ریت

کے پاس ہے جو سرسہ سے بس کوس جانب جنوب ہے۔ گوگا کے باب کا نام جو ابن مانک بن حبان سے
اسکی کرامات و خوارق عادات بہت مشہور ہیں خاص کر سانپ کے کاٹے کیواسطے تو اکسیر تھے۔ بہت سے
ہندو اور کئی مسلمان اسکے معتقد ہیں چونکہ علمائے کوا سکے مسلمان ہونیکا علم نہیں ہے۔ اسواسطے وہ کہتے
ہیں۔ کہ وہ کافر تھا۔ اسپر بزرگی اور کرامت کا یقین کرنا سخت غلطی ہے لیکن سچانکی غلطی ہے۔ کیونکہ
گوگا ایک فقیر کامل تھا۔ اخیر عمر میں مسلمان ہوا۔ اور خاص کر اسی حکایت سے اسکی بزرگی کا پورا حال معلوم
ہوتا ہے۔ دیگر۔ مولوی جلال الدین دہلوی سے جو ایک مرد صالح اور مردیان خواجہ صاحب میں سے
تھے۔ روایت ہے کہ میں دین علی شاہ مجذوب کے پاس جن کا ڈیرہ دہلی سے باہر قدم شریف کے استم
میں تھا۔ اکثر جا کر بیٹھتا۔ اگرچہ مجذوب اپنے جذبہ میں رہتا۔ اور لوگوں سے کوئی کلام نہ کرتا۔ مگر تاہم میں
جسوقت اسکا کہنا لیا جاتا۔ وہ میرے پاس نہایت التفات کے ساتھ باتیں کرتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں
نے اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کو خواب میں دیکھا۔ حالت عتاب میں فرماتے ہیں
کہ تو نے اس مجذوب کے کیا لیا ہے۔ یہ تو میرے ایک بال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس سے میرا دل میں
خوف پیدا ہوا کہ شاید خواجہ صاحب میرا اس مجذوب کے پاس آنیے سخت ناراض ہوتے ہیں۔ پس
میں نے وہاں جانا ترک کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پوچھا گیا۔ تو اس مجذوب نے ذرا بھی التفات نہ کی۔ کچھ
الحواف بھی اس مجذوب کے پاس گیا۔ اور اپنا حال عرض کیا۔ تو وہ مجذوب پٹھان پٹھان کہنے
لگا۔ جس سے مراد تھی کہ یہ سب فیض حضرت خواجہ محمد سلیمان سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پٹھان
کا لفظ ان کی ذات کی طرف اشارہ ہے۔

دیگر۔ ایک دن خواجہ صاحب نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ پیری اور مرشدی اس شخص کو کرنی چاہئے۔
کہ اگر مرید ہزار ڈسنگ پر بھی ہو۔ تو اسکے حال سے اطلاع رکھے۔ اور مرد کو پہنچے۔ مولوی سلطان
صاحب گورہا نے جو سیدنا شہ شاہ قادری کا مرید اور حضرت خواجہ صاحب کا مجاز تھا اور ایک نیکو
متقی پرہیزگار آدمی تھا۔ عرض کیا۔ کہ جب مرشد کیواسطے یہ رتبہ چاہئے۔ تو ہم لوگ جنکو مرید کرنے
کی اجازت دی گئی ہے۔ ان صفتوں سے خالی ہیں۔ تو ہمارا حال کیسا ہوگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا
کہ جبکو پیر کامل نے اجازت دی ہے اسکا مرشد ہی ذمہ وار ہے۔

دیگر۔ مولوی حاجی چیلغ الدین صاحب سوکڑی جن سے بندہ (د۔ بابلوچ) کو ایک خاص انش تھا۔

اور اب بھی ہے۔ خاص خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئی۔ حضرت خواجہ ابوالکاشخ صاحب کے مناقب میں ابوالکاشخ دفعہ ذکر آئیگا۔ فرماتے تھے۔ کہ تحصیل سنگھڑ میں یا کم سے کم سوکڑ میں جو شخص خواجہ صاحب سے اول اول بیعت ہوا۔ وہ میرا عدا محبت تھا جسکا نام مولوی یار محمد تھا۔ اسکے بیعت ہونیکا ذکر آئیندہ لکھا جاویگا۔ اسکی ایک دختر مائی غلام فاطمہ بھی خواجہ صاحب سے بیعت ہوئی۔ اور دونو باب مٹی کو اسقدر محبت اور عقیدہ تھا۔ کہ اندھیری رات میں گھر سے محض زیارت کیواسطے روانہ ہوتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مائی غلام فاطمہ نے حسب معمول اپنے والد ماجد سے کہا۔ کہ چلکر خواجہ صاحب کی قدبوسی اور زیارت فیض بشارت سے سعادت حاصل کریں۔ دونو رات کا کہانا کہا کر سوکڑ سے روانہ ہوئے اتفاق سے اس رات بجلی چمک رہی تھی۔ اور رو دستنگھڑ بڑے زور شور سے جاری تھی۔ جب دونو اس رو کے کنارے پہنچے۔ تو پانی کی طغیانی دیکھکر مولوی صاحب نے اپنی دختر نیک اختر سے کہا۔ کہ رات اندھیری ہے۔ اور اندھیرے میں پانی کا کچھہ اتا پتا نہیں لگتا۔ ہمکو آج واپس جانا چاہئے مگر مائی فاطمہ نے نہ مانا۔ اور دونو متوکل علی اللہ ہو کر رو سے عبور کرنے لگے۔ پانی تھازور کا۔ دونو گرواب میں آگئے۔ اور پانی انکو لے چلا۔ عین سیوقت انہوں نے خواجہ صاحب کو یاد کیا۔ اتنی میں تائید غیبی سے کسی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کنارے پر ڈال دیا۔ اور دونو اپنے کپڑوں کو جو پانی سے بالکل تر ہو گئے تھے خشک کرنے لگے۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور زیارت کا لطف اٹھایا۔ خواجہ صاحب نے تخلیہ میں فرمایا۔ کہ میان یار محمد! یہ بھی کوئی رات تو لسنہ شریف میں آئیگی تھی۔ اس دفعہ تو میں نوافل کو چھوڑ کر مد کو پہنچا۔ مگر آئیندہ اسقدر نڈر نہ ہوا کرو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ قبلہ یہ آپ کی کنیز نہیں مانتی تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اچھا اس غریب کو بہت دکھت دو۔ اسدن کے بعد مائی فاطمہ خواجہ صاحب کے دولت خانہ میں رہنے لگی۔ اور حضرت راجہ بصری کی طرح تمام عمر عبادت اور گوشہ نشینی میں گزار دی۔ سبحان اللہ! اگلے دن میں عہد میں کسقدر ناہدہ اور عابدہ ہوا کرتی تھیں۔ اور سبکل ہم لوگ کسقدر بندہ نفس ہو گئے ہیں۔ اور زیارہ کے واسطے کچھہ بھی توشہ کا بندوبست نہیں کرتے۔ اللہم اهدنا الصراط المستقیم واحفظنا من شرر انفسنا۔ انت ربنا وانت مالکنا وانت نعم الوکیل۔

دیگر... مائی فاطمہ مذکورہ کے بہائی تاج دین کے گھر کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن مائی فاطمہ پوری

آپ کو مولوی سے مال مال پھالا۔

تھی۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کھڑے آئے۔ اور اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ مائی جانے
نے خواجہ صاحب کو نہ دیکھا۔ جب نام بتایا۔ تو آپ نے گریہ کا سبب دریافت کر کے دعا فرمائی۔ کہ تمہارے
بھائی کو گہالی میں شادی کرنی چاہئے۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے ارشاد کے مطابق مولوی تاج الدین
نے شادی کی اور بہت سے لڑکے پیدا ہوئے۔

خلیفہ محمد یاران صاحب کا عجیب و غریب سوال

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ خلیفہ محمد یاران صاحب ساکن کلاچی جو خواجہ علیہ الرحمۃ کے جلیل المقدر خلیفے اور
ایک بزرگ آدمی ہو گئے تھے۔ آپ کو نہایت شادان اور خوش اور مہربان پاکر تخلیہ میں التماس
کی۔ کہ ایک سوال بتائیے میرے دل میں کھٹکتا ہے۔ اور حضور سے دریافت کرنے میں شرم
دائگی ہے۔ اگر حضور اجازت عطا فرمائیں۔ تو میں گذارش کروں۔ خواجہ صاحب نے اجازت فرما
اس پر خباب خلیفہ صاحب نے عرض کی۔ کہ قبلہ میرا یہ سوال نہ از روئے اعتراض ہے۔ اور نہ اعتقاد و
اخلاص میں فرق ہے۔ بلکہ ولتطمئن قلبی کے سبب گذارش کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب اور بھی
متوجہ ہوئے۔ اور شفقت سے فرمایا۔ کہ آپ فرمائیے۔ کیا سوال ہے۔ اس پر خلیفہ صاحب نے جرات پاکر
عرض کیا۔ کہ غریب نواز! اگلا وقتوں کے اولیائے کرام منشیخ وقت کہی کسی شخص کو اپنے واپس بہت
میں داخل نہ کرتے تھے۔ جب تک کہ کسی خاص شخص میں اہلیت و سنائیت اور صلاحیت موجود نہ تھی
آپ کا یہ حساب ہے۔ سچ ہر کہ آمد بورت خالی نرفت۔ اس میں کیا بھید ہے۔ فاسق آئے۔ کہ فاجر
دہریہ آئے۔ کہ کافر۔ صاحب ہوش ہو۔ یا عقل سے باہر ہو۔ مگر کسی کو بھی آپ اپنے سلسلہ غلامی میں
قبول کر نیسے کہی انکار نہیں فرماتے۔ خلیفہ صاحب نے یہ تقریر کہیں یہی متانت اور اوست کی تھی۔
جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ فی الواقع انکے دل میں اس عجیب امر کی حقیقت دریافت کرنے کی بڑی
آرزو ہے۔ اور بالخصوص خلیفہ صاحب پر خواجہ صاحب کی کمال مہربانی اور شفقت تھی۔ پس آپ نے
اپنے خلیفہ اعظم کو روکھا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور اصل حقیقت کو ظاہر فرما کر خلیفہ صاحب کو
ایک عجیب از سے آگاہ کیا۔ اور اس طرح اس سوال کا جواب فرمایا۔ میان! اگرچہ یہ راز منکشف
کرنیکے قابل نہیں تھا۔ لیکن آپ کی خاطر مجبور ہو کر مجھے ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ واضح ہو کہ جب پہلے
پہلے حضرت قبلہ عالم صاحب سے خلافت ملی۔ میں لوگوں کو مرید نہ کرتا تھا۔ ایک دن رات کو رات

نے آواز دی۔ کہ اے فلاں۔ تو لوگوں کو مرید کر۔ میں نے اس وقت کہا۔ کہ مجھے اتنی طاقت نہیں جو اس
ملا کہ تو اس بوجہ اٹھانیکے لائق ہے۔ ہم نے تمہیں حکم کیا۔ تو بڑی خوشی سے لوگوں کو فیض پہنچا۔
پھر میں نے عرض کی۔ یا اہی میں اس وقت لوگوں کو اپنی بیعت کراؤنگا۔ اگر اپنے کرم سے ان سب
کو بخش دے۔ حکم ملا۔ کچھ کرنے نہ کر۔ ہم سب کو بخش دینگے۔ پھر خواجہ صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
اب بتاؤ۔ میں کیوں نخل کروں۔ بخشنے والا تو وہ خود قادر کرم ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب شادری
نے جنکی راقم نے جون ۱۹۰۲ء میں جا کر زیارت کی ہے۔ اس واقعہ کو مندرجہ ذیل دلچسپ پیر کی

راوی این راز نور الدین نام ہر وہ سال او پیش حضرت ماکہ بود گاہ گاہ از شفقت لطیف کے شہنشاہ کامی اولیا اے زورت روشن این کوں اے مزین تو بنور احمدی اے شفقت عاجز از دستگیر ہر کہ آمد بدت خالی ز رفت گرچہ باشد فی اللیل انیس ہم ہر کہ بوئے صاب معنی خلف در جنابت اے تو خاص کرم کار	مولوی حافظ شیرین کلام در ترویج ختم قرآن می نمود رازی گفتند باو اے شریف قطب عالم کاملان را پیشوا اے زینت سبز گلزار جہان اے تو سرور زیب گلزار زنی لمجا و ماو اے مسکین و فقیر گرچہ خالی بود از روز الست چون سدر توبلی سازش ہم بعتش کردند شیخان سلف سی ہزار آید و گرسی صدرا	ہم خلافت منزلت صوفی شوار مہربانی ما حضرت ہم براو روزہ اندر خلوت او قریب داشت کے سلیمان منزلت غوث زمانہ اے زفرت فخر ذات مصطفیٰ اے ز گلہا و معارف گلشن ایکے فیض علم آگے تر وہ این صدائے عام کہ در داوہ ایچ شیخے این چنین جرات کرو وربد و ناسازگار و ناخلف خواہ تجارند خواہ از اذنیاب	ہم شرافت تربت فرخندہ کار بود سن احد شنوا و ماہ رو کردہ پیش شیخ عالم عرضداشت بارگاہت سجدہ گاہ انس جان وے تو معمور دین محبت ہے وے چراغ چشت رات روشنی خوان بغما بہر حساق آورد کہ نہد این بہن خوان کہ نہاد حیرت دامن گرفت از شیخ فرو دست اور ارم گرفتند بکف دست شان گیری تو در اہ خلد
اندین معنی مرا حیرت فرو شیخ عالم غوث ارض و سما ہر کہ گیر دست تواند جہان ضعیف ہم مرید انضعیف بعد از انم ہر زبان آید خوب کہ گبر جان و تاند پیش	حیرت را وضع میباید نمود گفت از حق آیدم ہر دم ندا بجیابش آویش در جنان رضیفان رحم یارب اللطیف کاشچہ میگوی پذیرم شباب ایچہ خاصا زاد ہم فد ہمیش	گرچہ گستاخی است اعالیجناب کے سلیمان منزلت محبوب من من میں رضی نبودم اعلیام آنچہ خاصا را وہی آن تہان کہ مرا سوگند ذات من بود آن بہا والدین ملت غوث حق	این سوالم را عنایت کن جواب وے وجودت خاصا از کرم من عرض کروم یا الہ ذوالکرام این ضعیفان را بدہ مدین ہن ہر کہ گیر دست تو بر من بود یکند ابش نو چون بہا ہم حق

ہر کسے کام روز بسند مرترا	آتش دوزخ نسوزد مراورا
زین سخن شگفت شیخ نامدار خویش ابر کرد بر شتر سوار اے پرشیزو گوش ہوش تو باز آ از غفلت خرگوش تو کے توفانی باقی ہم باذات کنا ہم مرا سو گند عزت نام من چونکہ فرمانم رسد ہر دم چین این صیدائے عام دارم در زمین گفت اوی شیخ چون این سخن گوش من بالید و گفتا این سخن اوزین بوسید و سے خاص تر کوزہ چو بود چونکہ قلزم بالعلق شیخ گفتا تا کہ توانی بہان دار اندر سینہ چون گنج نہان اوزین بوسید و سر و باب شد خلوت خانہ آن خاص با لیک حسب ل شد در ان شجاع کل ستر جا و لائین شناع کر و پید ابا یک از یار کمن او بد کرد و برگسے تا او من	زند کام روز مارا ہر کہ دید بیشک و از آتش دوزخ رسید آنکہ سالت معمر کم پیش این خطا آیدم ہر دم پیش آنکہ خاصا ز او ہم بعد از فنا طالبانت را وہم اندر بقا تا کہ آید ہر کسی زین فیض عام بہرہ یابد شاو باشد و سلام تا نگوی تر سلطانن بکس تا زیری قند و کام گس بحر قلزم چونکہ این در را بدر کرد چون ماند نہان در کوزہ و تا تو توانی نگہ دارشیں زو بہر مخفی سازی قصما چند روزی در میان سینہ و گنج را پوشیدہ در گنجینہ داشت عواست روزی تا سخن انی کند و زیبائش شکر افشانی کند اتفاقا راوی شیرین مقال خود ملائی گشت با این حال
از فصاحت آن بیانے را کہ دست	پر و لم از کلک خوشگوی کہ دست

مولوی نجم الدین خلیفہ اعظم فرماتے ہیں کہ حضرت می فرمودند کہ ہر کہ برد من آید او صاحب قسمت است
و بے نصیب و من نے آید +

یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ جب لوگ حضرت غریب نواز کے پاس آکر اپنی اپنی آرزوئیں اور حاجتیں
بیان کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے فائزہ خیر کہا کہ خاموش ہو جاتے تھے۔ اور بالخصوص جب اساک
باران ہوتا۔ بہت لوگ حضرت صاحب کی خدمت میں استغاثہ کرتے۔ کہ یا غریب نواز ع دعا
کن کہ کار از حد گذشتہ + حضرت صاحب محو کہو کہ کبیر فاضل اشارہ کر کے کہتے تھے۔ کہ جب چاہتا
ہے مینہ برساتا ہے۔ اس واسطے اسکو مینہ برسا و کہتے تھے۔ بموجب حدیث شریفہ۔ کتمان الکرامۃ
فرض علی اولیائہ کا ظہار معجزۃ فرض علی انبیائہ +

چنانچہ میان عبداللہ کہو کہ تو نسوی سے روایت ہے۔ کہ جو کرامتیں حضرت صاحب ظاہر ہوتی تھیں
آخر عمر میں انسوس کرتے تھے۔ کہ میں نے یہ کیا کہا تھا۔ کہ فلان فلان کام مجھ سے ہو گئے +

دریائے سندھ سے بغیر شتی کے عبور کرنا

خواجہ خواجگان حضرت محمد سلیمان صاحب تونسوی۔ جو اپنے وقت کے قطب دوران سلیمان زمان کہلائے۔ اور جنگی بزرگی اور کرامت کا شرق سے غرب تک شہرہ ہوا ہے۔ انکی عجیب و غریب خوارق عادات کا مفصل ذکر کیا جائے۔ تو اسکے واسطے بھلا اس مختصر میں کہان گنجائش ہو جب اس مختصر کا نام خاتم سلیمانی تجویز ہوا۔ تو یہ دل میں فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ کہ حسب طرح نگین خاتم پر مختصر جمع لکھا جاتا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں بھی خواجہ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات سے مختصر اور دلچسپ حکایات اور واقعات اس طرح پر منتخب کی جاویں۔ حسب طرح کہ کسی چیز کا جو ہر نکالا جاتا ہے گویا خاتم سلیمانی واقعات سلیمانہ کا عطر ہے۔ جو بڑی احتیاط سے کشید کیا گیا ہے۔ بجز دیگر حکایات کے دریائے سندھ سے جو اپنے ایک موقعہ پر بغیر کشتی کے عبور کیا۔ ایک ایسا مہتمم بالشان واقعہ ہے جسکی نظیر دنیا میں شاذ و نادر ہی ملیگی۔ خاکسار اور اب بلوچ مولف کتاب ہڈانے اس واقعہ اور کرامت کی تحقیقات کیواسطے از بس کوشش کی۔ اتفاق سے چند ایک اشخاص خاص میرے گاؤں کچھی اُسدن حضور خواجہ صاحب کے ہم کاب تھے۔ اور اس عجیب و غریب واقعہ میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیفیت اسکی اس طرح ہے کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب فقرا اور علما کی ایک بڑی جماعت حسب معمول ساتھ لیکر اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ عالم کے عرس پر تشریف لے گئے۔ جب سنگھڑ کو واپس روانہ ہوئے۔ اور دریائے سندھ کے کنارے پہنچے۔ اس وقت دریا دو شاخوں میں بہتا تھا پہلی چوٹی شاخ تو عبور کر کے آئے تھے۔ بیچ میں پل امیل کے قریب ریت تھی۔ اور دریا بھی خاصے طغیانی پر تھے۔ جب کڑا سے پر تے۔ تو معلوم ہوا کہ مسمی پر دیال نے جو کہ دیوان ساون مل صوبہ دار ملتان کی طرف سے سنگھڑ کا حاکم تھا۔ سب کشتیاں ضبط کر لی ہیں۔ حضرت صاحب نے ہر چند کہلا بھیجا۔ کہ تو ایک کشتی میں سے ہم فقیر لوگ ہیں۔ یہاں ہکو بڑی تکلیف ہوگی مگر اس نے ہرگز ان کی بات کو نہ مانا۔ بلکہ لٹھیا اور ستھرا سے کہا۔ کہ آپ نے فقیروں کے لئے تو نسہ شریف میں لنگر جاری کیا ہوا ہے۔ کیا ہوا۔ اگر ایک دو روز یہاں جھگل میں فقرا کے لئے لنگر جاری کر دو گے۔ بعدہ کشتیوں کو موضع دراجھی کے نیچے جو کہ دریا کے مغربی کنارہ پر ہے۔ لیکر آئے۔ غرض حضرت صاحب نے ہرگز نہ مانا۔ فقرا کا عجیب حال تھا۔ اوپر سے تازت آتا اور گرمی کی شدت نیچے سے گرم ریت ماہی بے آب کھینچ کر پرتے تھے۔ حضرت صاحب کیلئے

تو چند بائس جو کچا دون مین ساتھ تھے۔ ریت مین لگا کر اور اوپر کھس وغیرہ ڈال کر سیاہیاں بنا دیا گیا۔ مگر عام لوگ سخت تکلیف برداشت کر رہے تھے۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا۔ تو آپ نے نماز باجماعت ادا کی۔ اور حسب دستور سابق قرآن شریف کی تلاوت شروع کی۔ جب تلاوت ہو فارغ ہوئے۔ غازی خان کو جو خاص مرید تھا۔ اور دریا کے کنارہ پر رہتا تھا۔ فرمایا۔ میان غازی خان کا دریا مین پانی بہت معلوم ہوتا ہے۔ یا نہ۔ اُس نے عرض کی۔ قبلہ دریا جوش و خروش پر ہے اور بغیر کشتی کے عبور ناممکن ہے۔ اتنے مین چند مشکین ادھر ادھر کے لوگ لے آئے۔ حضرت نے حکم دیا کہ چند تیراک مشک بھلا کر چلیں۔ اور جہان پانی زیادہ ہو۔ وہاں استعمال کریں۔ عرض تین چار آدمی روانہ ہوئے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ پانی انکو کمر سے اوپر نہ آیا۔ یہ دیکھ کر سب فقیرانکے جیسے چل کھڑے ہوئے۔ حضرت صاحب نے غازی خان کو پہلے کہا تھا۔ کہ مجھے دریا مین پانی کم معلوم ہوتا ہے۔ تو جا کر سارا پانی اچھی طرح دیکھ آ۔ اور ساتھ ہی یہ الفاظ بھی زبان مبارک سے فرمائے تھے کہ خداوند کریم نے فرعون کافر کو جسے خدائی دعویٰ کیا تھا۔ دریائے نیل مین راستہ دیا تھا۔ ہم فقیر لوگ جو کامر گوہن۔ اور نبی کے غلام ہن۔ کیا عجب ہے۔ اگر ہمیں بھی راستہ مل جائے۔ عرض سب فقیر گذر گئے۔ ساتھ ہی چند مسافر کزن مین سے ایک دو ہندو بھی تھے۔ پارہ ہو گئے۔ مگر حضرت صاحب کی واسطے ایک چار پائی سی بنالی گئی۔ اور اسکے نیچے چار عدد شناسنداری (لگا دی گئیں اور حضرت خواجہ سلیمان صاحب اور صاحبزادہ گل محمد صاحب اور خواجہ بخش صاحب مینوں اسی سرکنڈون کی چار پائی پشت فرمائے ہوئے۔ اور دریا سے عبور کیا۔ کہتے ہن۔ کہ قمر کے عبور کرنے کے بعد چند آدمی ان کی دیکھا دیکھی مغربی کنارے سے دریا کو پایاب سمجھ کر داخل ہوئے۔ مگر کنارے ہی پر ڈبکون ڈبکون کرنے لگے۔ اس واقعہ مین ایک دلچسپ بات یہ سنی گئی ہے۔ کہ کیا گہوڑا اور کیا اونٹ کیا گیا۔ ہر ایک جانور اور جاندار کو خواہ وہ طویل اور بڑا چوٹا کیوں نہ تھا۔ پانی کمر تک آتا تھا۔ میرانا حاجی احمد علیخان بلخانی ساکن سوکڑ جسے راوڑہ کہتے تھے۔ اور جو ایک پستہ قدر آدمی تھا۔ اس موقع پر حضرت صاحب کے ہمراہ تھا۔ اور ملان نور حسن ار این ہمارے مسجد کا پیش امام متوطن سوکڑ بھی۔ جو کہ ایک بڑا طویل القامت شخص تھا۔ نیز حضرت کے ہمراہ تھے

علی نامبرہ کنی دمنج بہت امدد فرمایا۔ اور ایک عرصہ دراز جاوے کے علاوہ مین ریس میں مشورہ رہا۔ بہت نیکی رہا۔ اور خواجہ صاحب

الہ جہان اور خواجہ صاحب

اور چونکہ دونوں خاص سو کر کے رہنے والے تھے۔ اس واسطے ایک دوسرے کے آگے پیچھے دریا سے عبور کرتے تھے اور سخت تعجب ہے کہ پانی ان کو بھی کمر تک آتا تھا۔ یہ حکایت سنگھڑ اور مہار شریف میں ہر کہ و مہ کو معلوم ہے۔ میں نے پہلے اس واقعہ کو ایک قلم کتاب میں پڑھا تھا۔ اور مناتب المحبوبین میں بھی اس واقعہ کو اسطرح لفظ بلفظ درج کیا گیا ہے۔ میں نے اپنے نئے احمد علیخان کو اچھی طرح کئی سال تک دیکھا تھا۔ اور وہ بھی اکثر اس کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے اپنے شہر کے اکثر لوگوں سے سنا ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ جب دیوان ساون مل نے پردیال کی اس شہرت اور حماقت کی حکایت سنی۔ فوراً اسکو معزول کر کے قید خانہ میں بھیجا۔ خیر اسکے معزول اور محبوس ہونیکے اور بو عشت ہون۔ مگر ہم اتنا کہے بغیر رہ نہیں سکتے۔ کہ خواجہ صاحب کی بددعا کا اثر تھا۔ پھر اس سے بہت سا تجربانہ بطور مصا و رہ لیکر اسے قید سے مخلصی دی گئی۔ وہ رونا پیتا تو لسنہ شریف میں آیا۔ اور خواجہ غریب نواز سے آکر معافی طلب کی۔ کہتے ہیں۔ کہ پھر اسکو ایک اچھے عہدہ پر بحال کیا گیا۔ گو یہ بات صحیح نہ ہو۔ مگر اس میں ذرا شک نہیں۔ کہ حضرت صاحب نے دریائے سندھ جیسے بھاری دریائے بغیر کشتی کے عبور کیا تھا۔ دریائے سندھ کی تندی اور لہروں اور پانی کی بہتا تے وہی لوگ اسیطرح واقف ہیں۔ جو کہ اسکے کنارہ پر آباد ہیں۔ بھلا جن لوگوں نے راوی دیکھی ہے۔ وہ اندس کا کیا خیال کر سکتے ہیں۔ حضرت صاحب بار بار یہی فرماتے تھے کہ تراکشی اور مہاراجہ یہ حکایت سنگھڑ میں حد سے زیادہ مشہور ہے۔ اگر اچھل کے اگر زری خان اس حکایت پر نکتہ چینی کریں۔ تو محض تعجب کی بات نہیں ہے۔ مگر انکو واضح ہو۔ کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے۔ اسکے آگے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جس بقدر عجیب و غریب معجزے پیغمبرین کے مبعوث ہیں۔ وہ بھی عقل بین مشکل سے آتے ہیں۔ مگر تمام دنیا پکار پکار کر انکی تصدیق کر رہی ہے۔ جن لوگوں میں ایمان کامل ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر صدق دل سے یقین رکھتے ہیں۔ اسے کوتاہ اندیشی اور روزمرہ دیکھتا ہے۔ کہ وہ صانع قدیم ایک دانہ اور پانیکی حالت تبدیل کر کے کس قدر گل و گلزار پیدا کر سکا۔ اسے کیا اس میں طاقت نہیں ہے۔ کہ اپنے خاص پیاسے بندوں کو واسطے اپنی ایک محکوم چیز کو پتہ پتہ عرصہ کی واسطے خاص طرز پر حکم دے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بوستان میں اپنا چشم دید واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک فقیر و شہنشاہ نے بغیر کشتی کے دریا سے عبور فرمایا۔ کیا آپ کو اس بزرگ پر بھی کذب کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس کے گزرنے زمانے میں بعض لوگ آگ میں چلتے ہیں۔ اور ایسی عجیب و غریب کرامتیں دکھاتے

ہیں۔ کہ عقل کچھ کام نہیں کر سکتی۔ مولوی غلام حیدر نے اپنے ملفوظات میں اس واقعہ عظیم کو لفظ بلفظ نقل کیا ہے۔ اور یہ شعر بھی لکھے ہیں۔

بہ میں کرامتِ حضرت چو تجزہ موسیٰ کہ اوزنیل گذر کرد و این زوریائے سزہ
عجب مدارباین امرسا لکان خدا کہ سے سندیک لحظہ زروم بہ ہند

اقتباس ملفوظات

جناب فخر الاولیا خواجہ صاحب قدس سترہ العزیز کی جس قدر ملفوظات قلمی یا مطبوعہ ہیں۔ ان سب میں منتخب کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ یہ کتاب حسب ارشاد حضرت ثانی خواجہ بخش صاحب مولوی یار محمد صاحب نے مناقب شریف سے انتخاب کی ہے۔ اور اپنی چشم دید ملفوظات کو بھی مندرج کر کے کتاب کو گونا گون مضامین و مطالب کے گلشن بہار بنا دیا ہے۔ یہ کتاب صحت و تنقید کے لحاظ سے تمام ملفوظات پر فوقیت رکھتی ہے۔ چنانچہ میں نے چند ایک بزرگوں مثلاً مولوی محمد شاہ عالم صاحب سوگڑی۔ مولوی گوہر علی صاحب تونسوی وغیرہ کی زبانی سنا ہے۔ کہ حضرت ثانی علیہ الرحمہ فرماتے تھے۔ کہ یہ کتاب منتخب بری اپنی ساختہ پر داختم ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ سجادہ نشین صاحب سیال شریف اور حضرت فیض آباد پیر محمد علی شاہ صاحب سند آرائے گولڑہ شریف کے ایما اور ارشاد سے یہ کتاب انتخاب مناقب سلیمانہ شائع ہو چکی ہے۔ جو بلب بلان گلشن سلیمانی اور پروانگان شمع افغانی کی واسطے حزنہ جان ثابت ہوگی۔ اگرچہ خاکسار بھیدار بخش بلغانی مؤلف خاتم سلیمانی نے قبل ازین بھی قلمی نسخے سے بہت کچھ اقتباس کیا ہے۔ مگر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ضروری مضامین بجنسہ ترجمہ کر کے یہاں درج ملفوظ۔۔۔ صاحب منتخب نے ویرا والی حکایت کو بعینہ درج کیا ہے۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میں مولوی یار محمد اندون بمقام تونسہ مقدسہ تحصیل علم کرتا تھا۔ جب پھر میں یہ خبر مبارک اثر پہنچی کہ آج وہ ہمارے سعادت و آفتاب ولایت عرس شریف حضرت قبلہ عالم سے واپس تشریف لاکر تونسہ مقدسہ میں برتوسے فگن ہونگے۔ بہت سے درویش طلبہ۔ جان نثار غلام مردان عالی مقام اس وقت اوج لامکانی کے استقبال و زیارت فیض بشارت کی واسطے تونسہ شریف اور دیگر دیہات سے روانہ ہوئے۔ جب ہم بستی پیر میں پہنچے۔ تو جناب فخر الاولیا قدس سترہ ایک سرین کے درخت کے نیچے رونق افروز تھے۔ ہم لوگ جب زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو اس وقت عالم لوگوں کی زبانی یہ چرچا

آفتاب عالمتاب کی حدت و شدت گریا سے ریگ گرم پر طپان بہن۔ جلد انکو راستہ سے۔ کہ آسویگی
اور خوش دلی سے دو سکرنارہ پڑھیںج جاوین۔ اپنیات ۵

مرد چوشت در است لفرمان رب	ارض و سما باشد از و با ادب
بحر۔ ادب و ہر دو فرمان برد	نار شود سرد ز نورش ر مدء
شکر تائید سے این باد شد	بیخ کن لشکر آن عا د شد
موم گنبد آہن داود را	باد شمار است خط ہود را
عائیل و فرزانه ہمہ پیش رب	دوست و را دوست شیدہ با ادب
عقل و ادب گزینہ و یار شان	بہر چہ گر وید۔ ستون پر فغان

فائدہ... جب یہ خیر تمام دنیا میں منتشر ہوئی۔ اور کس طرح قذوۃ الاولیاء مولانا مولوی محمد بخش
ملتان نے خیر پوری کے مسامح فیض مجامع میں پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس جوان مرد کے علم اور
حوصلہ پر ہزار آفرین۔ کہ دریا کو بھی باقی چھوڑا۔ اور فقیروں کا کام بھی ہو گیا۔ اور اگر آپ اس عالمی
حوصلگی اور خیر اندیشی کو کام میں نہ لاسے۔ تو وہ دریا قیامت تک ایسا خشک ہو جاتا کہ چریا کی
سیاس بھی نہ بچھا سکتا۔ فافہم و قد بتر۔

دیگر... میان یار محمد سوکڑی کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک شخص یار محمد خان افغان تو نسہ شریف
میں سکونت رکھتا تھا۔ اور تباہی میں وہ بہت دولت مند اور صاحب ثروت تھا۔ لیکن آخر میں زمانہ
کی گردش سے غریب اور نادار ہو گیا۔ اتفاقاً وہ کسی کام کی واسطے تو نسہ شریف و شمال کی طرف
گیا ہوا تھا۔ پاسی پر جب وہ موضع ڈونگ کے پاس پہنچا۔ تو وہ ایک اونٹ پر سوار تھا۔ اس وقت باجرہ
تیاری پر تھا۔ اور خوشے خوب پکے ہوئے تھے۔ خدا جانے طمع نفسانی یا غلبہ گرسنگی سے یار محمد خان
مذکور نے اپنے ساربان سے کہا۔ کہ باجرہ کے خوشے بہت سے جمع کر لے۔ اور ان کا خیال تھا۔ کہ
نگہبان موجود نہیں ہے۔ اتنے میں سرکاری کاردار آ گیا۔ اور انکو مدہ خوشے باجرہ کے پکڑ کر گیم
نبرد کے پاس لے گیا۔ جو اس موضع میں دیوان تھا۔ گو سرنام نمبر دار ٹام کو تو گورہ تھا۔ مگر شک سیاہ
سے کہہ میں بڑھ کر تھا۔ کہنے لگا کہ تو نے حسب قدر نقصان کیا ہے۔ یہ پانسو روپہ جرمانہ کے لائق ہے
مگر پھر بھی تیرے بندگوں کا لحاظ کر کے میں تجھ پر پکے پانسو روپہ جرمانہ کرتا ہوں۔ گدھے پہنچے ہی بھیج دیکھو۔

اور اس باب کو نہ کہیو۔ ورنہ وہی پانسو روپیہ وصول کرونگا۔ یار محمد مذکور ومان سے روانہ ہوا اور اپنی غلطی سہو پر سخت نادم تھا۔ تونسہ مقدسہ میں آکر حضرت فخر الاولیاء کے قدموں پر گر پڑا۔ اور تمام وکمال ماجرا بیان کر کے عرض کیا۔ کہ مجھ کو تو ایک روپیہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ اور گوہر نژاد رانا بھارت نے دس روپیہ مصاوریہ کیا ہے۔ میں نے حضور کا دامن پکڑا ہے۔ حضور غریب غاموش تھے۔ آخر مجھے دیار محمد سوکڑی (بوقت عصر ارشاد فرمایا۔ کہ یہ دو کاغذ ہیں۔ ایک محمد زیندار موضع کے نام ہے۔ اور دوسرا اسمی گوہر نژاد ہے۔ نہیں چاہئے کہ اس قدر سویرے یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ کہ صبح کی نماز موضع مذکور میں جا کر پڑھو۔ اور پہلے اسمی محمد ڈونہ سے ملاقات کرو۔ وہ کاغذ تمہارے ساتھ گوہر کے ہاں چلیگا۔ پس اسکو دو نو خطوط دیجیو۔ اور پھر جواب لکھا کر بہت تونسہ مقدسہ روانہ کا والا نامہ حوالہ کی ادا کر کے آپ کو فرمودہ کو حاکم بنا۔

محمد زیندار جماعت میں شامل تھا۔ اس حضور نے دیکر کہ وہ میں اشراق کی نوافل زینب کی امید نہیں ہے۔ مگر حضور کے نیا۔ اور جب وہ نماز سے فارغ ہوا۔ تو دو نو ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور حجام اس کا خط لیا۔ تو نامبروہ نے بعد مطالعہ غصہ میں آئینہ بوجا کر کہا۔ اب تو میں اس سے پانسو روپیہ جسکا لکھنا کسی طرح مناسب نہیں۔ یہ کیفیت کہ اگر آپ حضور کے لکھنے پر چاہے معاف نہیں کرتے۔ اور اس کے بعد کہا کہ اگر اس کے دس روپے دین پانسو روپیہ لونگا۔ یار محمد سوکڑی (خاکسار الہ بخش بلغانی سے حفظ اللہ عن حوادث التبر) کا بیان ہے۔ کہ میں یہ کیفیت دیکھ کر میں گیا۔ اور حضور فیض ظہور کی خدمت میں تھانم اول سے آخر تک جا سلیا۔ آپ شکر غاموش سے ہو گئے۔ اور اس کے بعد حرم میں لے کر تشریف فرما ہوئے۔ جب ظہر کا وقت آیا۔

دیگر۔۔۔۔۔ میان عبداللہ نام نمبر دار جو ایک کوہستانی اور سادہ مزاج آدمی تھا۔ اور صلوات محمدیہ
صاحب کلتانی رضی اللہ عنہ کے مریدین باصفیہ میں سے تھا۔ حضرت فخر الاولیا کی خدمت میں بہت عرصہ تک
رہا۔ یہ شخص بوجہ سادگی اور صفائی باطنی کے ابدالوں کی صورت میں نظر آتا تھا۔ حضرت فخر الاولیا
قدس سرہ اکثر اسکے ساتھ بے تکلفی کی باتیں کرتے۔ کہ اور سی سے اس قدر مجالست و موافقت کم
تھی۔ ایک دفعہ نامبروہ میرے ساتھ شب باش ہوا۔ اس وقت حضرت فخر الاولیا کا وصال ہو چکا تھا
میں نے نہایت اصرار سے ان عجائبات کا دریافت کیا۔ جو اس نے حضرت فخر الاولیا سے خاص طور
پر مشاہدہ کی تھیں۔ اُس پر انہوں نے کہا۔ کہ یوں تو میں نے بیشمار عجائبات معاینہ کئے۔ مگر وہیں
باتیں از بس عجیب ہیں۔ اول۔۔۔۔۔ جب میرے سرشہر باکمال حافظ محمد جمال رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا
تو اس وقت میں اپنے وطن بہار پر تھا۔ میں یہ خبر سن کر از بس پریشان ہوا۔ اور وقتاً بہتیا حضرت
فخر الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مرہم شفقت عطا سے میرے زخم دل کو اچھا کر دیا۔ اور وہ اسطرح
پر ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میان عبداللہ اس قدر گریہ نہ کر۔ کہ اہل اللہ کبھی فوت ہوتے ہی نہیں۔ بلکہ
ہماری طرح زندہ ہیں۔ اور جو کچھ تو عرض کرنا چاہے۔ وہ بخوبی سنتے ہیں۔ لیکن گریہ و زاری سے مجھے
اس قدر بقیاری تھی کہ جو بر محال تھا۔ پس آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ خلوت کی وقت
اپنے مرشد کی مزار پر انوار کے بالیں یہ الفاظ پڑھیو۔ انشاء اللہ تم سے ملاقات کرنیگی۔ چنانچہ میں دوسرے
دن ہی تولد شریف سے روانہ ہو کر ملتان شریف پہنچا۔ اور خلوت کی وقت وہی الفاظ پڑھے۔ کیا
دیکھتا ہوں۔ کہ حافظ محمد جمال قبر سے نکل کر باہر تشریف لائے۔ میں بجز دل کے جمال باکمال کے دیکھنے
کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمکو حضرت فخر الاولیا کے کہنے پر اعتماد نہ آیا۔ کہ اولیا اللہ کبھی فوت
نہیں ہوتے۔ اور جب وقت کوئی آتا ہے۔ ہم اسکی بات سنتے۔ اور اسے دیکھتے ہیں۔ تو ہر طرح سے تعلق کر
اسکے بعد پھر مزار شریف میں گم ہو گئے۔

دیگر۔۔۔۔۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ آپ حجرہ شریف میں خلوت میں بیٹھے تھے۔ میں چونکہ ذرا نڈر ہو گیا
تھا۔ دروازہ پر آیا۔ اور سوراخ سے دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ خود بدولت حجرہ میں موجود نہیں
ہیں۔ اس پر میں نے قیاس کیا۔ کہ شاید کوزہ لیکر وضو کرتے ہوں۔ مگر استتابہ بھی اپنی جگہ پر جو
اسکے واسطے مقرر تھی۔ رکھا تھا۔ تھوڑی دیر میں سکوت میں رہا۔ کہ اتنے میں آپ گوشہ منبری تھوڑی

تو آپ بائین ہاتھ سے سلام کرتے ہیں نے اپنا ہاتھ پھرائی کی ہر چیز کو شش کی میسر نہ ہوا۔ ۵

بروجو شش ہر لطیفے میکٹ لطف آشکار
نغمے گاندر ازل کروہ بنائش کر و گار

ہر کسے را در ازل لطف الہی گشت یار *
گر چہ قصد او نباشد ہم بزور شش می و ہند

بلکہ بخودی اور بیوشی کی حالت طاری ہوگی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ فی الواقع یہ کامل بزرگ ہیں۔
اسکے بعد آپ نے اپنے نبیت ہونیکا طریقہ بیان فرمایا۔ جو قبل ازین لکھا جا چکا ہے۔

دیگر۔ ایک دفعہ مجلس عالیہ منعقد ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مرشد کامل کو اپنے مرید کا ہر وقت محافظ اور
مشاہد ہونا چاہئے۔ اور آپ نے تمثیل کے طور پر تذکرہ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز

دہلی سے حضرت بابا فرید صاحب کی زیارت کی واسطے پاک پٹن شریف کی طرف آپ سے تھو۔ راستہ میں
ایک کنجینی بھی شریک سفر ہوئی۔ وہ آپ کے جمال بالکمال اور نوجوانی پر از بس فریفتہ ہو گئی۔ اور اس بہانہ

سے کہ سید و فقیر ہیں۔ انکو خدمت کرنے کے ارادہ سے اپنی گاڑی میں سوار کرایا۔ اور چونکہ موسم گرمی کا
تھا۔ اسواسطے پہلی رات تو سفر میں رہے۔ مگر پہلی رات سو گئے۔ اُسپر وہ کنجینی فرط محبت سے حضرت کو

لیٹنے لگی۔ اور حضرت صاحب اس سے دُور دور تھتے تھے۔ اور یوسف علیہ السلام اور زینجا والی کیفیت
تھی حضرت کا بھی خیال شاید ہوا۔ ناگہان ایک پرہیزگار ظاہر ہوا۔ جسکے خوف سے دونوں اپنی اپنی

جگہ پر رہے۔ اور کسی میں سکت نہ تھی۔ صبح تک وہ ہاتھ اسی طرح درمیان میں تھا۔ جب لوگ جاگ
اٹھے۔ تو وہ ہاتھ ناپید ہو گیا۔ اسپر حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔ ع ز سے نظر و حفاظت پر کمال

اس کنجینی نے پوچھا۔ یا حضرت! آپ کا پیر کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بابا فرید الدین شکر گنج پاک پٹنی۔
وہ عورت از بس معتقد ہوئی۔ اور ساتھ ہی پاک پٹن ہر کاب چلی۔ جب حضرت سلطان المشائخ

صاحب اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچے۔ بڑے شوق سے قد سوس کی اور اپنے اشتیاق بالاطلاق کو
بہائیت موثر الفاظ میں ادا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یا انظام الحق شوق تمہارا بحق۔ مگر تیری مدد بھی بیشک

تو پہنچنا چاہئے۔ کہ جبکہ مرشد کامل ہیں۔ وہ اپنے مریدان با انخلاص کی کس طرح مشکل کیفیت کا برآری
کرتے اور بوقت مدد پہنچاتے ہیں۔

دیگر۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب میں ہرگز قبلہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو
اسکے واسطے سب طالب علم تھوڑے اور غریب تھوڑے کا محفل تھا کہ محفل میں حاضر ہو کر کہہ لائے۔

مجھے بھی ان کی ہمراہی میں جانا پڑا۔ لیکن مجھے اس کام میں مشق نہ تھی۔ اس واسطے میں جنگل میں پھرتا تھا۔ کہ ایک جگہ لکڑیوں کا ڈھیر بکھا اور ڈھیر لیا جتنا کسی اور درویش نے جمع کیا تھا۔ مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ جنگل سے ایک ایک لکڑی جمع کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ کہ یہ ڈھیر کسی اور کا جمع کیا ہوا ہے۔ جب ہم واپس آئے۔ تو موقع پا کر ایک درویش نے شکوہ اور طعنہ کے طور پر حضرت قبلہ عالم کنیہ دست میں عرض کی۔ کہ بعض درویش بھی عجیب دلیری رکھتے ہیں۔ اپنے استفسار فرمایا کہ کس طرح۔ اس پر اس درویش نے کہا۔ کہ جمعہ کیدن جو سب درویش لکڑیاں لانے کی واسطے گئے۔ تو اس شخص نے اشارہ بطرف خواجہ صاحب (خود تو لکڑیاں جمع نہ کیں۔ بلکہ ایک اور درویش کی جمع کی ہوئی لکڑیاں لیا چلتا بنا اور یہ خیال نہ کیا۔ کہ وہ درویش آرزو ہوگا۔ آپ مہنس پڑے اور فرمایا۔ کہ یہ غریب مسافر دور کے ملک کا ہے۔ افغان ہے۔ ان سے بڑے بڑے کام ہوا کرتے ہیں۔ یہ غریب لکڑیاں لانا کیا جانے اور انکی دلیری برحق ہے۔ کیونکہ رہنمون سے ہمیشہ دلیری کام آیا کرتی ہے۔ اسکے بعد مجھے اپنے پاس طلب فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ حافظ تمہارا لکڑیاں لانا معاف ہے۔ آئندہ تم نہ جایا کرو۔۔۔۔۔ جو لکڑیاں آپ پہلے لایچکے ہیں۔ وہی قبول ہیں۔ اور آئندہ تمہیں کوئی اور کام بتایا جائیگا خواجہ صاحب نے اس موقع پر ارشاد کیا۔ کہ مجھے از حد خوف تھا۔ کہ مبادا اس درویش کے کہنے سے آپ مجھ پر ناراض ہو جاویں۔ مگر حضرت قبلہ عالم کے ارشاد سے میری گونہ نشانی ہوئی۔ دوسرے دن حضور نے مجھے ایک کتاب ہاتھ میں دی۔ اور فرمایا۔ کہ سبق پڑھ اور ہفت میں نے سبق پڑھنا شروع کر دیا۔ جب ختم ہو چکا۔ تو آپ نے حکم دیا کہ ہر روز اس وقت ہی سبق پڑھا کرو۔ دیکھو۔ کتاب انتخاب مناقب سلیمانہ میں حضرت خواجہ صاحب کی وجہ تسمیہ بھی عجیب و غریب لکھی ہے۔ اگرچہ کسی اور ملفوظ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مگر قیاس غالب ہے۔ کہ ضرور کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔ **روایت ہے** کہ ایک دن خواجہ صاحب سب معمول حضرت قبلہ عالم سے سبق پڑھ کر کھڑے ہوئے۔ اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا۔ اور ایک طرف بیٹھے گئے۔ اس وقت کوئی اہل علم مگر بہت دلیر حضور قبلہ عالم نے کینڈست میں بیٹھا تھا۔ اس نے خبر کر کے کہ غریب نواز! آپکی خدمت میں بھی عجیب عجیب لوگ و یہقالی رہتے ہیں۔ کہ سلام اور تعظیم کرنا بھی نہیں جانتے۔ مثلاً اس شخص نے سبق پڑھا۔ اور کس طرح و باقین کس طرح سلام کر کے چلتا بنا۔ اپنے ذرا ناراض ہو کر کہا۔ کہ میان! یہ بائین دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اسے وہ حقان سمجھتا ہے۔ اور

افغانوں سے بڑے بڑے کام ہوا کرتے ہیں۔

حضور نے یہ کتاب فرمائی۔

خیال میں تخت آرائے سلیمان نظر آتا ہے۔ اس پر وہ شخص شرمندہ ہوا۔ اور عفو قصور کو واسطے عذر خواہ ہوا۔ اسکے بعد حضرت قبلہ عالم نے سب و نشیون سے ارشاد کیا۔ کہ آئندہ اسے حافظ سلیمان یا محمد سلیمان کے نام نامی سے مخاطب کیا کر دیتے ہیں کہ پہلے آپ کا نام مانہ خان تھا جسکے معنی مخزن و نازکے ہیں۔ بعد محمد سلیمان کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مانہ خان شاید محمد سلیمان کی محنت یا فرختم یا تحریف ہو جیسا کہ بہار والوں کی عادت ہے کہ وہ ناموں میں تغیر و تبدل کر لیتے ہیں۔ واللہ اعلم

چونکہ شرف محمد جلوہ گر	جلوہ تائیش بود از حد بیشتر	گوئے گوئے جلوہ بازو سر زور	ہر تجلی جان خود خوشتر
ہر بی راز و رسید این بایہ	ہر ولی نہ یافتہ این پانہ	بوالشیر زریں او خوش است	نوح و طوقان از روشی کش است
بہم غلیل از نورا و عید فرخوت	تا کہ نارش نور شد اور از خوت	با کلیم اللہ از ان جلوہ رسید	تا یہ مبینا از و آمد پدید
بہم بر صبح اللہ از ان خیر لانا	تلوہ آتہ تا کہ شد کجی العظام	باسلیمان شد عطا از ان سرور	زیر فرمان آمدش بود پیری
و پدید ہم چشم ظہیر و بار و	با سنان بھر دور ریاست شہ	بچنین با این سلیمان بسین	شد تجلی لامثال اولین
گنج بایہ احمد مختار را	بالکس کردند از ہر دور سر	زان تجلی سلیمان در او	بود غالب نام کردندش بدو
ماہ صبا از شہ چو دید آفتاب	تکرم غالب ساگزید ان غلاب	وندہ آن نور محمد با کمال	بود ظاہر در نہادش مقال
ایکے تو شایع نہی بامعی	ایں پہاڑا بجواز بجزوی	چونکہ از این سلیمان یافتی	دان کہ مقصود منزلت است

تیسری ایک دفعہ متابعت پر طریقت و اطاعت مرشد کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا مطالب و نیوی یاد کیا مقاصد دینی سب پیر کی متابعت اور انکی اطاعت و فرمانبرداری پر مشتمل اور مختصر ہیں جو کچھ پیر فرمائے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

نئے سجاوہ رنگین کن گریٹ پر منان گوید کہ سالک بخیر نمود ز راہ و رسم منزلہا اور جو اسکا ارشاد ہوا اسی کے مطابق ساعی ہے۔ اور اوب کو تعظیم کیا ظاہر اور کیا باطن ہر وقت ملحوظ ہے۔ اور اگرچہ پیر کے آگے بڑھنا۔ کھڑا ہونا۔ نماز پڑھنا اور دست نہیں۔ مگر وہ ارشاد کرے۔ تو اکابر عارف الابرار کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ اور وہ وظیفہ کبریا سے جو وہ فرمانوں۔ اسی پر موافقت کرے۔ چنانچہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دن حضرت سلطان المشیرک جناب فیہما تب قدو اللہ زبدا الاصفیاء بابا صاحب کی خدمت میں تھے۔ اور نماز پڑھتے تھے۔ کہ اتنے میں پیر کی آواز بلانے کی کان میں نہی۔ تو اس سلام پھیر کر حاضر ہوئے۔ کسی نے اعتراض کیا۔ اور دریافت کیا۔ آپ نے

فرمایا۔ کہ جسکی نماز ہے۔ اگر وہ بلائے تو میں کیوں نہ جاؤں۔ اس موقع پر کسی عالم نے کہا۔ کہ بابا صاحب نے محض امتحان و آزمائش کے طور پر بلایا ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ استقامت عشق عین شریعت ہے۔ اور استقامت شریعت خود عشق ہے۔ جب شریعت مستقیم ہوگی۔ عشق اوسکی طرف خود کرتا ہے۔ اور شریعت اسکا نام نہیں ہے۔ کہ جو امر ہوئے۔ انسان اسکا صرف عامل ہو جائے۔ بلکہ شریعت تو متابعت نبی صلعم کا نام ہے۔ اور حضور شایع اسلام کی متابعت، قولاً۔ فعلاً۔ ظاہراً۔ باطناً خود شریعت ہے۔ جب یہ مدارج پورے ہوں۔ تو وہ عامل محبت و محبوب خد تعالیٰ ہے بموجب آپ کریم۔ **إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ**۔ اور اولیائے اللہ یہ سبب کمال متابعت نبی صلعم مظہر نبی علیہ السلام ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ خاصان خدا توجہ پیر و مرشد کے سوا اور کسی چیز کے طلبگار نہیں ہوتے۔ چنانچہ امیر خسرو نے فرمایا ہے۔

۵

چون بدو پیر مرا گشت یار | نیست مرا حاجت آمرزگار

اس موقع پر عقیدہ کا ذکر شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے۔ کہ ایک شخص حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کا خواہشمند تھا۔ شیخ شبلی نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں صرف مسلمانوں کو بیعت کرتا ہوں۔ اس نے عرض کیا۔ کہ یا حضرت! میں مسلمان ہوں۔ آپ نے دریافت کیا۔ کہ کیا ثبوت ہے۔ اس حاجتمند نے عرض کیا۔ کہ میں کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا مجھے کلمہ شریف پڑھ کر سنا۔ اس نے کہا۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ **مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ**۔ شیخ نے فرمایا۔ اگر کلمہ شریف تو میرے کہنے کے مطابق پڑھے۔ تو اللہ میں تم کو مسلمان سمجھو لگا۔ وہ شخص سائل ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ شیخ نے فرمایا۔ اس شخص نے فی الفور اسطرح کلمہ پڑھا۔ شیخ صاحب نے اسے جلدی سے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ تم جو محمد رسول کریم صلعم کے اوتے نوکر اور خیمہ خدنگار میں۔ اسے بیعت فرمایا۔ اور کہا کہ یہ محض شراعت ہے۔ اسے کہہ دینے کے واسطے معلوم کیا تھا۔ اسطرح حضرت خواجہ حسین الدین صاحب کی بیعت بھی ہوئی۔ کہ اپنے اسطرح و بیعت عقیدہ کی واسطے اپنا کلمہ پڑھایا تھا۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا

پیر و جو پیر ہے پیر و پیر

و پیر ایک دفعہ مجلس والا یہ حضور نور اللہ علیہ السلام میں قوت جوانی اور خدمت پیر کی کہ تعلق گفتار شروع

اطلاعت

میں پڑھا ہے

ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پیری خود مرض ہے۔ کہ جب یہ آتی ہے۔ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور جوانی کی حالت میں جو کام انسان کرنا چاہے۔ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں جب آخری دفعہ حضور قباہ عالم کی خدمت میں گیا۔ تو روزمرہ سفر کرنے میرے پاؤں زخمی ہو گئے تھے۔ اور پاؤں کی انگلیوں کے تمام ناخن گر بیٹے تھے۔ مگر ذرا بھی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ وہ وقت جوانی کا تھا۔ جانتا چاہتے کہ صرف مسافت قطع کرنی ہے حضرت کو کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ مگر وہ عشق کی کشش تھی۔ جو ۳ دن کی منزل میں ایک دن میں طے فرماتے تھے۔ اس واسطے جن لوگوں نے اس وقت حضرت صاحب کا مہاراجا شریف آنا دیکھا ہے وہی خوب جانتے تھے۔ کہ آپ کو کس درجہ ارادت تھی۔ اور اوپر سے کس قدر عنایت۔

اگر صد سال تو بے شوق الی	براہ منزل مقصود مانے
سمند شوق چون آری تیران	رسی دروم مقصود دل جان
چو برق شوق از دل بر فرزند	موانع راہ را خرمن بسوزد
بہ پیش شوق کو ہے گاہے گردو	ز بحر نارسد راہ گردو
اگر صد رنج و محنت پیش شایق	بیانیکر دوش زد و شوق فایق
نہ شوق است آن کہ از محنت گریزد	بویس باشد کہ از تلبیس خسیزد
چو عیسے را کند از شوق داوند	فسد از کلخ چارم ذوق داوند
بے احمد بر آتش نامہ گردند	برائے لامکان پیدام گردند
چو خسرو اولیا را شوق نسزد	پر وازی رسانید کشش مقصود
چہ مقصودے کہ کس گفتن بسیارو	بیان اور زبان دانی ندا ند

یہاں سے لکھا

اگر فقہ تسلیم انبیاء علیہ السلام کے متعلق گفتگو ہو پیری تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور علیہ السلام آپ کے چچا ہیں۔ اس لیے کہ جب ان کو ان کے مین والنا چاہا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے چچا ہیں۔ اور پوچھا۔ کہ اگر آپ کو کوئی حاجت ہو۔ تو مجھے بتائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حاجت کئی خداوند کریم سے ہے۔ کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ کوئی حاجت نہیں ہے۔ وہ خود علیہ السلام ہیں۔ زبان سے کیا کہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ناز کو گزارا کر دیا۔ اور اسی طرح جب حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے امتحان کا وقت آیا۔ اور اپنے جگر گوشہ کی قربانی کا حکم ہوا۔ تو شیطان کو گفت
 وشنود کے باوجود آپس طرح امتحان میں پوسے اترے۔ اور بیدریغ اپنے بیٹے۔ پیاسے بیٹے کے گلے پر
 چھری پھیر دی۔ اور حضرت اسماعیل کو کس وسعت تسلیم حاصل تھی۔ کہ فرمان ایزدی پر تسلیم خم کیا۔ اور
 فوراً رضی برضائے الہی ہوئے۔ پس اس تسلیم و اطاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دو نونہر و نگو
 امان دی۔ اور حضرت اسماعیل کی بجائے ایک گوسفند بہشت آیا۔ اور تمام مسلمانوں پر اس یادگار
 میں تسبیحی فرض ہوئی۔ اور جب آنحضرت صلعم (روحی فادہ) کا دانت مبارک شہید ہوا تو اگر
 آپ بددعا فرماتے تو کفار غرق ہو جاتے مگر آپ نے فرمایا۔ **اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي الْهُدَى لَا يَعْلَمُونَ**
وَاللَّهُ مِيرَى قَوْمٍ كُودَاهِيتُ كَرِيهِيْنِ جَانْتِي كَمِيْنِ كُوْنِ هُوْنِ

دیکھو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نواب صادق محمڈ خان کی فاتحہ خوانی کیوں سے حسب
 استدعا صاحبزادگان مہارآن شریف احمد پور میں نواب بھاول خان کے پاس آنحضرت کا از سر
 معتقد اور غلام تھا۔ شریف لیکھے۔ پس ایک مجلس میں کہ وہاں بڑے بڑے علماء مثلاً مولوی محمڈ
 صاحب مولوی انور خان۔ مولوی حامد مولوی عبداللہ وغیرہ موجود تھے۔ کہ ذکر زیارہ نبور کا چلنا
 سب نے حضرت فخر الاولیاء کی طرف رجوع کیا۔ اور اس مسئلہ کی تحقیق کرنی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ
نَبِيَّ عَلِيْهِ السَّلَامُ كُنْ اَخِي لَيْلَةَ الْبَرَاتِ فِي الْبَقِيْعِ وَكَذَلِكَ فِي الْاَزْمِنَةِ الْمُبَارَكَةِ
ذِي الْحِجَّةِ وَالْعِيْدِيْنَ وَعَاشُوْرًا وَسَاثِرَ الْمَقَامِ۔ اور منفتح المسائل میں ہے۔ مَنْ ذَا مَرْتَبَتِي
فَقَالَ اللَّهُمَّ اِنِّي اسْتَعْلَمُ عَجْمِيْ اَنْ لَا تَعَذَّبْ هَذَا اَلَيْتُ مَرَفَعُ اللَّهُ تَعَالَى الْعَنَانِ
اِلَى يَوْمٍ يَنْفِرُ فِي الصُّوْرِ۔ قال الضحاك ه من ارقبنا اليوم السبت قبل طلوع الشمس يحيا
 بزيارته قبل وكيف ذلك۔ قال كافي يوم الجمعة وكان في الدنيا الى التوراة
 ليلة البرات ايضاً عن ابن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم الجمعة
 قابل عليهم فقال السلام عليك يا اهل القبور يعني الله اني انا اولكم
 بالافضل ترجمہ۔ رسول مقبول صلعم شب براءت اور دیگر مبارک شہرتوں میں
 عیدین و عاشورا کو قبرستان بقیع میں تشرف لیا جاتے تھے۔ اور کتاب منفتح المسائل
 میں شخص نے نوسن کی قبر کی زیارت کی۔ اور یہ کہا کہ یا اللہ بحق محمد صلعم میں عرض کرو

زیارہ

کہ اس میت کو عذاب پہنچائیے۔ خداوند کریم اس سے روز قیامت تک عذاب ہٹا لیتا ہے۔ خدا کو
 نے کہا ہے کہ جو شخص سینچر کے دن سورج نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے۔ تو میت کو زائر
 کے آنے کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح سے۔ جواب ملا کہ جیسے کہ جمعہ کے دن۔
 اور اس طرح شہرک راتوں خصوصاً شب براءت میں۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول
 مقبول صلعم مدینہ مبارک میں قبروں کے پاس گزرے۔ پس انکے پاس آئے۔ اور کہا ات سلام علیکم
 یا اہل القبور۔ خداوند کریم ہلو اور کوا مغفرت کرے۔ تم پہلے آئے۔ اور ہم تمہارے پیچھے آئے والے
 ہیں۔ روایت کی ترمذی نے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ کجا کان لیلۃ ہا من
 رسول اللہ یخرج من اخر اللیل لے البقیع فیقول السلام علیکم وار قوم موئین وانا
 ما وعدون خدا مو جلا وانا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ اللہم اغفر لاهل بقیع الغرقدا
 ترجمہ۔ جب آنحضرت کی باری میرے گھر تھی۔ تو آپ آخر شب میں قبرستان بقیع میں تشریف
 لے جاتے۔ اور فرماتے سلام علیکم اہل سرایے مومنان جس چیز کا تم سے وعدہ ہوا۔ وہ کل بقیع
 تمہارے لئے والا ہے۔ اور ہم بھی تحقیق تمہارے پاس آئے ہیں۔ یا اہل بقیع کو بخشو۔ اور
 غرقدا والوں کو بخشو۔ غرقدا نام ایک درخت کا ہے۔ جو قبرستان بقیع واقع مدینہ منورہ میں تھا
 اسے سلیم نے بھی روایت کیا ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عباس سے روایت ہے۔
 انہ قال من الذی صلحہ یحاط من حیطان مکة او مدینۃ یسمع صوت الفانین بعد بان
 فی القبور ہا فقال انبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد بان وما بعد بان فی کبیرۃ قل
 بلی کان احدہما لا یستند من البطل وکان الآخر یسعی بالقیۃ۔ ثم دعا بحجرۃ فکسرها
 کسرتین فوضع علی کل قبر کسرتین۔ ترجمہ حضرت عباس سے روایت ہے کہ آپ کہ یا مدینہ میں
 ایک باغ سے گزرے پس فرمایا دو دیون کی آواز سنی۔ کہ انہر عذاب قبر ہو رہا تھا۔ پس آپ نے
 فرمایا کہ انہر عذاب ہو رہا ہے۔ اور کسی کبیرہ کناہ کے سلب کناہ نہیں ہوتا۔ پیرہ فرمایا کہ ان کبیرہ
 ہی ہے ایک تو ان میں سے لڑنے ہول سے پتھر نہیں کرتا تھا۔ دوسرا غیب سے اور چٹا پوری کرتا تھا۔
 بعدہ آپ نے مشاخ شریا طلب کی دیکھتے تھے۔ اور دو گزرے گئے۔ اور ایک ایک انکی قبر پر
 لگا دیا۔ جب اصحاب نے دریافت کیا کہ آپ نے ایسا کس واسطے کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تک

یہ لکڑی خشک نہ ہو جائیگی۔ اس وقت تک عذاب موقوف رہے گا۔ اور حضرت فخر الاولیاء نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ اسکے بعد جناب خواجہ صاحب نے فرمایا۔ فالصواب زیارتہم علی وجه التبرکات مراقبہ اولیاء مظان الاستجابہ مواضع النفع والبرکت کما اثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بیعت الجراحتہ و شجرۃ موسی و سائر مواطن الفیض والداد مع ان جمیع الانبیاء ینتہون من روضہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جہات کونین و مشکلات دارین کے حصول کی واسطے اہل قبور سے مدد طلب ناجائز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اذا تجردت فی الامور فاستعنوا من اهل القبور۔ جب امور دنیا میں حیران اور سرگردان ہو جاؤ۔ تو اہل قبور سے حکمتاً نہ طلب کرو۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ تمہارا سر کو زیارت بزرگان دین کی واسطے جانا اچھا ہے۔ اور مراد بزرگان دین اولیاء راستدین سے ہے۔

اولیاء راستدین	اور مراد بزرگان دین
----------------	---------------------

اور استعانت و برکت طلب کرنے میں یہ حکمت بھی ہے کہ روز بروز جاہ و دان میں سے

ہرگز نہیں فنا کر دے	زندہ شدہ شقیق
---------------------	---------------

اور اپنے مان باپ کی نسبت پر جا کر غرور و مدد مانگے کہ ان کی اشیاء خوش بختی میں اور مدد کرتی ہیں اس موقع پر کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت! جسبہ علیہ السلام اہل قبور سے مدد مانگتی ہے۔ تو اپنے سر حیات سے تو زیادہ مدد مانگ رہی ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بسے شک! ارشد توفی سے افضل مدد مانگتی ہے۔ چنانچہ کتاب لغات میں لکھا ہے کہ جب مولانا رحمہ علیہ الرحمۃ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے ارشاد کیا کہ بسے چاہیے غم نہ کرو کہ حضرت منعم کا روزہ ۱۵ سال کے بعد کھینچ فرمادیں عطار نے فی روح مبارک میں تخلیہ فرمائی ہو۔ مگر ولی اللہ کا یاد رکھنا شرط ہے چنانچہ مولوی نظامی نے کجی نے لکھا کہ

بیاد آوری تازہ کباب وری	کہ چون بسیر خاک ماہذری
کیا ہ بینی از خاکم بگنج	سیرین خوردہ بالہر کج
بہی دست بر شوشہ خاک من	بیاد آوری گوہر پاپ من
فشان تو زین سر شک زور	ششام من از آنسان بر تو اور
و علسے تو بر ہم آید شتاب	من آہن کنم تا شوز سستجاب
در و دم رسائی رسام درود	بیانی بیایم ز غمب فرود

مرزندہ پندار چون خوشستن	من آیم بجان گرتو آئی بہ تن
مدان خالی از ہمنشیننی مرا	کہ بینم ترا گر نہ بیننی مرا
لب از گفہ چند خاشش مکن	فسر و خفتگان رافراشش مکن
پو اینچاری سے در افکن بجام	سوئے خوا بگاہے نظامی خرام

روایت ہے کہ ایک روح مغفور کی مدد ۱۲ ہزار فرج زندہ کی مدد کے برابر ہے۔ اس موقع پر ایک شخص نے یہ کہا کہ جب روح ہر ایک جگہ پر آسکتی ہے۔ تو پھر جو کلام بخشا جائے۔ دُور سے ہی کیوں نہ بخش دیا جائے۔ قبروں پر جانکی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ نفحات میں ذکر ہے کہ ایک دوسرے نے حضرت شیخ علانالدولہ سمنانی سے یہی سوال کیا۔ کہ جب بدن کو روح سے علیحدہ کر کے دفن کیا گیا اور روح عالم بالا پہنچا۔ اور بدن کو روح کی طرف کوئی اور اک نہیں ہوتا۔ اور علاوہ اسکے روح عالم بالا سے مدد کی جاتی ہے۔ پس کیا ضرورت ہے کہ خاک پر جائیں۔ کیوں نہ اپنے گھر بیٹھے کلام بخش کر ثواب حاصل کریں۔ شیخ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ فائدہ اور نفع بہت ہے کیونکہ جب کوئی زیارت کو جا ہے۔ تو توجہ اپنے پر کی زیادہ پاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنے کسی آشنا کے مقام پر پہنچ کر کسی کام کے سائل ہوئے۔ تو نسبت اسکے مکان سے کہہ چوڑنگی رفاقت زیادہ کیا کرتا ہے۔ پس شیخ صاحب نے فرمایا کہ کوئی اسکی خاک پر جاتا ہے۔ اور اپنے حس سے اسکی خاک کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو پیر کا حس اس سے زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ اور فائدہ کثیر حاصل ہوتا ہے۔ پس اگرچہ روح کو حجاب نہیں ہے۔ اور سب جہان اُسکے آگے ایک جیسا ہے۔ لیکن وہ بدن جس سے ۷۰ سال صحبت رہی۔ اور حشر میں بھی اسی بدن میں محسوس ہوتا ہے۔ اور اب لا ابادی میں رہے گا۔ تو اسکا اس روح کا تعلق اور نظر زیادہ ہوگی۔ نسبت اور جگہ کے بگڑنے کہ خاک پر جا کر مشغولی حس میں غفلت نہ کرے۔ ورنہ فائدہ بہت کم ہوگا۔ نیز خرقہ مشایخ سے بھی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر نہ اتنا جتنا کہ مدفن سے متصور ہے۔ اس واسطے مدفن کی زیارت میں بہت فواید ہیں۔ ایک مونی مثال سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ دیکھو۔ اگر کوئی شخص یہاں حضرت سید علیہ السلام کی روح پاک کی طرف توجہ کر کے سائل ہو۔ تو مفید ہے۔ مگر جب مدینہ منورہ میں حضور کا روضہ منظر اپنے حس سے مشاہدہ کرے۔ تو اسے کس قدر فضیلت حاصل ہے چنانچہ اس مطلب کو سرور عالم نے خود روشن کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ من ذار قبری فقد رآنی ومن رآنی

فقہ رانی الحق ... جس نے میرے روضہ کی زیارت کی۔ اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ اور جس نے مجھ سے ملاقات کی۔ اس نے گویا اپنے رب سے ملاقات کی۔

دیگر ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ نماز عصر سے فارغ ہوئے۔ اور اپنی روزمرہ کی عادت کے مطابق دو تین دفعہ دعا کی واسطے ہاتھ اٹھائے۔ اللہم اقم لنا بالخير واختم لنا بالخير واجعل عواقب امورنا بالخير اچھی دفعہ اپنے پڑا جب آپ فارغ ہو چکے۔ تو مولوی عبداللہ احمد پوری نے جو قاضی صاحب کے مرید اور نیا ت حضرت خواجہ صاحب کے واسطے آئے ہوئے تھے۔ دریافت کیا۔ کہ یا حضرت دو تین دفعہ جو آپ دعا طلبی کرتے ہیں۔ اسکا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسکا باعث اور سبب عجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

قال النبي اذا فرغ العبد من الصلوة ولم يشتغل في الدعاء يقول الله تعالى للملائكة انظروا الى عبدى اذى فرضى واستغنى عنى خذوا صلواته فاضربوا على وجهه۔ اور ساتھ ہی رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ الدعاء مح العبادۃ ایضا الدعاء هو العبادۃ ایضا لیس شیء اکرم عند اللہ تعالیٰ من الدعاء اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اذا استألتك عبدی عنى فانی قریب لئلا ادعونی استجب لکم۔ وامن بحیب المنظر اذا دعاء۔ چونکہ ہم لوگ ہر وقت عاجز ہیں۔ یہ طریقہ بھی عجب ہے۔ کہ بار بار خالق حقیقی سے دعا طلبی کی جائے۔

خواجہ علیہ الرحمۃ علوم ظاہری کے بھی فاضل تھے

خانہ سیدانی کے ناظرین باتھکین کو اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ خواجہ علیہ الرحمۃ کو بسطرح اللہ تعالیٰ نے علوم باطنی اور سرار روحانی میں کمالیت کا درجہ عطا کیا تھا۔ کیسے بسطرح علوم ظاہری میں بھی آپ کو فضیلت کا درجہ حاصل تھا۔ آپ اپنے مرشد کی وفات تک برابر علوم ظاہری کی بھی تحصیل کرتے رہے۔ اور اس وقت آپ کی عمر چوبیس سال کے قریب تھی اور تحصیل علم کئی طریقے وطن بالوف سے ہوا نہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ عرس شریف حضرت قباہ عالم پر تشریف فرما تھے۔ کہ ایک عالم نے آپ سے چند ضروری مسائل دریافت کئے۔ آپ نے ہر ایک مسئلہ کا جواب باصواب دیا۔ اس مجلس میں مولوی خدش صاحب خلیفہ اعظم حضرت حافظ محمد جمال صاحب ملتانی موجود تھے۔ آپ نے اپنے برادر ناوہ وٹا گرو مولوی عبدالغفار سے فرمایا۔ کہ اگرچہ یہ مسائل کتب فقہ میں موجود ہیں۔ مگر متفرق الہاب میں ہیں۔ اور اس وقت حضور نے ایک جا پر ان سب کا جواب عطا فرمایا ہے۔ بہتر ہے کہ رسالہ

کی صورت میں لکھے جاویں۔ تاکہ ہر ایک شخص فائدہ اٹھائے۔ چنانچہ ذیل میں اس رسالہ کا ترجمہ کرنا
سے درج کیا جاتا ہے۔ اور بعض جگہ جہاں شکوک ہو، اصل سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ واللہ المستعان۔

مجموعہ سائل

الحمد لله رب العالمين والسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد یہ چند مسائل ہیں۔ کہ ایک شخص
حضرت با عظمت صاحب جو دراصل عارف معارف حقیقت واقف مکاشف اسرار طریقت
علوم و منظوم شریعت و معرفت قبلہ المشائخ سراج الاولیاء قطب زمان عوث دوران صاحب عرفان
خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ میں بھیجے۔ اور جواب پایا۔ ایک تقریب میں کہ حضرت شیخ و استاد
ہستندی دام فیضہ موجود تھے۔ جبکہ اور ارشاد فرمایا۔ کہ اگرچہ یہ سائل کتب فقہ میں موجود ہیں
مختلف جگہوں میں ہیں۔ اور حضرت صاحب ایک جگہ وارد اور صادر ہوئے ہیں۔ تیرکا انکو لکھ
جائے۔ زندہ درگاہ یعنی عبدالغفار نے حسب حکم کا قدا اور دشمنائی تیار کر کے تحریر کیا۔ و عمر
سوال۔ اگر کوئی شخص کسی مومن چلدار یعنی سنی مسلمان کو نماز فرض با واجب یا سنت سے
کے۔ کہ تم ہماری جماعت میں نہ آؤ۔ اور ہم تم کو اپنے چیمے ناز پڑھنے نہیں دیتے۔ اور نہ ٹکوا مارے
دیتے ہیں۔ تمہارا رستہ اور ہے۔ اور ہمارا رستہ اور ہے۔ شرح شریف میں اس شخص کو کہہ
کی۔ اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالا۔ اور کئی مرتبہ عیدین میں نماز عید سے بعضوں کو بازار
حکم و منرا کیا ہے اور بعد اس کلام کرنے کے سوائے توبہ کے امامت اسکی درست یا نہیں۔ اور
عبادت ظہور ہے۔ لیکن اسکا مضمون یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص امامت مسلمان چار یا سی کی
کرنا اس پر جائز نہ رکھے۔ اور روانہ جانے۔ اس شخص کا کیا حکم ہے۔
جواب۔ امامت کرنا مسلمان کا اگرچہ وہ فاسق ہو یا مبتدع ہو یا جانیسے۔ اور ہم اپنی گروہ
امت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہربین۔ ساتھ اقتدا کرنے چیمے ہر مسلم
ہو۔ خواہ فاجر۔ بمقتضائے اس حدیث کے۔ صلوا و خلف کل فاجر وہی۔ اگر کوئی
کے۔ کہ امامت مرد مفسق کی اور باقیہ دیکر ناسکے ساتھ جائز نہیں ہے۔ مخالف سنت کے
مخالف سنت کی بدعت ہے۔ پس ایسے اعتقاد والا شخص بدعتی ہے۔
سوال۔ امامت کرنی اس شخص کی کہ اپنی عورت کو بازار جانے اور بازار سے خرید و فروز

مذکور ہے۔ اور اپنی عورت کی پردہ داری نہ کرے۔ بغیر غیر محرم کے ہر وقت دن و رات واسطے حساب
مزدوری و قرض کے باوجود فرزند من اور خود جلنے کی طاقت کے اپنی عورت کو بھیجے۔ اور اجازت
دے۔ کہ فلان غیر محرم کے گھر سے کچھ چیز لاؤ۔ اور فلان کام کر کے آؤ۔ شریعت میں درست ہے یا
نہیں۔ اور ایسا کرنا اولیٰ ہے کہ نہیں۔

جواب۔ عورت حرہ کو ستر کرنا۔ اور اپنے تئیں نظر غیر محرم سے محجوب رکھنا فرض ہے۔ بموجب اس آیت
شریفہ کے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ اَلَا اِذَا زَوَّجْتِیْ عَوْرَتِیْ
پردہ کرنے کی واسطے نہیں کہتا ہے۔ بسبب قلت خون عزت اپنی کے۔ کہ اکثر جاہلون کا طریقہ ہے۔ یا جانتا
ہے۔ کہ ستر فرض ہے۔ اور نہیں کرتا ہے۔ وہ شخص گناہگار ہے۔ چنانچہ کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا ہے
یا عورت کے کہ جانتا ہے۔ کہ نماز عورت اور مرد پر فرض ہے ایسا شخص گناہگار ہے۔ امامت گنہگار کی
جائز ہے۔ اور اگر عیاذ باللہ کوئی شخص ایسا جانتا ہے۔ کہ حرہ عورت کو پردہ فرض نہیں ہے۔ تو یہ گنہگار
ہے۔ اور امامت اس شخص کی جائز نہیں ہے۔ سوال۔ بزرگوں کے عرسوں پر کہ اہل سنتین

جائز ہے۔ یا نہیں۔ اور بزرگان صاحب قبور سے فائدہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ **جواب۔** انبیاء
کے عرس پر جانے سے غرض انکی قبروں کی زیارت اور کلام بخشنا اور تصور کرنا انکی ارواح کا ہے اور زیارت
قبور سنت ہے بحکم اس حدیث مشکوٰۃ شریفہ کے۔ عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلعم
یُعَلِّمُهُمْ اِذَا اُخْرِجُوا اِلَى الْمَقَابِرِ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ اِنَّا
اِنشَاء اللہ تعالیٰ بحکم لا یحقون۔ وفی موضع اخر من المشکوٰۃ الشریفہ قال رسول اللہ صلعم
فہیت عن زیارات القبور فالان ذور وھا۔ یعنی پہلے میں نے زیارت قبور سے منع کیا تھا۔
کہ بلا بات پرستوں کی طرح یا بیہودہ نزاری کی طرح نہ ہو جاؤ۔ اگر اب زیارت کیا کرو اور حکم نہی فریب
نہا نہ جاہلیت کا تھا۔ بوجہ خوف کے کہ وہ جاہلیت کی کارروائی شروع نہ کریں۔ جب تو انکی ہمت
اور ثابت ہو گئے۔ تو نعمی کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور اجازت دی گئی۔ بلکہ حکم کیا گیا۔ واسطے زیارت قبور کے
اور اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء نے اس میں کہ یہ رخصت مرد و زن کے واسطے ہے۔ اور عورتوں کے واسطے
حکم نہیں ہے۔ مگر زیارت رسول اللہ صلعم۔ اور بعض نے کہا ہے۔ کہ رخصت مرد و عورت دونوں کے
واسطے ہے۔ اور یہ تمام اختلاف شیخ شمس الدین صاحب صحیح طبری میں مذکور ہے۔ پس اس میں

سے ثابت ہوا کہ زیارت قبور سنت نبوی ہے۔ اور کلام پڑھنا ارواح موتی کی واسطے بھی جائز اور سنت ہے۔
 ذکر النوی فی الاذکار ان احمد بن حنبل قال اذا دخلتم فی المقابر فاقروا فاتحة الكتاب
 والاحزاب والمعوفین واجعلوا ثواب ذلك لاهل المقابر۔ اور جو چیز ارواح موتی کو دیکھو
 ثواب اس کا انکو پہنچتا ہے۔ بموجب اس حدیث کے عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ قالت ان رجلاً
 قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ماتی اقولت نفسہا لہ کہ ایک شخص نے حضرت رسول مقبول سے
 کہ یا حضرت میری ماں موت ناگہانی سے مری ہے۔ اور قتلہ بمعنی ناگہانی ہونے کا مراد ہے۔ اور اگر وہ
 اپنے ہوش میں مری۔ تو وہ ضرور صدقہ کرنی کے واسطے وصیت کرتی۔ فضل لہا اجر ان تصدقت عنہا
 (اگر میں اسکے واسطے صدقہ کروں تو اسے ثواب ملیگا) آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں تو صدقہ کر اسکا ثواب تیری ماں کو ملیگا۔
 متفق علیہ۔ اور یہ دلیل ہے۔ اور اس بات کے کہ ثواب صدقہ کا ضرور پہنچتا ہے میت کو۔
 سوال۔ عرس جو خاص مقررہ تاریخ پر ہوتا ہے۔ آیا کوئی خاص اس دن میں خصوصیت ہے۔ کہ لوگ
 خیرات کرتے اور کلام بخشتے ہیں۔ اور تعین تاریخ کے بارہ میں کوئی دلیل ہے یا نہ۔
 جواب۔ اس بارہ میں سند الحدیثین۔ شیخ المحققین ولی اعظم شیخ المعظم شیخ عبدالحق محدث
 دہلوی نے اپنے رسالہ ماہنامہ "بائتہ" میں لکھا ہے۔ کہ میرے اوستاد سید السادات۔ سند الثقات
 حجۃ الحدیثین سید عبدالوہاب متقی مکی المدنی سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا۔ کہ تعین یوم وفات
 اولیاء کی نسبت کوئی خاص دلیل اور آیت ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ نہیں۔ مگر اسے متاخرین نے
 مستحسن بنا لیا ہے۔ اور یہ بدعت حسنة ہے۔ اور بدعت حسنة حکم سنت کا رکھتی ہے۔ بشرطیکہ اسے یومین
 نے پسند کر لیا ہو۔ جیسا کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔ قال صلعم من سن فی الاسلام سنۃ
 حسنة فله اجرہ واجر من عمل بہا وقولہ علیہ الصلوٰۃ ما داء المسلمون حسنا فهو عند
 احسن۔ اور اگر کسی شخص کو اس بارہ میں زیادہ تحقیقات کی ضرورت ہو۔ تو ہماری عزلی تحریر
 کو ملاحظہ کرے۔ جو علمائے دہلی کے سوالات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ وامتداعلم بالصواب۔ انتہی کلام
 سوال۔ صاحب قبر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یا نہیں جواب مدلل ہو۔
 جواب۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی فارسی شرح میں لکھا ہے۔ کہ امام شافعی
 علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ کہ قبر امام موسیٰ کاظم اجابت دعا کی واسطے تریاق مجرب ہے۔ اور حجت الاسلام

امام محمد غزالی نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص سے حالت حیات میں استمداد پہنچ سکتی ہے۔ اُس سے حالات وفات میں بھی استمداد حاصل ہو سکتی ہے۔ انتہی۔ اور یہ مسئلہ استمداد اولیاء کے ضمن میں آسکتا ہی اس واسطے وہاں دیکھنا چاہئے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَشَى لِمَشْرِقِ الْقُبُورِ أَوْ لِمَغْرِبِهَا أَوْ لِشَيْمِ الْكَبِيرِ أَوْ الْعَلِيلِ أَوْ تَفْقَدِ ذِي رَحِمٍ أَوْ عَلَى غَزَاءِ الْكُفَّارِ أَوْ تَعَاوُنِ الْأَعْمَى أَرْبَعِينَ قَدَمًا عَظَاهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى كُلِّ قَدَمٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَاحْتَى عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَكَمْ يَرْجِعُ إِلَى الْمَغْفُورِ مَا طُفَّ - ترجمہ حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص زیارت قبور۔ زیارت علماء و زیارت بزرگ کامل یا عیادت بیمار۔ یا دلجوئی رشتہ دار یا غزائے کفار پر چالیس قدم جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے ایک ایک قدم کے عوض اُسے دس نیکیاں عطا کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک ایک قدم کے عوض دس گناہ مٹاتا ہے۔ اور وہ شخص جب فائز المرام ہو کر واپس آتا ہے۔ تو مغفور ہو کر آتا ہے فقط۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ زیارت قبور اور زیارت مرشدین جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ تو سمجھنا چاہئے کہ زیارت قبور سے جو بعض وہابی اور انگریزی خوان۔ ان پڑھ مولوی منع کرتے ہیں۔ وہ محض غلطی پر ہیں۔ اگر یہ سنسلہ درست نہ ہوتا۔ تو کوئی شخص حج بیت اللہ کے واسطے اور زیارت روضہ رسول صلعم کی واسطے نہ جاتا۔ اور شیخ سعدی۔ خواجہ حافظ وغیرہ بزرگ جو اولیائے اللہ کی قبروں پر معترف ہے۔ وہ محض بے سود تھا۔ ان آئین کوئی شک نہیں کہ بعض جاہل بہت ناجائز کلمات کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو فلاں پیر نے یہ چیز دی اور مجھے بیٹا دیا۔ اور یہ کیا وہ کیا۔ اس طرح خدا کو بھول جانا یہ اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کائنات کو توفیق دے۔ کہ وہ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ اور اسلام کو منخرفات نہ بنائیں۔ (د۔ ب)

سوال۔ اگر ایک مسلمان اہلسنت جماعت خلد کے حلال کو حلال جانے۔ اور حرام کو حرام اور ذلت کو خالق جانے اور مخلوق نہ جانے۔ اور مخلوق کو مخلوق جانے۔ باوجودہ صفات مذکورہ کے اسکو غزلی نسبت دینی جائز ہے یا نہیں۔ اور ایسے مسلمان کا اقتدار ناجائز ہے یا نہیں۔ اگر ایسے مسلمان کو کافر کہے۔ کہنے والے کو حکم حدیث صحیحہ اور قرآن مجید کے کیا تعزیر ہے۔ اور ایسے شخص کا مذہب حلال ہے یا حرام۔ اور اگر مذہب اہلسنت جماعت کا حرام کہے۔ شرع شریف میں کیا حکم اور کیا تعزیر ہے۔ مسلمانوں پر نجان بدلیجانا اور کفر کی نسبت دینی جائز ہے۔ یا نہیں۔ یا کہنے والے پر کفر آتا ہے۔

یا نہیں۔ ان مسائل میں روایتیں موافق قرآن مجید اور احادیث اور ترجمہ کتاب ہائے مشہورہ کا چاہئے۔ عند اللہ وعند الرسول اجر ما کر خود بدولت اور دیگر علمائے تحقیق کر کے ہر مبارک اپنی سے مزین فرمائیں۔ نہیں تو اس ملک میں بعض لوگ خرابی اور تباہی ڈالینگے۔

جواب۔ بنیاد ان تینوں سوالوں کی ایک ہے۔ یعنی مسلمان کو کافر جانا۔ اور اطلاق کفر کا مسلمان پر کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر جانے۔ خود کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلم کو کافر سمجھے۔ اندرون گالی اور بدگویی کے۔ مگر اعتقاد ایسا نہ ہو۔ تو وہ کافر نہیں بنا۔ چنانچہ بعض لوگ ایک دوسرے کو سب تو تم میں حرام زادہ کہہ دیتے ہیں۔ مگر ان کا مقصد صرف حیلہ گری کا ہے۔ اور ولد الزنا سے مراد نہیں ہوتی۔ تو اس صورت میں جبکہ اعتقاد کفر کا نہ ہو۔ تو کہنے والا کافر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فسق میں داخل ہے اور اگر کوئی شخص اعتقاد سے دوسرے مسلم کو کافر کہے۔ تو قائل خود کافر ہو جاتا ہے۔ **ہذہ الروایات فی جامع الرموز۔ اذہ فیہ خلاف**

والمخارقاتہ لو اعتقدت هذا الخطاب سباً۔ لا یكفر۔ ولو اعتقد المخاطب کافراً اکثر۔
لانہ ان اعتقد المخاطب کافراً اعتقد الاسلام کفراً۔ کیا ہونی العمدی اللہ +
 پس یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مسلم کو اعتقاد دل کے ساتھ کافر کہے۔ تو وہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور حسب وہ کافر ہو چکا۔ تو نہ اسکی امامت درست ہو اور نہ اسکا ذبیہ درست ہے۔

سوال۔ پختن پاک کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اور چہارہ امام کہنا درست ہے۔ کہ نہیں۔

جواب۔ پختن پاک کہنا۔ اس معنی سے کہ ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ میں ایک کھلی اپنے اوپر تانی۔ اتفاقاً شہزادگان یعنی امام حسن اور امام حسین آئے۔ آنحضرت نے انکو اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گلیم مبارک کے نیچے متصل اپنے سینے مبارک کے بجایا پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ فی الغور وہاں پہنچے۔ انکو بھی پس پشت گلیم کے نیچے جگہ دی۔ بعض نے کہا نا تناول فرماتا بھی لکھا ہے۔ پس اسوقت جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابی میں دعائی کہ یا ابی! اہلبیت میری کو پاک کر۔ چار میرے سر میں۔ اور پانچواں میں ہوں۔ گویا بلیت میری یہ ہیں۔ ان کو اور مجھ کو پاک فرما۔ اسوقت جبریل علیہ السلام آئے۔ اور یہ آیت لکھی **یظہرکم نظہیر۔** اس معنی سے پختن پاک کہنا جائز ہے کہ آیت کریمہ پانچواں میں ہے اور اگر حسب

یہ آیت ازواج مطہرات کے ذکر میں مرقوم ہے۔ لیکن اس خاص وقت بھی آئی۔ اور اس سے مراد نچتر پاک کی ہے۔ پس اس آیت کے مطابق کہنا بالکل درست ہے۔ اور چہارویہ معصوم کہنا بھی اس معنی سے کہ تحقیق نے انکو صحیح صغائر و کبائر سے محفوظ رکھا ہے۔ چنانچہ اولیاء اغوات اور قطاب کو کبائر و صغائر سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اور کبائر سے معصوم سمجھنا درست ہے۔ اور اس پر معصوم کا اطلاق نہیں آسکتا۔ (یعنی اولیاء اللہ معصومیت میں انبیاء کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور صغائر و کبائر سے معصوم ہونا صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ جب کہ وہ معوث ہوئے ہوں ورنہ لعنت سے پہلے بعض انبیاء سے سہو ہو گیا۔ جیسے حضرت موسیٰ سے)

سوال قائلان وحدت وجود کے حق میں اور بر اور الٰہی کہنے والوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ **جواب** وحدت وجود کے قائل زمرہ مسلمین مومنین محققین مومنین میں سے ہیں اپنے تمام مدعاؤں پر آیات اور احادیث صحیحہ سے دلائل قائم کرتے ہیں۔ وقد صح ان للقران ظہر او بطن او قد قال رسول اللہ صلعم من عمل بما علم اور اللہ تعالیٰ علم ما لم یعلم۔ اور اکثر محدثین نے علم بالمعلیم کی علم توحید تفسیر فرمائی ہے۔

سوال۔ چودہ خانوادوں میں امت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہی یا نہیں۔ اور مرتبہ اقامت و وصایت میں فوقیت کھتی ہیں یا نہیں۔ **جواب** مشائخ اور اولیائے ذوالاحترام سے بتواتر منقول ہے۔ کہ تمام سلسلے جناب مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کیساتھ منتهی ہوتے ہیں۔ اور یہ جو سوال میں مذکور ہے۔ کہ قرب اور وصایت میں فوقیت کھتے ہیں۔ یا نہیں۔ اس کے جواب میں اکثر محدثین چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے تصدیق فرمائی ہے۔ اس معنی سے اگرچہ تمام صحابہ کرام اور خلفائے عظام استفادہ احکام شریعت غر ۱۳ اور ملت بیضا میں جناب سات آب صلعم سے مساوی فیضیاب ہوئی ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو شش بہت فرماتے تھے۔ کہ ہر ایک کو احکام شرع شریف کے پہنچانے میں مشرف فرمائیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کشف اسرار حقایق سے بعض کو بعض اسرار سے مختص اور ممتاز فرماتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے۔ کہ حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ کو عالم اور امارات منافقین سے مختص فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت خدیفہ کسی پر نظر ڈالتے ہی معلوم کر لیتے تھے۔ کہ یہ مومن اور یہ منافق ہے۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمر حضرت خدیفہ کے پاس گئے۔ اور فرمایا۔ هل تدبرنی فی امالی المنافقین شیئاً قال لا واللہ۔ اور نیز منقول ہے۔ کہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو بعض علوم اور اسرار سے مختص فرمایا تھا۔ اور حضرت

مرقزی کرم اللہ وجہہ نے وہی احکام اور اسرار جو ان کو مخصوص تھے۔ نیام ذوالفقار کے مضبوط و فہم
 محفوظ رکھے تھے اور کسی کو ان سے مطلع نہیں فرماتے تھے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان علوم میں آنحضرت صلعم کا
 کا وہی حضرت مرقزی علیؑ ہے واللہ اعلم۔ سوال۔ اہلبیت سے محبت رکھنی درست یا نہیں۔
 جواب۔ اہلبیت کی محبت آنحضرت صلعم کی محبت ہے۔ اور ان سے دشمنی گویا رسالت پناہ سے دشمنی ہے
 عیاذ باللہ۔ وقد ذهب الألفسین الی ان المراد بالمودة فی القربی۔ ایہ قل لا استلکم علیہ
 اجر الا المودة فی القربی.... نعم محبت اہلبیت سے ہے۔ اور قرنی سے مراد قرابت رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم ہے۔ سوال۔ داخل ہونا دروازہ مشرفہ متبرکہ حضرت قطب الاقطاب درست ہے یا نہیں۔
 اور منکرین اولیاء اللہ کے حق میں کیا حکم ہے۔ جواب۔ داخل ہونا دروازہ میں اس مراد سے کہ مکان
 متبرکہ بموجب امید بہشت ہے۔ درست ہے۔ اور اس نیت سے کہ مجرد داخل ہونے دروازہ مشرفہ کے تمام گناہ
 ساقط ہو جائیں گے۔ یا داخل ہونے والا قطعاً بہشتی ہو جاتا ہے۔ درست نہیں ہے۔ لان القطع بدخول الجنة
 لیس الا فی حق الانبیاء والعشرة المبشرۃ فی حق غیرہم من الصلیاء والمومنین لیس الرجاء کما
 یدل علیہ ظاہر النصوص وللعرفاء فی امرہم کلام اخر ینشرح منہ قلوب المومنین وقد
 ثبت فی علم العقائد ان ولایۃ الاولیاء وکرامتہم حق وانکارہا ضلال والحاد + ربنا
 افتر بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ اللہم انزلنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ و
 اذنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین یا رب العالمین ترجمہ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام
 اور عشر مبشرین کی واسطے بہشت کا پختہ اور یقینی وعدہ ہے۔ اور دیگر صلحا اور مومنین کی واسطے سطحی
 حکم نہیں صادر ہوا۔ چنانچہ نص قرآنی سے یہی ہویدا ہے۔ اور علم عقائد کی رو سے اولیاء اللہ کی ولایت
 اور کرامت حق ہے۔ اور اسکا انکار موجب گمراہی والحادیہ ہے۔ یا اللہ ہم سے اور جاری قوم کے دیر
 حق کی فتح کر دے۔ کہ تو خیر الفاتحین ہے۔ یا اللہ ہمیں حق دکھا دے۔ اور یہی پرچلنے کی توفیق بخش۔
 باطل کو باطل کر کے دکھا۔ اور ہمیں اس سے بچا۔ آمین ثم آمین۔

دیگر ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں یازہم حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی نسبت ایک عالم نے دریافت
 فرمایا۔ کہ یہ کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کتاب سخاوت الانبیاء میں اسکا اجرا خود رسول صلعم سے بیان کیا
 گیا ہے۔ اور نیز یہ صاحب کا معمول تھا۔ کہ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کہانا۔ مشہانی و شیر تقسیم فرماتے تھے

گو یا حضرت رسول مقبول کا عرس ہے اور اگر چہ آپ کا عرس اربع الاول کو مقرر ہے مگر صاحب عرس کی نیت سے تبرکاً ختم پڑ کر ہر ماہ کچھ نہ کچھ تقسیم کرتے تھے۔ پس اس صورت میں جائز ہے +

اورادو وظایف

اس جگہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ آپ نے جو مختلف اوقات اپنے مریدان باخلاص کو درووظایف ارشاد فرمائے۔ انکو قلمبند کیا جائے۔ تاکہ ناظرین خاتم سلیمانی اس فیض سلیمانی سے مستفید اور مستفیض ہو سکیں۔ (نکتہ) ایک جوان جو بد قسمتی سے نابینا ہو گیا تھا۔ حضرت فخر الاولیا کی میت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت! میں نابینا ہوں۔ دعا فرمائیے۔ کہ خداوند کریم مجھے روشنی چشم عطا کرے آپ نے فرمایا۔ کہ میان اورود شریف پڑھا کرو۔ اس نے عرض کیا۔ غریب نواز میں پہلے پڑھا رہتا ہوں آپ نے فرمایا۔ کہ درود شریف اسی چیز نہیں ہے۔ کہ تو پڑھے۔ اور پھر تیری آنکھیں روشن نہ ہوں جب اس نے نولاکھ پورے کئے۔ خداوند کریم نے اسے بینائی عطا کی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ صاحبزادگان ہمارے کے اقربا میں۔ سے ایک شخص نابینا ہو گیا تھا۔ اس نے درود شریف کثرت سے پڑھا شروع کیا۔ ایک ماہ میں فائز المرام ہو کر بینا ہو گیا۔ (نکتہ) ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر کسی کو بڑی سخت مشکل پیش آجائے تو اسے چاہئے۔ کہ ۳ دن میں ۱۳۲ دفعہ سلسلہ چشتیہ اپنے پیر کے نام پڑھے۔ اور درود شریف مستقام ہر روز تیرہ مرتبہ پڑھے۔ تو وہ اپنے مطلب سے ضرور کامیاب ہوگا۔

نکتہ۔ ایک دفعہ آپ نے ایک درویش سے فرمایا۔ کہ تو ہر روز یہ دعا ایک سو بار پڑھا کرو۔ خداوند کریم تجھے دین و دنیا میں مسرور کرے گا۔ دعا یہ ہے۔ اللھم انی اسئلك بروكۃ فی العمر و صحتہ فی البدن و زبادة فی العلم و وسعة فی الرزق و ثباتا علی الایمان۔ و نور قلوبنا بنور العرفان بحرمتی اخرا الزمان صلے اللہ علیہ وسلم برحمتك یا ارحم الراحمین ۷

دیگر مولف کے ایک دوست نے کشائشِ روفی کی واسطے عرض کیا۔ کہ تنگدستی سے سخت اذیت پہنچا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات ہر روز پڑھو۔ خداوند کریم تجھے کسی کا محتاج نہ کرے گا۔ اللھم انی اسئلك بارہب الارباب و یا ہمدانیہ یا مقلب القلوب باغیاث الاستغیثین یا اھل البیت رضی اللہ عنہم و عن اہل بیتہ و عن اہل بیتہ و عن اہل بیتہ و عن اہل بیتہ دیگر ایک دفعہ پاک پٹن شریف نے سبعتا عشرہ کے وظیفہ کی واسطے موال کیا۔

آپ نے فرمایا کہ اجہاڑ پڑا کر و س کے بعد مجھے ارشاد فرمایا کہ تو بھی سبعت عشرہ پڑھا کرتا ہو میں نے جواب نفی میں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو یہ کلام پڑھا کر کہ سبعت عشرہ کی جا بجا ہے۔ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**
 انت مرہی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکون
 ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واعلم ان اللہ تعالیٰ علی کل شیء قدیر وان اللہ
 قد احاط بکل شیء علماً۔ اللّٰهُمَّ اِنِ اعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ ذِی شَرٍّ
 وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اَخَذْتَ بِناصِیْتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صراطٍ مُّقِیْمٍ

مسئلہ سرور و۔ ایک دفعہ آپ کے سامنے ذکر مہواہ کہ سماع کیواسطے لوگ ہکو بہت تنگ کرتے ہیں اور وہ
 دلائل پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ محض بدعت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ان کو کوئی جواب نہ دو۔ کیونکہ یہ اختلاف
 آج کا نہیں ہے بلکہ بہت دور تک ہے۔ اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ سماع خود نہ
 تو حرام ہے۔ اور نہ درست۔ بلکہ اسکی حیل و حرمت سامعین کے خیال اور تصور پر موقوف ہے۔ کیونکہ اگر
 خیال حرام کی طرف ہے مثلاً زن بگناہ۔ امر و۔ شراب ظاہری۔ تو محض حرام ہے۔ اور اگر کوئی غریب گناہ
 اور رسول صلعم یا اپنے پیر کے خیال پر سنے تو اس غریب پر کیا گناہ ہے۔ اور اسکو کونسی حرمت ہوتی ہے
 کیونکہ یہ سماع و صوت اس تصور حقیقی کو بڑھائیوا ہے۔ جو کسی کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔ صاحب
 منتخب لکھتا ہے کہ حضور خرا اولیا رکاہ فرمانا۔ بالکل شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس قول کے مطابق

کہ چون سماع را بدنام کہ کیست	بگویم سماع اے برادر کہ چیست
فزون تر شود و پوش اندر و باغ	اگر مرد لہو است بازی و لاغ
فرشتہ فروماند از سیر او	ور از اوج معنی پرویس بر او

و کہ جو ای مسئلہ میں جب خاکسار مولف خاتہ سیلہانی عرس حضرت غریب نواز پر حاضر ہوا۔
 تو آپ کی تعلیم اور استاداؤں کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ مولوی حاجی حیران الدین صاحب ایمن
 نے جو حضرت خواجہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ بلکہ کچھ عرصہ خواجہ علیہ الرحمۃ سے کافیہ۔ کفر وغیرہ پڑھتے تھے۔
 بیان کیا کہ حضرت غریب نواز مجھ سے صرف دو تین سال عمر میں بڑے تھے۔ آپ نے مولوی محمد امجد الدین صاحب
 سے تعلیم پائی تھی۔ اور نظم کو تمام کر کے عزلی کی بہت سی کتابیں بھی اپنی سرپرستی میں۔ خواجہ صاحب نے
 جو حضرت صاحب کی تعلیم کیوں سنے مولوی محمد امجد الدین کو منتخب کیا۔ اس میں ایک خانگی حکمت تھی۔ اور

خواجہ صاحب چاہتے تھے۔ کہ مولوی محمد امین صاحب بزدگان کی نظر میں قابل عزت و توقیر ہو جائے منشی
 عنایت خان جو فن انشا پر دازی میں بیکارے روزگار تھا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ کے زمرہ غلامان میں داخل
 ہو کر قوت شہ شریف میں ہی اقامت گزین تھا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے بنگلہ کے پاس اس نے
 بھی اپنے واسطے ایک کوٹھڑی رکھ چھڑی تھی۔ حضرت الہ بخش صاحب کا معمول تھا۔ کہ آپ
 اپنے اوستاد سے رخصت ہو کر اکثر اوقات منشی عنایت خان کی کوٹھڑی میں رونق افروز ہوتے اور
 بعض اوقات فن انشا پر دازی میں بھی توجہ فرماتے۔ یہ مولوی محمد امین مولوی صالح محمد کے والد اور
 مولوی شاہ عالم صاحب متوطن بستی نصیر کے جد امجد تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ سردی کے دنوں میں
 حضرت صاحبزادہ الہ بخش صاحب منشی عنایت خان کی کوٹھڑی میں بیٹھے تھے۔ کہ دروازے پر ایک در
 پاگل آدمی آیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ یہ شخص پاگل تھا۔ اور تمام کپڑے اتار کر اوپر ہاتھ پرتا
 تھا۔ اور اکثر اوقات لوگوں سے دست درگربان ہو جاتا۔ لوگ اس مٹری سودانی سے از حد غافل تھے۔
 اس واسطے منشی عنایت خان اور دیگر اشخاص نے جو اس وقت حجرہ میں بیٹھے تھے۔ دروازہ کھولنے
 سے انکار کیا۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا۔ سردی کا وقت ہے۔ یہاں آگ جل رہی ہے۔ یہ غریب سردی
 سے ٹھٹھرا رہا ہے۔ اسے اندر بلاؤ۔ ایک نے کہا۔ غریب نواز! وہ تو سودانی ہے۔ لوگوں سے لڑتا بھرتا
 ہے۔ نہ خود سوئیگا۔ اور نہ ہکو سونے دیگا۔ مگر حضرت صاحب نے جو ایک رحم دل خداترس فوجوں
 تھے۔ ان کے اصرار کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور دروازہ کھول دیا۔ بجز کھلنے دروازہ کے وہ پاگل اندر داخل ہوا۔
 اور آگ کے چولہے کے پاس دوڑا نو ہوا۔ حضرت صاحب کو اس کی خراب حالت پر
 اور بھی رحم آیا۔ آپ نے اپنی چادر اسکے بدن پر لپیٹ دی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سودانی سو گیا۔
 کہتے ہیں کہ اسکو کبھی اس سے پہلے نیند نہیں آئی تھی۔ اور جب کبھی کوئی شخص اسے کپڑے پہناتا۔ تو
 وہ بدن سے اتار کر بھاڑ ڈالتا۔ مگر حضرت غریب نواز کی چادر مبارک کی برکت سے اس کا سہاواں جانا
 نہ ہوا۔ اور پھر کبھی کسی کے مارنے اور دست درگربان ہوجانے کی خبر نہ سنی گئی۔

جب خواجہ صاحب نے یہ خبر سنی۔ تو مسکرائے اور فرمایا۔ کہ بہت دفعہ سنا گیا ہے۔ کہ کبھی کبھی ایسے
 پاگل جو لوگوں کو ستا پاتے ہیں۔ خود بخود غیب ہو جاتے ہیں۔ یعنی آپ نے اس کو حسن اتفاق سمجھا
 تاکہ ایسا نہ ہو کہ صاحبزادہ صاحب میں دعوت پیدا ہو جائے۔ اور وہ اس وجہ اعلیٰ سے بھرپور

جنگ کے واسطے خواجہ علیہ الرحمۃ اخیر عمر میں دعائے ریا کرتے تھے۔

دیکھو۔ زبانی مولوی صاحب مذکور خواجہ علیہ الرحمۃ کے وقت کی یہ حکایت بھی معلوم ہوئی۔ کہ ایک شخص مل خان نامی خواجہ صاحب سے بیعت ہوا تھا۔ اور دریائے چناب کے کنارے اس کا وطن تھا۔ نامبروہ کو میرزا صاحبان شہر پنجابی عاشق معشوق کے دوسرے خوب یاد تھے۔ اور ان کو وہ بہت خوش الحانی سے پڑا کرتا تھا۔ اور تونسہ شریف میں بھی اصحاب خواجہ علیہ الرحمۃ کو عیشقیہ دوسرے سنایا کرتا تھا۔ نامبروہ کی سگانی اپنے وطن میں دولت نام عورت سے ہوئی تھی۔ مگر چند خانگی امور ان کے سبب مسامت دولت داسی نام سے زیادہ مشہور تھی بلکہ والدین نے شادی کر نیسے انکار کر دیا۔ مل خان دیوانہ وار مسامت مذکور کے کوچہ میں پھر کرتا۔ اور مذکورہ بالا دوسرے دن کیسا تھا ایک دوسرے اپنے حسب مطلب تظہیر کر چہوڑے تھے۔ تونسہ شریف میں جب وہ دوسرے سناتا۔ تو اپنا عرض بھی ساتھ گوش گزار کرتا۔ آخر ایسا اتفاق ہوا۔ کہ دولت کے رشتہ دار اور لوحقین اس شخص کے دیوانہ پن سے بہت تنگ آگئے۔ بوسہ ایک جگہ اپنے عشق و ہجر کا ذکر کرتا۔ اور دولت کا نام لے لیکر قربان اور ہوتا۔ آخر انہوں نے علاج اور مشورہ کیا۔ کہ جب مل خان حسب معمول تونسہ شریف کی طرف چلے تو اسے واپسی پر مار ڈالنا چاہئے۔ اس مطلب کی واسطے چند بد معاش تجویز ہوئے۔ جو مل خان کی آواز کے منتظر تھے۔ اور آخر انہوں نے موقع پا کر غیب مل خان کو عشق کا مزا چکھایا۔ اور اس قدر زور دیا کہ مل خان کی۔ کہ مل خان بتیاب ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور وہ لوگ اسے مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ جب مل خان کی ہوش آیا۔ تو قریب کے گاؤں میں پہنچا۔ مگر زخموں سے نڈھال ہو رہا تھا۔ یہ خبر اسکے وطن میں پہنچی اور چند رشتہ دار اسکے پاس پہنچ گئے۔ اور اسے اپنے وطن میں لیکئے۔ مگر یہ چند علاج معالجہ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور مل خان چند روز میں فوت ہو گیا خدا کی قدرت کہ دولت بھی اسکی بیماری کو خیر سنکر انہیں غمزدہ ہوئی اور اسی غم و الم میں مبتلا رہ کر اوسیدن را اگر لے عالم جاودانی ہو کر چنانچہ دونوں کو قبرستان میں لیکئے۔ کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے وہ نو ایک ہی قبر میں دفن۔ اور خواجہ صاحب کی وہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ کہ فرماتے تھے کہ یارو آؤ کام تو ہو چکا ہے۔ مل خان راضی ہے۔ دولت بھی راضی ہو جاوے۔ تو خوب ہو۔ عاشقان صادق اس دنیا میں نہ۔ تو دوسری دنیا میں تو بغلیہ ہوئے۔ عشق کی دستاویز کچھ اس قسم کی ہیں۔ کہ وہ ہم قیام

میں نہیں آسکتیں۔ دیگر ایسا ہی ہی حکایت اور بھی سنی ہے کہ ایک شخص سیہڑوالہ کا باشندہ تھا۔ اسکی بھی ایک جگہ منگنی دسگانی ہو چکی تھی۔ مگر لڑکی والے نے اٹھنی نہ ہوتے تھے۔ نامبروہ نے خواجہ صاحب کی خدمت میں استغاثہ کیا۔ آپ نے ایک کاغذ لکھ دیا۔ کہ خانقاہ حافظ نور محمد جلالی پر لے جائے۔ جولیتہ کے پاس ہے۔ چنانچہ نامبروہ خانقاہ مذکور پر گیا۔ اور سو گیا۔ خواب میں حافظ نور محمد صاحب ملتی ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اب تو اپنی منگیت سے درنا کے پاس جاؤ۔ وہ خود بخود سچے بالکر تیر نکاح کر دیگے۔ چنانچہ نامبروہ وہاں گیا۔ اسکے چچانے اُسے بلایا۔ اور کہا۔ کہ تو آج کی تاریخ سے میرا دام ہے۔ جسوقت چاہے۔ بعد نکاح اپنی عورت کو لپیچاؤ۔ چنانچہ نامبروہ چند روز بعد اپنے مطلب کو پہنچا۔

دیگر۔ مائی فاطمہ بنت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو بچپن میں ایک دیوانہ کتے نے کاٹا کہا یا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسے سرخشاہ نامی فقیر کی خانقاہ پر لیچاؤ۔ غلامان و کاشیہ نشینان نے عرض کیا۔ کہ اس میں سرسہر تک ہے۔ آپ خود و عافراوین۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اولیائے اللہ کے دروازہ پر جانا ہر تک نہیں ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کام کچھ واسطے جہاد موکل ہیں۔ سرخشاہ کے متعلق یہ کام ہے۔ کہ جو کوئی اسکی خانقاہ پر دیوانہ کتے کا کاٹا ہوا جاتا ہے۔ بفضل خدا اسکو صحت ہو جاتی ہے۔ معزز ناظرین اسی حکایت کئی مفید نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ دیگر جب حضرت خواجہ الحسن کا انتقال ہو گیا۔ تو ظاہر میں لوگ صاحبزادہ حافظ محمد موسیٰ صاحب حضرت حاجی خواجہ محمود صاحب کو کسی مولیٰ ظاہری شکر بخشی کا خیال کر کے علیحدہ علیحدہ سمجھنے لگے۔ حالانکہ وہ ایک ہی فرد سے منور اور ایک ہی گلشن کے دو بہاؤ ہیں۔ مولوی چراغ الدین ادائین نے نصیحت کے طور پر یہ قطعہ لکھا ہے۔ مولوی صاحب کوئی شاعر نہیں ہیں میں نے کھوڑی سی اصلاح کر دی ہے۔ معزز نیکہ شناسکس ناظرین شاعر ہی اور نازک خیالی کا لحاظ نہ کر کے صرف مضمون کی طرف توجہ فرماوین۔ مولوی صاحب نے جوش محبت میں چند اور بھی شعر لکھے ہیں جو اس کتاب میں وقتاً فوقتاً مرجع کئے جائیں گے۔

شاد خیران علیہ السلام ہر با جمال واحدی
تاشوہ کاشوہ انرا ز سے کہ وہ اند معنوی
ہذاں نصیر الدین محمد محمدی تو سنوی
کو رہا دا۔ تا ابد اندر خیال احمدی

برقع برقع چون نمودان شاہ عالم تو سنوی
ہر چو سننے بہین علیہ السلام اباعین دل
شد کلیم اللہ موسیٰ پید بیضا تو سنوی
ہر کرا از غیرت آید نقطہ برعین او

اے چراغی شو غلام عینین راباعین دل
تا شوی منظور خدمت شہ سلیمان قوسوی

ویکر عموی خان صاحب نور محمد خان بلخانی سوکڑی سے روایت ہے کہ کوثر اندیش لوگ جو حضرت سنان
پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب ایک نیادار آدمی تھے۔ وہ محض ظاہری کارخانہ کا خیال
کرتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اس قدر بالدار تھے۔ حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی جو غالباً شیخ
مصالح الدین سعدی شیرازی کے پڑپڑتھے تھے۔ اس قدر غنی تھے۔ انکے بھیسوں کے گلے کی سنگوٹیاں
سونکی ہوا کرتی تھیں۔ دولت بذات خود کوئی بُری چیز نہیں۔ ہاں اس کا طریق استعمال بُرا ہو۔ تو
البتہ بُری بلکہ بہت بُری ہے۔ حضرت صاحب جزاؤہ صاحب کا جو مال و متاع تھا۔ وہ لنگر خانہ میں زیادہ
تر خرچ ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ہمارے راج لوگ حضرت غریب نواز کبھی دست میں حاضر ہوئے۔
وہ اپنی اجرت اور مزدوری کے طالب ہوئے۔ آپ اس وقت ہمارے شریف تیار بیٹھے تھے۔ آپ نے استفسار
فرمایا کہ کس قدر روپیہ ہمارے ذمہ ہے۔ میرے عمارت نے عرض کیا۔ کہ ۳۰۰ روپیہ سے کچھ زیادہ ہوگا
آپ نے مودی کو حکم دیا۔ کہ روپیہ ادا کروا دیا جاوے۔ مودی نے عرض کیا۔ کہ قبلہ لنگر میں روپیہ بالکل نہیں
رہا۔ جو کچھ بقایا تھا وہ سفر کی واسطے لے لیا گیا ہے۔ بلکہ اتنا روپیہ قرض پر منگایا گیا ہے۔ اس پر آپ نے
فرمایا۔ کہ اس وقت مجبوری ہے اگر ہمارے ساتھ کوئی آدمی چلے۔ تو اللہ رزاق ہے۔ نور محمد خان کا بیان
ہے کہ ان میں سے ایک شخص حضرت غریب نواز کے ہمراہ چلا۔ ابھی کوٹ سلطان تک آپ گئے تھے۔ کہ اللہ نے
بہت سا روپیہ بھیج دیا۔ چنانچہ ان کا روپیہ ادا کروا گیا۔ اگر حضرت غریب نواز کو معاذ اللہ روپیہ جمع کرنے کا خیال
ہوگا۔ تو مسافر خانوں اور چالانوں سے مساجد پر اس قدر زبردستی خرچ نہ فرمائے۔ بلکہ بڑے شہروں میں کوٹھیاں تعمیر
کرائے۔ کسی کھیتی کے حقے خرید فرمائے۔ یا عالی شان مکان ملتان۔ ڈیرہ غازی خان وغیرہ شہروں میں سیر
کرا کر کر ایہ پروینے۔ اور اگر حقہ امر خلاف شرع بھی نہ تھا۔ بلکہ ایک قسم کی تجارت تھی۔ مگر حضرت غریب نواز
نے رفاہ عام کے کاموں پر ہزاروں روپے خرچ کر ڈالے۔ اور کبھی ان سے ایک پیسہ بجز ظاہری آمدنی کی توقع
نہ رکھی۔ کسی شاعر نے کسب کہا ہے۔

نام منظور ہے۔ توفیق کے اسباب بنا | پل بنا حوض بنا مسجد و تالاب بنا

(ویکر) مولوی چراغ الدین سوکڑی سے روایت ہے کہ جب بندہ حج بیت اللہ شریف کی واسطے تیار ہوا

تھا۔ تو اسوقت میرا ایک رفیق بھی نظر آتا تھا۔ مگر حضرت غریب نواز کی دعا کی برکت سے دو دن میں ہی گیارہ آدمی اپنے گافن کے تیار ہو گئے۔ اور بفضل خداوند کریم وہ برکت دعا سے حضرت غریب نواز سب کے سب خیریت و عافیت سے اپنے وطن کو واپس آئے۔ مگر ایک شخص یوسف نام موجی بوجہ نہ ہونے کرایہ جہاز وغیرہ کے جدہ میں رہ گیا۔ حضرت غریب نواز جب کبھی حاجی چراغ الدین کو دیکھتے۔ تو استغناء فرماتے۔ کہ حاجی یوسف کی کوئی خبر آئی ہے۔ میان چراغ الدین عرض کرتے۔ کہ غریب نواز کوئی اطلاع نہیں ملی۔ آپ فرماتے۔ خداوند کریم فضل کریگا۔ آخر ایسا ہوا۔ کہ حاجی یوسف بھی نہایت آرام اور آسائش سے اپنے وطن میں واپس آیا۔ اور چند سال زندہ رہ کر انتقال کر گیا۔

حضرت خواجہ صاحب کے خلفائے عظام

حضرت خواجہ خواجگان سراج چشمان حضرت محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ والفرقان من الرحمان والمنان کے یون تو کئی خلیفے تھے۔ جنکو خواجہ صاحب کی طرف سے تاج خلافت اور اجازت بیعت عطا ہوئی تھی۔ اور سچ پوچھو۔ تو ان کا ایک ایک اونی مرید اس زمانہ کے عابد اور زاہد سے درجہ زید و اتقائین کہیں بڑا ہوا تھا۔ مگر سب سے بڑے معتبر اور مشہور خلیفے حسب ذیل ہیں۔ چنانچہ صاحب مناقب المحبوبین بھی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت غوث زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان رضی اللہ عنہ کے خلفاء کاملین بہت ہیں۔ کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے کیونکہ حضرت صاحب بائیس سال کی عمر میں سجادہ شیخت اور ارشاد پر مشتمل تھے اور آپ نے چوراسی سال کی عمر تک خلق خدا کو طریقت اور شریعت کا راستہ دکھلایا۔ اور اس مدت مذکور میں اطراف اور اکناف مثل خراسان اور ہندوستان اور عرب اور ترکستان اور روم اور شام سے خلق خدا آتی تھی۔ اور راہ خدا اور طریق سلوک حضرت صاحب سے ارشاد پا کر اپنے ملک میں جاتی تھی جب کسی کو آپ لائق ارشاد پاتے تھے۔ اجازت اور خلافت دیکر روانہ کرتے تھے۔ تو وہ اپنے ملک میں جا کر خلافت کو نہ ہٹاتی کرتے تھے۔ بعض کو اپنے خفیہ نعمت دیکر بھیجا۔ کہ اس کے حال سے کسی کو خبر نہیں لیکن جو مشہور ترین خلیفے آپ کے ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اول مولانا محمد باران کلاچوی۔ دوسرے مولانا محمد علی کاشمیری۔ تیسرے مولانا خیر آبادی۔ چوتھے مولانا احمد تونسوی یہ چار خلیفے مثل خلفاء راشدین رسول علیہ السلام کے تھے۔ ان کو سلسلہ بہت شایع ہوا۔ پانچویں صاحبزادہ گل محمد صاحب بیٹے حضرت مولانا و مرشدنا خواجہ الہ بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ

مولانا محمد علی کاشمیری مولانا احمد تونسوی مولانا خیر آبادی مولانا گل محمد صاحب بیٹے مولانا و مرشدنا خواجہ الہ بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ

سجادہ نشین حضرت صاحب ساتوین صاحب سجادہ نور بخش صاحب سجادہ نشین نبیرہ حضرت قبلہ عالم مہار و اہلین
 برادر حقیقی انکے غلام قطب الدین۔ نوین باب و نکلے خواجہ محمود صاحب مرید اور خلیفہ قاضی عاقل محمد صاحب اور
 ہمارے حضرت صاحب کے خلافت کے تھے و سوین غلام فرید صاحب اور خواجہ محمود صاحب مرید اور خلیفہ حافظ
 محمد جمال ملتانی کے ہیں۔ اور ہمارے حضرت صاحب کی خلافت کے تھے گیارہویں مولوی نور جہانیاں بہاولپور کے
 بارہویں مولوی شہسوار صاحب سکھہ نواسی مہار شریف تیرہویں حاجی بختاورد چودہویں حاجی برخوردار۔
 پندرہویں مولوی سرفراز چشتی از اولاد حضرت گنج شکر سکھہ ڈیرہ اسماعیل خان۔ سولہویں میان عبدالشکر
 خیر آبادی۔ کہ قبر اونکی تونہ شریفین نزدیک خانقاہ گل محمد صاحب کے ہے۔ کہ سترہویں فوت ہوئے تیرہویں
 سردار خان ولایتی۔ اٹھارہویں سسر شاہ قندھاری۔ اونیسویں ولی اللہ خراسانی بیسویں ولی اللہ المشہور مشہور مولی
 اکیسویں مولوی محمد حیات پنجابی ثم دہلوی۔ بائیسویں میان حسن سکری صاحب دہلوی تیسویں میر
 فضل علی صاحب بھجری چونتیسویں مولوی قیام الدین صاحب دہلوی۔ پچیسویں مولوی شرف الدین صاحب
 سوتری چھبیسویں شیخ احمد علی۔ سٹائیسویں مولوی صالح محمد تونہوی۔ اٹھائیسویں مولوی علی محمد
 امام حضرت اونیسویں میان عبداللطیف چھبیسویں تیسویں صاحب سجادہ غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب
 نبیرہ مولانا فخر الدین۔ اکتیسویں مولوی نور محمد ملتانی امام مسجد جام۔ تیسویں حافظ نور الدین ڈہندی سک
 نواحی مہار شریف تیسویں مولوی امام الدین صاحب ڈہندی مجاوب کہ لاہور میں تھے۔ چونتیسویں
 نور احمد سندھی پچیسویں غلام محمد شیرانی چھتیسویں نور عالم سکھہ نواحی مکہ سندھ تیسویں جمال شاہ
 کشمیری اٹھتیسویں امیر الدین بن فضل شاہ کشمیری۔ اونتالیسویں سید شیر شاہ پاک پٹی نبیرہ مولانا ابوالفضل
 اسحق خدیو گنج شکر چالیسویں سیدستان شاہ خراسانی۔ اکتالیسویں ابوالحسن لاٹھوی سکھہ نواحی سنگھ
 شریف بالیسور تھی محمد لاٹھوی تینتالیسویں مولوی تہا بخش چوالیسویں مولوی حافظ عظیم طغیروی
 نواحی مہار شریف پچالیسویں مولوی غلام رسول طغیروی۔ چھبالیسویں فضل اللہ شاہ جموی سینتالیسویں
 مولوی نظام الدین سکھہ نواحی لاہور۔ اڑتالیسویں حافظ گوہر اور سچا سون میں میان ولیل خان پوری پچاسویں
 مولوی محمد حسین جوہان لاٹھوی۔ مولوی محمد یار چھبیسویں باؤٹو پور غلام محمد اور حسین تیرہویں حافظ غلام
 نواسر مولوی نور محمد اور نور الدین سہیل خان سکھہ پٹنڈی۔ پچیسویں غلام محمد ملخانی۔ چھبیسویں غلام رسول
 خان باکو افغان کہ حضرت سکھہ نواحی لاہور۔ سترہویں محمد اکرم نرر بردار خادم حضرت اٹھارہویں مولوی

شمس الدین سکھ ساہیوال اور نسٹھوین مولوی عبدالرحمان سکھ موضع ترانواچی بہار شریف کہ مرید حضرت
قبلہ عالم کا۔ اور خلافت حضرت سرکھتاہا ساہیوال مولوی عبدالرحمن مؤذن حضرت۔ اکسٹھوین مولوی
امام الدین صاحب مصنف نافع المسلمین ملفوظ حضرت باسٹھوین مولوی محبوب عالم صورت بندری تریشہوین
سیان نظام الدین کہ بمبئی میں رہتا تھا چوسٹھوین شرف الدین گروستانی۔ پینسٹھوین غلام محمد سوانوی
چچیا سٹھوین غلام محمد بلاول پٹی سٹھوین حاجی نجم الدین مصنف مناقب المحبوبین سکھ بہونجھوان
سوانے انکے اور بہت خلیفے بھی ہر ملک میں ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین ط

خواجہ صاحب کی وفات حسرت آیات

آج اس واقعہ روح فرسا اور سانحہ ہوش رہا کے لکھنے سے قلم شق ہوا چاہتا ہے۔ اور قلم صریحاً لکھتا ہے
اور احسرتا سنا تا ہے۔ مائے افسوس وائے افسوس یوں تو ہر ایک فرد بشر کو اس دنیا سے فانی سے
کوچ کرنا ہے۔ اور پیغام اجل ہر کہ وہ کو آتا ہے۔ مگر ہم جیسا کوئی شخص بندہ نفس زندگی سے بیزار اور جاوے
تو کون سا پہاڑ گر جاوے گا۔ یہی ہوگا۔ کہ اگر ان باب زندہ ہیں سو وہ دوچار آسویا ہوا کر خاموش ہو جائے
اگر وہ پہلے گزر گئے۔ تو یہی بچے ایک وہ دن یاد کر کے فراموش کر جائیگا۔ مگر ایسے شاہ و وجہان سلیمان
نہاں بلجائے وہاں بیکسین تکیہ تو لائے غریبان کا اس جہان انتقال کر جانا کوئی معمولی امر نہیں ہے
خواجہ صاحب کی وفات حسرت آیات کا جو صدمان کے مبارک خاندان اور معتقد مریدوں کو پورا سے
کوئی اپنی کے دل سے پوچھو مگر صرف بموجب حدیث شریفہ ان اولیاء اللہ کا ہوتوں۔ اور خواجہ
صاحب کی توجہ انکے افسردہ دل اور غمزہ طبیعت کو نشاں کرنیوالی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت فنا
کے سفر آخرت کا وقت آیا۔ تو اپنے خلف اور حاشیہ نشینوں اور خالص مریدوں سے الوداع کیا اور
انکو اس لمبے اور بڑے سفر کی خبر دی۔ یہ عجب بہار اور قدرت پروردگار ہے۔ کہ انکی وفات کبریت
بیت سے مرید اور خلفاء عظام موجود تھے۔ مثلاً ولی کامل حاجی مولوی نجم الدین صاحب مولانا
صاحب زاوہ میان نظام الدین صاحب بیرہ زاوہ مولانا فخر الدین صاحب میان مولانا
حضرت غریب نواز المہر شمس صاحب نیزہ حضرت سب پاس بیٹھے تھے۔ آپکے انتقال پر پلان کا منظر
یہ کہ ایام وفات سے پہلے اس بیت کو ہر وقت زبان مبارک سے بار بار پڑھتے تھے۔

آہن کہ بیابن آشنا شد | فی احسال بصورت طلا شد

اور کبھی پیشتر بھی ورد زبان ہوتا تھا ۵ اگر گنتی سرے برباد گیرد ۶ چرخ مقبلان ہرگز نمیر
 جب ماہ صفر ۱۲۶۷ھ کا چاند دکھائی دیا۔ آپ نماز مغرب کا وضو کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں کسی نے کہا۔ کہ وہ
 صفر کا چاند ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اچھا! سفر کا مہینہ ہے، خدا خیر کرے۔ اسی دن عشا کی وقت آپ کو قہر
 ناکام ناکام کی شکایت شروع ہوئی۔ دو سے دن حسب معمول عام کچھری ہوئی۔ مگر نہ کام کل سے
 تھا۔ علیٰ نداد بست تو تیسرے اور چوتھے دن بھی کچھری کی۔ مگر پانچویں دن تکلیف بہت زیادہ تھی۔ اور
 باوجودیکہ حکما نے روغن بادام وغیرہ اوویہ کی مبارک پری خوب مالش کرائی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور
 صفر کی چھٹی تاریخ گزری اور ساتویں کی رات آئی۔ مرض نے غلبہ کیا۔ اور آپ نے عشا کی نماز اس
 جہہ شریف میں جماعت سے پڑھی۔ بعدہ حضرت پر حالت نزع طاری ہوئی۔ بدن مبارک پر عرش
 آخر معمولی وظایف بڑی مشکل سے کٹھڑے کے نیچے پڑے مولوی حاجی نجم الدین صاحب موصوف کہتے
 کہ میں خود موجود تھا۔ اور حضرت صاحب سے جنوب کی چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور خواجہ بخش صاحب
 اسی بنگلہ پر بیٹھتی کھپڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت تادم اخیر برابر پوشیا رہے۔ چنانچہ صاحبزادہ
 صاحب نے عین اسی وقت آپ سے بیعت کی۔ ایک ہزار بار درود شریف کا وظیفہ فرمایا۔ اور سات
 وعائے خیر طلب کی۔ تہجد کا وقت ہو گیا۔ آپ نے اشاروں سے نماز تہجد پڑھی۔ جیب مبارک کی
 نکال کر وظایف معمول کو پڑھا۔ اتنے میں خواجہ بخش صاحب کھپڑوں دیکھ کر پوچھا۔ کہ تو کون بیٹھا
 ابھی نہیں نے جواب نہ دیا تھا۔ کہ میان صالح محمد تونسوی بول اٹھے۔ قبلا یہ صاحبزادہ بخش
 پوتے میں۔ انہی توجہ کا وقت ہے۔ نظر ہر و کرم فرمائیں۔ اسپر میان بخش صاحب جو کہ اس وقت
 ستائیس برس کے نوجوان تھے۔ بڑے ادب اور تعظیم سے بولے۔ ہا ہومین میں کھنوں سنا
 مٹی سنگد۔ صرف تین جوتیڈے فقیران دی جوتی جوڑ تھیوان ۶ حضرت خواجہ صاحب نے یہ معنی
 اور پسندین غرض سٹکرائی طرف توجہ کی اور زور سے فرمایا۔ **وَلَفَحَتْ فِيهِ مِنْ مَرَاوِ**
 اور یہی آخری لفظ تھے۔ جو حضرت صاحب کی زبان مبارک سے نکلے۔ غرض دو گھنٹی رات رہے
 جہاں ناپائیدار سے کوچ فرمایا۔ گویا وقت بہت شب جمعرات ہفتم ماہ صفر ۱۲۶۷ھ ہوئی۔ اور پھر
 کوشلی صحرا میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس قدر لوگوں کا اثر و جام تھا کہ اتنا کبھی نہ ہوا تھا۔ اکثر
 میں لکھا ہے کہ جب نماز جنازہ ہو چکی۔ چند خراسان کے آدمی اتفاقاً آگئے۔ اور پوچھا یہ کس کا جنازہ

جب انکے معلوم ہوا کہ والدین دو جہان حضرت خواجہ سلیمان صاحب اس جہان سے کوچ کر گئے ہیں بہت افسوس کرنے لگے۔ اُن میں سے ایک شخص الہیارویا۔ کہ بے ہوش ہو گیا اور وہ میں ریت پر گر پڑا نیم ساعت کے بعد ہوش میں آیا۔ اور بہت خوش ہو کر کہا۔ الحمد للہ کہ میں نے حضرت صاحب کی زیارت کی۔ اور انہوں نے مجھے سلسلہ سبت میں داخل کیا۔ گو یہ سلسلہ ہے۔ کہ جو خیالات دماغ میں ملتے ہیں۔ عموماً وہی خیالات خواب میں نظر آتے ہیں۔ خواہ چھپ ہی ہو۔ لیکن یہ حضرت صاحب کا کچھ عجاز اور کرامات نہیں ہے۔ کہ اسکا سارا رنج و غم جاتا رہا۔ اور پھر وہ اپنے ساتھیوں میں ہنسنے بولنے لگا۔ بعد کی رات کو شام کے بعد بنگلہ شریف میں حضرت کو دفن کیا گیا۔ شاید حضرت نے وہاں ہی وصیت کی ہوگی۔ ورنہ آپ کے صاحبزادوں اور دیگر فقرا اور عام لوگوں کی قبریں تو شہر سے مغرب کی طرف ہیں۔ پہلے معمولی سامقبرہ تھا۔ نواب صاحب بہاولپور نے قریباً ۷ ہزار روپیہ خرچ کر کے ایک سنگ مر مر کا عالی شان روضہ تعمیر کرایا ہے۔ اور حضرت ثانی خواجہ الہ بخش صاحب کی وقت میں اس روضہ کے اندر نہایت عمدہ قیمتی فرش سنگ مرمر (ابلق) سے بنایا گیا ہے۔ اور مزار مبارک کے اوپر روضہ شریف کے اندر ایک چھوٹی سی بارہ دری بنائی گئی ہے۔ جو سنگ مرمر کی ہے۔ اور قیمتی پتھروں شیشوں وغیرہ سے مزین ہے۔ اور اوپر سونے کا کام کیا ہوا ہے۔ راقم نے ایسا خوبصورت روضہ کہیں نہیں دیکھا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ملتان اور لاہور وغیرہ کی عمارات مضبوطی اور فراخی میں اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوں۔ لیکن یہ خوبصورتی اور رونق ہرگز نہیں ہے۔ روضہ مبارک میں حضرت خواجہ خیر محمد صاحب برادر خواجہ الہ بخش صاحب جنوب مغربی کونہ میں۔ اور خواجہ الہ بخش بن حضرت گل محمد صاحب درانکے ایک صاحبزادے حضرت احمد صاحب کی مزار مبارک۔ جو کہ طالب علمی کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ یہ دو جنوب مشرقی کونے میں روضہ منورہ پر مندرجہ ذیل تاریخی شعار لکھے ہیں جس سے سال اتقام وغیرہ پابا جاتا ہے۔

تاریخ روضہ مقدسہ از تصنیف مولانا محمد لغزنی سکندری کہ پور ضلع اشہار

زہی روضہ فرخ بنا نوہار	چو خلد برین برز نقش و نگار
بفر و کس و این روضہ فرشتان	کہ آن برسموات این بر زمین
ز سال تماش خرد بقصو ر	تعجب کتان گفت وہ باغ نور

تاریخ وصال حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی قدس سرہ

عقود ۹۳۰ پندرہ سو دو روز و دو گھنٹہ و دو من و دو ثانیہ و دو درہم و دو عقیقہ (بہارِ نبوی)

گفتا سال وصل شہنشاہ بری سراغ
نقشے زواع دل شدہ چو پاک شاہین

وضع یکے زخمد مکر رکنی اگر
کے رفت گفت کہ بسفر ہفتم صفر

خواجہ صاحب کی وفات حضرت آیات کے موقع پر شعرائے نامدار نے بڑے پروردگاری لکھ کر اپنے دل کے واع ظاہر کئے ہیں۔ انیسویں سال کے ہم اختصار کی وجہ سے وہ سب مرثی و قطعات تاریخیدہ و ج نہیں لکھے مگر چند تاریکین تحریر کرتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب پشاور سے جو اب تولد شریف میں ہی رہتے ہیں۔ اور خاکیا نے ماہ جون ۱۹۰۳ء میں انکی تولد شریف میں جا کر زیارت کی ہے۔ علامہ اور شاعر بے نظیر ہیں۔ مندرجہ ذیل پروردگار شعرا تحریر کئے ہیں:

خواجہ جان امام المسلمین	شہ سلیمان رحمتہ للعالمین	ہفتم ماہ صفر روز خمیس	جان بجانان دادان نفس لفر
روحہائے اولیا گرد آمدند	بہر سال نفس اور لئے زند	زان میان نالہ کنان باہوی ہا	روح مولانا نے روی گفت
لے دریا سے دریا سے دریغ	گشت پہان آفتابے زیر میخ		

یعنی مثنوی شریف میں زیر میخ میں تاریخ وصال حضرت مندرج ہے اس تاریخ سے مولوی صاحب کی جو مدت طبع ظاہر ہوئی ہے۔ اور ایک عجیب نکتہ یہ بھی ہے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو مثنوی شریف سے از بس محبت تھی چنانچہ روم فرستے ہیں کہ تا پائیدان سلیمان سپین الزکریٰ حضرت سلیمان اسکو حل کرینگے۔ خواجہ علیہ الرحمۃ نے نہایت عمدہ جواب لکھا ہے کہ میں علی سکسرتیچ پور سے پٹے سال ہمالش ہاتف غیب بہ گفت او آفتاب چشتیان میان محمد یار نوجہ معروف ابو الوفا نے جو بالفواز سے تاریخ انتقال نکالی ہے۔

مولوی صدر الدین صاحب مفتی دہلی نے بہت تاریخین لکھی ہیں مشہور ہیں مع رحمۃ للعالمین قطب الودیع محبوبیات حق سے بگفتہ از سر کلک قصاصات بہ نوشتہ شد سویدا ذات حق بودہ و گرا از سر دانتش دبیران قصصا بہ محو ذات حق نمودندش خطاب + علامہ کبیر الدین صاحب نے جن کا اسم شریف پہلے بھی کئی دفعہ آچکا ہے۔ کل تاریخوں کو ملاحظہ فرما کر مندرجہ اشخاص میں حضرت صاحب کے کل ضروری واقعات کے سن لکھتے ہیں نظم ہی دلچسپ ہے۔ ناظرین کے مطالعہ کیلئے

و شاہک عورتشما عظم را ہی سوئے جنان شد	الہجر او دوعالم پر شور و پر فغان
از سجال ارتقا لسن ہاتف مرا بگفت	محبوب ذات حق بود اندرز میں نہیں
سال ولادت آرا از من اگر پرسہ سی	گرائے دور سازی خورشید و جہان
لفظ جیبیب اللہ سے ہائے عمر اودان	من کردہ ام شماری ہشتاد و چار آن
تاریخ محبت او ہم رفتیش بدھلے	خورشید و جہانی میخوان درین عیار
وقت وصال مرشد بست و دو سالہ بودہ	از نجم دین عاصی در نظم این بان

حصہ دوم کتاب خاتم سلیمانی

حالات سلطان المشائخ حضرت خواجہ الہ بخش صاحب قدس سرہ

ماہ ذی الحجہ ۱۲۲۲ھ کی ماہ مبارک مہینہ اور مبارک موسم تھا۔ آسمان حق پرستوں کے دل کی طرح صاف
 زمین پر ہر طرف رونق اور سرسبزی۔ باغوں میں بہار ہر طرف گل و گلزار کا نقشہ تھا۔ کہ حضرت صاحبزادہ
 گل محمد صاحب کے مشکوی معانی میں فرزند احمد تولد ہوا۔ کسکو خبر تھی کہ یہ مولود اس قدر مسعود ہوگا۔ کہ رو
 زمین کے اولیا گرام و سجادہ نشینان عظام اسکی خدای کا فخر کریں گے۔ بڑے بڑے امیر آستان بوسی کو سعادت
 ابدی تصور کریں گے۔ اور تولد شریف کا نام پہلے ہی بھی زیادہ مشہور ہوگا۔ کیونکہ مکان کی شہرت کہیں
 سے اور شہر کی شہرت ساکنین سے ہوا کرتی ہے۔ معمول کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب کے
 دولت خانہ میں خوشی منائی گئی۔ اور معتقدین و غلامان نے جہان کہیں سنا۔ انہما زسرت کیا۔ مگر چرچ
 پوچھو۔ تو اس مولود مسعود کی شان کے مطابق کوئی خوشی نہیں منائی گئی۔ اور اسکے حسب الی سباب
 ہیں۔ اقل تو یہ کہ بزرگ خاندان سراج خواجگان حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب اس وقت تولد
 شریف میں رونق افزہ تھے۔ بلکہ ہمارے شریف تشریف فرمائے تھے۔ دوم خواجہ الہ بخش صاحب دو
 ہمشیرگان کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اور ستورات کے عقیدہ کے مطابق جوڑ کا وہ ہمشیرگان کے بعد پیدا
 ہوئے۔ وہ بختاور نہیں ہوتا۔ اس واسطے آپکی والدہ ماجدہ کس قدر مضطرب معلوم ہوتی تھیں کہ جہلا کے
 عقیدہ کے مطابق کہیں میرا فرزند بھی ایسا نہ نکلیے۔ مگر ہائے حضرت صاحب پیدا ہوئے ہی اس عقیدہ
 خیال کا جو علاقہ کوہ و سنگہر میں خصوصیت مشہور تھا۔ ملیا میٹا کر دیا۔ گویا وہ ظہر النور تھا۔ کہ
 اس دنیا میں قدم کھتے ہی باطل عقیدوں کو حرف باطل کی طرح فراموش کر دیا۔ جب حضرت خواجہ ابوال
 سراج ہشتیان حضرت محمد سلیمان کو ہمارے شریف میں یہ مژدہ بیان بخش و نوید و لقا پہنچا۔ تو آپ
 بہت ہی مسرور ہوئے۔ بارگاہ الہی میں شکر یاد کیا۔ اور وطن جانیکے از حد شائق ہوئے۔ تاکہ اپنے پوتے
 کے دیدار فرحت آتار سے فرحت حاصل کریں۔ اور کیوں مشتاق نہ ہوتے۔ انہوں نے تو آپ کا بعد
 بنا تھا۔ اور گلہ سلیمانی کے یہی گہبان مقرر ہوئے تھے۔ جہلا بادشاہ کو اپنے ولیعہد کے پیدا ہونے سے

خوشی نہیں ہوا کرتی؟ اور پھر ولیعہد بھی وہ کہ لخت جگر ہے۔ محبوب الہی کا درجہ حاصل کر نوالا ہے اور سلطان المشائخ کے نام سے مشہور ہو نوالا ہے۔ وہ طبل سلیمانی اور نقارہ رحمانی بجا یگا۔ کہ دوردور تک اسکا شہرہ ہوگا۔ وہ السیادیت کا چراغ روشن کریگا۔ کہ گم گشتگان راہ ضلالت کے واسطے ہدایت اور ہروان صراط مستقیم کی واسطے سرمایہ معرفت و توشہ آخرت ہوگا۔ الغرض حضرت خواجہ صاحب کو از بس مسترت حاصل ہوئی۔ اور اپنے وطن مالوفہ جانیکا ارادہ کیا۔ پہلے تو کیفیت ہوا کرتی تھی۔ کہ آپ مہینوں مہار شریف آکر ٹھہرتے۔ اور کبھی وطن کا نام نہ لیتے۔ مگر اس دفعہ آپ کو اس قدر شوق دہن گیا کہ آپ نے اپنے مرشد سے اجازت طلب کی۔ اور جب انہوں نے کمال مہربانی سے استفسار فرمایا۔ کہ اس قدر جلدی؟ تو خواجہ صاحب نے عرض کیا۔ قبلہ! کچھ ضروری کام ہے۔ اس واسطے اجازت کا طالب ہوا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ وہ کیا کام ہے۔ آپ نے گزارش کی۔ کہ کچھ یونہی سا کام ہے۔ اس پر حضرت قبلہ عالم نے پھر کرا کر پوچھا۔ تو آپ نے فرط خوشی میں کہا۔ قبلہ! بخود دار گل محمد کے گہر فرزند تولد ہوا ہے اور مجھے اس مولود سو کے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ اس پر حضرت قبلہ عالم بہت خوش ہوئے۔ اور شفقت سے فرمایا۔ آخر کوئی بات تھی نہ خوشی سے جاؤ۔ اور بخیریت واپس آؤ۔ الغرض آپ وہاں سے رخصت ہو کر بخیریت تمام تولد شریف میں پہنچے۔ اور حضرت کے دیدار فیض آثار سے از بس سرور و شادان ہوئے۔ روایت ہے کہ اثنائے راہ میں مولوی صالح محمد صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ جب انہوں نے یہ شہرہ جانفزا اور نوید دلکش سنا۔ تو کچھ دیر بحر معانی میں غوطہ لگایا۔ اور خندہ پیشانی سے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ قبلہ! تاریخ تولد میں نے زہے پیدا رنجت سے اخذ کی ہے۔ یقین ہے کہ آپ کا پوتا بہت نجات اور نصیب والا ہوگا۔ خدا کی قدرت کہ مولوی صالح محمد کا فرمودہ کیا ہی صحیح اور ماوراء تاریخ کی طرف نظر کیجائے تو معلوم ہوگا۔ کہ حضرت غریب نواز کے حالات کے بالکل موزون و مطابق ہے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ حضرت غریب نواز خواجہ الہ بخش صاحب کیا دین کیا دنیا۔ دونوں کا سے شہنشاہ تھے۔ آپ امد فذکر کرتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد سلیمان قدس سرہ الغریبی دفعہ مجلس علم میں فرمایا کرتے تھے کہ جب یہ نجات اور لڑکا ہلے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ لنگر کی عسرت و تنگی رفع ہوگئی ہے۔ سبحان اللہ ہونہار بول کے چکنے چکنے پات با نکل بیج مقولہ ہے۔ آپ کے تولد ہونے ہی فوراً آثار سعادت ظاہر ہونے لگے۔ جس کا خواجہ رستان حضرت محمد سلیمان بھی اعتراف کرتے تھے۔

خواجہ صاحب کی مہار شریف سے روایتی۔

تاریخ تولد۔

بچپن کے حالات ... روایت ہے کہ ایک دفعہ لڑکپن کی حالت میں آپ اس قدر بیمار ہو گئے کہ زندگی کی امید نہ رہی حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب آپ کے والد ماجد از بس افسردہ خاطر تھے۔ اور خواجہ صاحب کے حضور بھی کچھ عرض نہ کرتے تھے۔ آخر سید جمال شاہ صاحب کے جسکا ذکر کئی موقعوں پر آئیگا ارشاد کیا کہ وہ استخارہ کریں شاہ صاحب ایک متوالے آدمی تھے۔ اور نشہ از روی میں مست رہتے تھے۔

الغرض انہوں نے بوجہ فرمودہ صاحبزادہ صاحب استخارہ کیا۔ تو خواب میں یہ کیفیت دکھائی دی کہ بڑے بڑے اولیا کرام مثلاً خواجہ محمد عین الدین صاحب حضرت مولانا محمد الکریم صاحب حضرت قبلہ عالم صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کا تاج خلافت اور کلاہ و تاج حضرت الہ بخش صاحب کے حوالہ کر رہے ہیں۔ اور انکو خواجہ صاحب کے مصلحہ پر بجا یا ہے۔ یہ بات سنکر حضرت صاحبزادہ گل محمد صاحب نے خوشی منائی۔ مگر یہ سنکر متعجب ہوئے۔ کہ میرے ہوتے وہ خواجہ صاحب کے مصلحہ پر کیسی طرح رونق افروز ہو سکتے ہیں۔ القصد خداوند کریم نے حضرت صاحب کو صحت بخشی ہے۔

دیگر۔ آپ نے اپنی تعلیم حسب فرمان خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ مولوی محمد امین صاحب شروع کی۔ جو ایک باکمال عالم تھے۔ اور جسکے خواجہ صاحب کچھ خانگی تعلقات بھی تھے۔ جنکے لکھنے کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی آپ نے علاوہ قرآن شریف نظم کے عربی صرف نحو سے بھی واقفیت حاصل کی۔ اور تفسیر اور حدیث پر بھی عبور کر نیکی علاوہ انشا پر داری و خطوط نویسی میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ مگر آپ کا زیادہ وقت علم سلوک و تصوف میں خرچ ہوا جسکے معلم وہ خواجہ دو جہان تھے۔ اور جسکے واسطے کسی کتاب کی ضرورت نہ تھی۔ روایت ہے کہ آپ اوایل عمر میں لباس تبدیل کر نیکی زیادہ شائق تھے۔ بہر تیسرے دن پوشاک بدلتے۔ اور طرح طرح کی گھوڑیاں سواری کے واسطے تجویز فرماتے۔ مگر جب خواجہ کا فیضان ہوا۔ تو ان سے دل بنار ہو گیا۔ اور لاکھوں آدمی اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ جب آپ عہد شباب میں آئے۔ اس وقت سے لیکر وصال تک کہی نہ تو قیمتی لباس زیب بر کیا۔ اور نہ کسی شاندار گواہی پر سوار ہوئے۔ واضح ہے کہ وہ شانزادگی و کم عمری کا تقاضا تھا۔ ورنہ آپ ما شاء اللہ امور خلاف شرع سے بالکل محترز رہے۔ اور اوایل عمر سے ہی صوم و صلوات کے پابند اور فقیر دوست تھے۔ چنانچہ مولوی حاجی نجم الدین صاحب خلیفہ حضرت خواجہ صاحب اپنی کتاب مناقب المحبوبین میں لکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ الہ بخش صاحب گھنٹوں ہائے ساتھ مولوی محمد امین کی کوٹھڑی میں بیٹھ کر باتیں کرتے۔ اور ارشاد

فرماتے۔ کہ حاجی صاحب ہجو و دعا کرو۔ خلیفہ صاحب بہانے واسطے بھی کچھ دعا طلب کیا کرو۔
 دیگر... جن بندوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ اس دنیا میں ممتاز کرتا ہے۔ انکو اپنی قدرت کاملہ سے
 ویسے ہی سامان عطا کرتا ہے۔ کہ وہ بچپن میں ہی اپنے غیر معمولی اوضاع و اطوار سے لوگوں کا دل
 تسخیر کریں۔ چنانچہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے۔ تو قصر کے درنو شیرواں میں
 زلزلہ آیا۔ اور بارہ کنگرے اسکے عالی شان محل کے زمین پر اترے۔ آتش پرستوں کا آتشکدہ جو
 زروشت کی وفات کے بعد روشن چلا آتا تھا۔ اور جس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار برس سے کبھی آگ نہیں
 بجھی تھی۔ وقفہ سرد ہو گیا۔ عرب کا ملک جو روزمرہ قحط سالی سے تنگ آ گیا تھا۔ اس میں اسقدر
 زراعت ہوئی کہ زمیندار حیران تھے۔ کہ اسقدر بکت کس طرح پیدا ہو گئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر
 صاحب گیلانی عالم شیرخوارگی میں روزہ دار تھے۔ حتیٰ کہ جب عید کے تقیین میں اختلاف ہوا۔ تو آپ کا
 فیصلہ ناطق سمجھا گیا۔ اسپرنگ ہائے حضرت صاحب بھی سن شعور سے باکمال اور صاحب تاشیر
 مشہور ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس حکایت سے اس امر کی بخوبی توضیح ہو گئی۔
 دیگر... منتخب شریف میں کہا ہے۔ کہ سکھوں کی علمداری تھی۔ اور ایک سکھ سردار جو قلعہ منسگر وٹھ
 میں صلحدار تھا۔ اور دیوان سائنٹل کی طرف سے اس علاقہ کا حاکم تھا۔ ایک دفعہ تو شہ شریف کے
 بازار سے گذرا حضرت صاحب زادہ الہ بخش صاحب کا ایک گوزن دبارہ سنگا شہر کے بازاروں میں بھرتا
 تھا۔ یہ بارہ سنگا چوٹا سا بچہ تھا۔ کہ اسے صاحب زادہ صاحب نے پالنا تھا۔ اور وہ لوگوں سے اسقدر مانوس
 ہو گیا تھا۔ کہ بکری کے بچے کی طرح پھرا کرتا تھا۔ جب اس خالصہ سردار کی آنکھ اس بارہ سنگا پر پڑی۔ تو جھٹ
 سے بندوبست کا نشانہ بنایا۔ بارہ سنگا پر ٹپ ٹپ کر گیا۔ اور اسکے نوکر اٹھا کر خالصہ بہادر کے
 پاس لگے۔ مگر چونکہ وہ مرد چاکر تھا۔ اور کسی کام کا نہ تھا۔ نوکروں نے ساتھ لے لیا۔ جب شہر کے مغزی
 طرف گئے۔ تو کسی نے کہا۔ کہ جناب! غضب کیا۔ یہ بارہ سنگا حضرت صاحب زادہ صاحب کا ہے اور
 اسکے والدے کو آپ بخوبی جانتے ہیں۔ الغرض اس سردار نے وہ گوزن (مرد) حضرت خواجہ محمد سلیمان
 کینڈت میں بھیجا۔ آپ نے اسے پس سردار صاحب کے پاس بھیجا۔ کہ یہ بہانے کسی کام نہیں آتا۔ لے لیں
 صاحب زادہ صاحب کو خوب بوچی۔ آپ کے مقدر علمین ہوئے۔ مگر خاموش سے ہو گئے۔ دوسرے تیسرے
 دن مجلس عالیہ میں گوزن کا ذکر علا۔ ایک شخص نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ غریب نواز

حضرت کا بارہ سنگا

حضرت دین پناہ صاحب کا مرغا کسی شخص نے فوج کر کے کہا لیا تھا۔ دین پناہ صاحب نے اس کا تلاش کرنا چور دیا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ ہمارا مرغ خود بولے گا۔ جس شخص نے اس مرغ کا گوشت نوش کیا تھا۔ اس کی عجب کیفیت ہوئی۔ اس کے شکم میں مرغ لگڑوں کو کون کرنے لگا۔ فوراً کیفر کر وار کو پہنچا۔ بڑا غضب سے کہ سکھ سردار حضرت صاحبزادہ صاحب کا گوزن اس بے رحمی سے مار ڈالے۔ اور آپ چون چرا بھی نہ کریں۔ حضرت خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ دین پناہ صاحب زرتھے۔ اور ہم خاصی ہین۔ مگر خدا کی قدرت کہ میرے چوتھے دن بعد خبر آئی۔ کہ وہ سردار ماتھی سے گر کر فی النار ہو گیا ہے۔ تو دیکھنا چاہئے۔ کہ صاحبزادہ صاحب کے بارہ سنگ نے کس طرح اپنے سینگوں سے اس خالصہ بہادر کو گرا دیا۔ فافہم و تدبر۔ و دیگر... اسی طرح کی ایک اور روایت ہے۔ کہ آپ نے عالم شائندگی میں ایک دیوانہ شخص کو جو بالیوں یا (قطب) میں مبتلا تھا۔ اپنی چادر اور ٹاڑا کر لے کر نفضل خدا اچھا کر دیا۔ چنانچہ اسی روایت کا مفصل ذکر کریں۔

مر جا ترک مست رعنائی
دل ز ماسے بری بعینائی
محو مطلمق شود ہمہ عالم
چون نقاب از جمال کشائی

و دیگر... مناقب سلیمانی مولانا صاحب غلام احمد خان رئیس جھجر میں لکھا ہے۔ کہ جب خواجہ... استن حضرت محمد سلیمان کا وصال ہوا۔ تو مصارف لنگر شریف کی بابت بقال کا کچھ فرقہ تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے اسی وقت اپنے ذمہ لکھایا۔ اور اس وقت آپ نے علماء فضلہ کے بڑے مجمع میں ارشاد فرمایا۔ کہ یہ دارنا پا بیدار ہے۔ حضرت نبینا و جمیع انبیاء علیہم السلام اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ پس ہر متنفس کو یہ جہان گذشتنی ہے۔ خواجہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ مگر آپ کی برکات بدستور قائم رہیں گی۔ چاہے کیم ہم ساخنہ پر صبر کریں۔ اور جو لوگ آستانہ عالیہ پر مقیم ہیں۔ انشاء اللہ انکی خدمت گزاری میں کوئی کوتاہی نہ کی جائیگی۔ اور ایک اور موقع پر لکھا ہے۔ کہ آپ نے بوقت وصال عبد المجید عرس کیا کہ میں فقط یہ چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے غلاموں کی کھنٹس سیدھی کر نیکی لیاقت حاصل کر لیں۔ ان کلمات سے آپ کی عالی حوصلگی۔ انتہا درجہ کی مال اندیشی۔ انکسار کا اظہار ہوتا ہے۔ فافہم و تدبر۔

عزت زمان خواجہ محمد سلیمان کے جانشین کون ہوئے۔

جو لوگ حضرت خواجہ سلیمان صاحب سے بیعت کر کے سلسلہ مریدی میں داخل ہوئے تھے۔ اور انہوں نے خوش نصیبی اور خوش قسمتی سے حضرت ثانی کو بھی دیکھا۔ چنانچہ اب بھی ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ

میں ایسے بہت سے لوگ ہیں۔ وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حضرت ثانی خواجہ الہ بخش صاحب کو سزا
فیض اور کرامت اپنے دادا حضرت خواجہ محمد سلیمان سے ملی ہے۔ اور فی الواقع وہ اس درجہ
عزت کے لائق تھے۔ انہوں نے اپنی بزرگی ولایت زہد اتقاسے ایک عالم کو مستخرج کر لیا ہے
سندہ خراسان۔ تا تار۔ عرب تک لوگ انکی زیارت فیض بشارت سے عادت حاصل کرنے کو
آتے ہیں۔ اور انکے جمال بالکمال سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان خوش اعتماد مریدین اور خاص غلامان
تو ذرا بھڑک نہیں ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے منصب ولایت و خلافت کو تو ہونیکے بعد کسکو دیا۔ مگر
بنظر احتیاط اس موقع پر مختلف کتابوں سے نقل کر کے اس بات کا عقلی اور نقلی ثبوت دیتے ہیں۔ کہ
خواجہ صاحب نے یہ افسر بزرگی اور تاج فقیری اپنے پوتے حضرت ثانی کے حوالہ کیا ہے۔
نقل ہے کہ ایام طفلی میں خواجہ الہ بخش صاحب ایسے سخت بیمار ہو گئے تھے کہ زندگی کی امید
ہو گئی تھی۔ ہر چند علاج مناسب کئے گئے۔ بالکل بے سود ثابت ہوئے۔ حکما حیران تھے۔ کہ یہ عجیب مرض
کیہ سریع التاثر اور تیرہ وقت دوایان بھی کچھ مفید ثابت نہیں ہوئیں۔ اگرچہ عام طور پر سب لوگ
بیماری سے مضطرب اور پریشان تھے۔ مگر والد بزرگوار خواجہ گل محمد صاحب کی بمقامی حد سے
تختی۔ ایک دن انہوں نے سید جمال شاہ صاحب بکائیری کو فرمایا۔ کہ آج استخارہ کریں۔
میرے بچے کو صحت ہو جائیگی۔ سید جمال شاہ صاحب نے استخارہ کیا۔ اور جب سو گیا تو خواب
کیا دیکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ نور محمد صاحب اور اور
گرام جمع ہوئے۔ اور انہوں نے صاحبزادہ الہ بخش کا ہاتھ پکڑ کر بڑے حضرت کے مصلحہ پر بٹھایا۔
دن کو شاہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تم کو کس نے مصلحہ دیا ہے۔ تو وہ ہنسنا شروع ہوئے۔ مگر اس بات سے
ہوئے۔ کہ حضرت صاحب کے مصلحہ پر باوجود میرے موجود ہونیکے کس طرح مٹھائی گئے۔ آخر ایسا ہی
مولوی نجم الدین صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ جب میں خواجہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے
روزہ منورہ کی زیارت کیلئے ٹھہرا تو شریفین آبا۔ اور زیارت سے سعادت حاصل کر کے
کہ جا رہا تھا۔ ایک رات میرے مقام پر شریفین میں ہوا۔ اور حافظ جمال الدین صاحب کی خانہ
جا کر انرا مخالف صاحب عمران افغان جو کہ نانا صاحب عبد الجبار خان کے رشتہ داروں میں
اور ایک موصالح اور درویش صفت ہیں۔ میرے کھیلے تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ میں

میدفعہ خواب دیکھا تھا۔ کہ حضرت صاحب بد غوث زمان خواجہ محمد سلیمان صاحب موجود ہیں۔
 انہوں نے خواجہ الحداد بخش صاحب کو سیدنا کھڑا کیا ہے۔ اور انکے قدر و اہم کیا ہے۔ اور اپنا دہن
 مبارک ان کے دہن مبارک پر رکھا ہے۔ اور اپنے دم کو اس طرح صاحبزادہ صاحب کے منہ میں ڈال
 رہے ہیں۔ اور نفع کر رہے ہیں۔ میں بھی کھڑا تھا۔ بڑے حضرت صاحب میر لطیف متوجہ ہوئے۔ اور
 فرمایا۔ نفخت فیدہ من مروجی کا معنی یہی ہے۔ نیز حاجی صاحب شحیر فرماتے ہیں۔ کہ سیدنا
 ایک شخص نے جو حضرت صاحب کا مرید ہے۔ مجھ سے پوچھا۔ کہ جب خواجہ علیہ الرحمۃ فوت ہوئے۔
 انہوں نے وہ نعمت باطنی جو انکو ملی ہوئی تھی۔ کسکے حوالہ کی۔ میں نے کہا۔ کہ میرا تو یہی اعتقاد
 یہی ہے۔ کہ وہ سب نعمت اور دولت صاحبزادہ الحداد بخش صاحب کو ملی ہے۔ انہوں نے اپنی
 ساری خاطر کیلئے اعتراض کیا۔ کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ تجھے حضرت غوث زمان
 عقائد ہے۔ اس لئے جواب دیا۔ ہاں۔ بہت کچھ کہتا ہے تو مرید ہوا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ کہ اچھا تو
 ہی کہ نفخت فیدہ من مروجی کے کیا معنی ہیں۔ اور کیا ہے حضرت نے وفات سے پہلے یوں لکھا ہے
 مگر صاحبزادہ صاحب کے حق میں نہ فرمایا تھا۔ اس لئے کہا۔ ہاں فرمایا تو تھا۔ پھر حاجی صاحب نے
 کہا۔ کہ میں نے اسے عقلاً اور نقلاً مقبول جواب دیکر قائل کیا۔ کہ فی الواقع اس نعمت اور وجہ
 ولایت کے مالک حضرت خواجہ الحداد بخش صاحب ہیں۔

یعنی نقلاً یہ کہ یہی قصہ نفخت فیدہ من مروجی یاد کر اور تجھے معلوم ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے اپنی حیرت
 ن و دلائل الخیرات انکو بخشی ہوئی تھی۔ اور وہی مریدوں کے شجرہ پر دستخط کرتے تھے۔ اگرچہ نام
 حضرت کا لکھتے تھے۔ مگر ہم دستخط تو وہی کرتے تھے۔ اسکے بعد عرفان افغان کے خواب
 سید جمال شاہ کے استہارہ کا حال بیان کیا۔ اور عقلاً اس طرح پر کہ بڑے حضرت صاحب کے
 ت ہونیکے بعد لشکر شریف ویسا ہی جاری ہے۔ اور دوسرے یہ کہ ہزار ماخلوق ان سے مرید ہوئے
 ہیں۔ اور کبھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ کہ تجھے یاد ہے۔ کہ خواجہ الحداد بخش صاحب کی صاحبزادی
 و اول عمر میں کیا حالت تھی۔ اور اب کیا حالت ہے۔ کہاں وہ زمانہ۔ ایک دن میں تین سوٹ
 بل کر لیا۔ اور کہاں کہہ دیا۔ اور پھر اپنا پیرا ہن۔ اور ایک معمولی ٹوپی جو تھے میں نے
 نرت ثانی کے ہندوستان کے سفر اور خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ میں انکی قبولیت فرمایا

وغیرہ حالات اور واقعات کا ذکر کیا۔ اس پر اس شخص نے مجالت سے سر جھکا لیا۔ اور خاموش ہو گیا۔ غرض اس مختصر مگر مدلل گفتگو سے حضرات ناظرین نے اچھی طرح جان لیا ہوگا۔ کہ خواجہ سلیمان والے دو جہان کے پاس جو نعمت بطور ودیعت اور امانت تھی۔ انہوں نے وہ اپنے پوتے خواجہ بخش صاحب کے حوالہ کی۔

سفر ہندوستان

حضرت خواجہ محمد سلیمان کی وفات کے بعد حضرت ثانی خواجہ بخش صاحب کی کرامت اور بزرگی کا دور دور تک شہرہ ہوتا گیا۔ اور بہت سے لوگ بعد قطع مراحل و طے منازل تو نشہ شریف میں آئے۔ اور حضرت کے جمال بالکمال سے فیض اٹھا کر سب کے سب سلسلہ مریدی میں داخل ہوئے۔ اور صرف یہی نہیں۔ کہ ڈیرہ غازیخان ملتان سے لوگ زیارت کو آ رہے۔ بلکہ راقم نے بخشیم خود دیکھا ہے کہ کبھی بہت زور و زور سے لوگ آستانہ مبارک پر موجود ہیں۔ اور حضرت خواجہ سلیمان صاحب عرس شریف کے موقع پر جو ۵۔۶۔۷ سفر کو تو نشہ شریف میں ہوتا ہے۔ سیلون۔ کراچی۔ عرب۔ تاتار کے لوگ دیکھ گئے ہیں۔ حضرت صاحب کا خلق اس قسم کا تھا۔ کہ جو کوئی اُنکے دروازہ پر گیا ہے کبھی ناراض یا غمگین ہو کر نہیں آیا۔ بڑے حضرت صاحب کی وفات کو ابھی ۳ سال ہی گزرے تھے۔ کہ خواجہ بخش صاحب کو شوق ہوا۔ کہ حضرت پیران خواجہ بچکان چشت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ لہذا سنہ ۱۲۱۰ مطابق ۱۸۵۳ء میں ہندوستان جانے کی تیاری کی۔ اور سینکڑوں سوار اور پیادہ جو کہ حضرت صاحب کے دیدار فرحت آثار سے اقدم بھی جہانہ ہونا چاہتے تھے۔ اپنے مان باب بال بچکان کو چھوڑا اور وطن کو الوداع کہہ کر حضرت صاحب کے ہمراہ ہوئے پہلے حضرت صاحب بلدہ تلج سرور میں گئے۔ اور حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد صاحب ہاروی کی مزار پر انوار کی زیارت کی۔ اور پھر ہار شریف میں جا کر حضرت قبلہ عالم کے صاحبزادوں سے ملاقات کی۔ اور صاحبزادے غلام فخر الدین کو ہمراہ لیا۔ بیکانیر کے رستے سے اجمیر شریف کو روانہ ہوئے۔ جب بیکانیر میں پہنچے تو شہر کے باہر ایک مسجد میں اتر پڑے۔ اور تین یوم وہاں ٹھہرے۔ بیکانیر کے ہر قوم اور ہر فرقہ کے بہت سے لوگ حضرت کے مرید ہوئے۔ حضرت صاحب کا لائق کھڑے تھے۔ اور معمولی و درود و غیرہ بتاتے تھے۔ اور سب سے ناز و روزہ کی پابندی کی تاکید فرماتے۔ تھے جب اچھو سوار لگا ہوا ہے

بیکانیر نے حضرت کے تشریف لانے کی خبر سنی۔ تو اپنے ایک آدمی کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ کہ وہ حضرت صاحب سے اجازت لیوے۔ تاکہ میں آکر زیارت حاصل کروں۔ حضرت صاحب نے بموجب اسکے کہ فقیروں کا استغنا ہے۔ اور وہ بے پروا اور بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور خداوند کریم کی ذات کے سوا کسی فرد بشر کے محتاج نہیں ہوتے۔ منظور نہ کیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ میان انکو جا کر کہیں بھلا ساری ملاقات سے آپکو کون سا فائدہ ہوگا۔ مناسب یہی ہے کہ تکلیف نہ کریں۔ خلیفہ اعظم حاجی نجم الدین صاحب اس موقع پر یہ اسے بڑی دلم را تو با بن شکل و شمایل | پروائے کست نیست و خستے بتو مایل

لیکن ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب کے مزاج میں بعد میں بہت سی تبدیلی ہو گئی۔ اور دیکھا گیا ہے۔ کہ اوئی سے اوئی آدمی جب ان کے ملنے کے لئے گیا ہے۔ انہوں نے بڑی خوشی سے ملاقات کی ہے۔ اور بہت دیر تک ان سے گفتگو کرتے رہے ہیں۔ بیکانیر سے روانہ ہو کر ناگور سے ہوتے ہوئے میٹھ میں پہنچے۔ اور ۲۸ جمادی الثانی کو اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے۔ اور حضرت خواجہ محمد علی الدین چشتی کے روضہ منورہ کی زیارت کی۔ اور پوسے دس یوم وہاں رہے۔ اجمیر کی مخلوق انکے جمال باکمال کی اس قدر والہ اور شفقتی ہوئی کہ ہزار لوگوں نے آکر حضرت سے بیعت کی۔ اور لوگ کہتے تھے۔ کہ آج تک جتنے فقیر اور مشائخ آئے ہیں۔ ایسا کوئی شیخ نہیں آیا۔ اور خادمان و درگاہ اور خواجہ صاحب کی اولاد میں بہت سے حضرت کے سلسلہ مریدی میں داخل ہوئے۔ اور پھر وہاں سے کشن گڑھ گئے۔ اور بعد چھوٹے پہنچے۔ اور وہاں کئی یوم قیام کیا۔ یہاں کا مہاراجہ رام سنگھ بہادر حضرت کی خدمت میں بڑے اعتقاد سے آیا۔ اور نذر و نیاز گذاری۔ اور بعد وہلی میں بالخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اور پہلے خواجہ قطب الدین نجفی کالی کی خانقاہ میں آئے۔ اور وہاں زیارت کی۔ اور پھر حضرت مولانا خواجہ فخر الدین صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس اثنا میں بہت سے لوگ آنحضرت کے غلاموں میں داخل ہوئے۔ جیسا کہ لفظ سراج الدین بہادر شاہ کو جو خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ تھے۔ خبر لگی۔ بڑے شوق سے سرفرازی پر سوار ہو کر حضرت نصیر الدین محمود کی درگاہ کے دروازے پر آئے۔ جہاں کہ خواجہ صاحب اور بھائی تھے۔ جب حضرت کو خبر ہوئی۔ کہ بادشاہ آیا ہے۔ یہاں کر کے کسی دروازہ سے قضا کا حاجت کیلئے صبح کو چلے گئے۔ اور یہ غریب بڑی دیر تک منتظر کھڑا رہا۔ اور آپ سے متناقیانہ سے پھر ان میں سے لوگوں نے جا کر عرض کی۔ اور بہت کچھ الحاح و زاری کی۔ حضرت صاحب نے متناقیانہ سے کہہ دیا۔

سے ملین۔ مگر پاس خاطر و ریشاں تشریف لایا۔ بادشاہ قدوسی سے مشرف ہوا۔ اور پھر نصرت ہو گیا۔
دوسرے دن حضرت صاحب شاہ جہان آباو گئے۔ یہاں بھی حضرت کی بہت شہرت ہوئی۔ بڑے بڑے
امیر و نیرا کر قدوسی کرتے تھے۔ بادشاہ انہیں اپنے محل میں لے گئے۔ اور وہاں سب بیگمات مرید ہوئیں
اور بادشاہ نے ایک ہاتھی اور بہت سا نقد بخشا وغیرہ حضرت صاحب کی خدمت میں بطور نذرانہ
پیش کیا۔ جو انہوں نے بھجوا کر منظور کیا۔ اور پھر ہاتھی صاحبزادہ نظام الدین نبیرہ مولانا
فیضان الدین صاحب کو دیدیا۔ بعد میں چونکہ ماہ رمضان شریف قریب آ گیا تھا۔ اور اپنے والد صاحب کا
عرس و کفن پورا کرنا ضروری تھا۔ لہذا وہاں سے سفر کر کے کپڑوں و اس تشریف لائے گئے کوچ فرمایا
سرہ کے رہتے لوگوں کو فیضیاب کرتے۔ مہار شریف تشریف لائے۔ اور پھر سنگھ کو چلے گئے۔ مشہور
ہے۔ کہ خواجہ الکمش صاحب صاحبزادگی کے دنوں میں بہت عمدہ لباس پہنتے تھے۔ اور ایک عمدہ
سوزنی گھوڑی چس کی زین بھی نہایت مکلف اور قیمتی ہوتی تھی سوار ہوتے تھے۔ مولوی حاجی نجم الدین
صاحب لکھتے ہیں کہ میں ایک دن نوافل اشراق پڑھ رہا تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ان دنوں
علوم ظاہری کپڑوں متوجہ تھے۔ اور ابھی وہ درجہ ولایت و کرامت اپنے جد امجد سے نہ ملا تھا۔ آپ
مولوی محمد حسین صاحب کی کوکھی میں تشریف لے آئے۔ اور ان سے کسی علمی مسئلہ کی تحقیق کر رہے
تھے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا۔ میں بھی مولوی صاحب کے حجرہ میں حسب معمول چلا آیا۔ میرے ساتھ
صاحبزادہ صاحب کی بڑی محبت تھی۔ مجھے فرمایا۔ کہ خلیفہ صاحب! ہمارے لئے بھی دعا کرو۔ میں نے
عرض کی۔ قبلہ! ہم غلاموں کا تیری کام ہے۔ کہ اپنے مرشد اور ہادی کی اولاد کیلئے ہمیشہ دعائیں لگتے
رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ طلب کرتے رہینگے۔ کہ جو درجہ ہمارے مرشد کو حاصل ہے۔ جنتی ان کی اولاد
کو بھی آتی ہے۔ اور وہ اپنے مرشد کی اولاد کیلئے زوق و شوق سے ہر روز دعا کرتے۔ اور اپنے
جد امجد کے قدم بجا رہنے کے واسطے ہمیشہ ان کی متابعت میں رہتے۔ اور دعا کرتے ہیں چلا آیا۔
پھر فرماتے ہیں کہ جب جنتی نے انکو سعید ازلی اور مقبول ابدی روزانہ سے بنایا تھا۔ وہ
براہ راستی رتبہ اور درجہ پہنچ گئے۔ اور ہم بھی مرشدانہ مشابہت سے ہواؤں میں ہیں۔ اس سے حاجی
صاحب کی منگس الزام کی توجیہ میں ہے۔ حدیث انکی ہرگز ایسی نہ ہے کہ میں نے کہا۔ کہ میں نے جنتی
ہے۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے مرشد کی اولاد کیلئے دعا کی ہے۔ کہ انکو سعید ازلی اور مقبول ابدی

نشان سے آکر بہت آدمی ہمارے مرید ہوئے۔ اور اور بہت عمان کے لوگ آئینگے۔ مگر جو نفع اور جو
 درجہ حاجی نجم الدین صاحب اور سید محمد علی شاہ خیر آبادی نے حاصل کیا تھا۔ وہ انہی کا حصہ تھا۔ یہ وہ
 حضرت کے خلفائے عظام میں سے ہیں۔ اور ان پر حضرت کی بڑی توجہ تھی۔
 دیگر۔ مولوی در محمد ارا مین سوکڑی اور چنپن اور مہربان راقم کو کہا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کی مجلس
 میں جو خیال کسی کے دل میں پیدا ہو۔ حضرت صاحب فوراً اسے تار جلتے ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب
 فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میرے دل میں آیا۔ کہ ہم غریب لوگ جو پانچ سو گھر سے ملے کر کے حضرت
 کی قدمبوسی کیلئے آتے ہیں۔ ہمارے حال پر یہ بے پروا و عالی رتبہ کیا توہم کرتے ہوں گے۔ بھلا بادشاہ
 کو گدا سے کیا کام۔ جب آدھ گھنٹہ میں حضرت کی محفل مقدسہ میں بیٹھا رہا۔ اور پھر قدمبوسی کر کے
 چلنے لگا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میان در محمد ہم بے پروا نہ ہیں۔ سچے مریدوں کو ہم بھی دل سے عزیز
 رکھتے ہیں۔ اس وقت میرے دل میں حضرت صاحب کی بزرگی کا اعتقاد پہلے سے وہ چند ہو گیا۔
 اور میں بہت ہی شرمش ہوا۔ کہ حضرت صاحب اس فقیر کے نام سے بھی واقف ہیں۔ پھر جب کہی
 مجلس عالیہ میں آنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ بس یہی دل میں خیال آتا تھا۔ کہ حضرت صاحب کی توجہ فقط
 میری ہی طرف ہے۔ اور ہر ایک خاص غلام کا یہی عقیدہ رہا ہے۔
 دیگر۔ برادر م خان محمد خان ولد فتح محمد خان بلغانی۔ جو کہ ایک جوان صالح اور حضرت صاحب کے
 خاص غلام تھے۔ اور حضرت صاحب کی وفات کے بعد کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ راقم کو اکثر
 اسی امر کے متعلق بہت سی حکایات سنایا کرتے تھے۔ جو راقم کو اکثر بھول گئیں۔
 دیگر۔ خان محمد خان مرحوم مذکورہ جوان حضرت صاحب کے ساتھ ہمارے شہر ایشیا اور اجمیر وغیرہ کی
 طرف ہمیشہ جایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ جب بات کے وقت بھلا اس کے قریب پہنچے
 صاحب اور ایک دو فاضل الخاص غلام سکندر کلاس میں تھے۔ اور اسی وقت ان کے بند کروا گیا
 تھا۔ مگر لوگ گاڑی پر ٹوٹے پڑے۔ سٹیشن پر اترے اور ڈھول اور ڈھولے سے شہر میں بجا میں۔
 انہن کو چلا یا مگر لوگ اس اندھیری رات کے وقت میں بھی بھڑکے گاڑی سے نہ اترتے تھے۔ اور اس قدر ہجوم کیا
 ہوا تھا۔ کہ گویا بلوہ کر کے ہیں۔ آخر نصف گھنٹہ میں گاڑی ایک سٹیشن پر ایستہ ہو گئی۔ اور حضرت
 صاحب تنگ آ گئے۔ اور فرمایا۔ کہ ہم پھر آئیے۔ سٹیشن کے باہر اور لوگوں کے یورپین ملازم حیران تھے

کہ یہ شخص کوئی جادوگر ہے۔ کہ اس قدر لوگوں کو گھرون سے اس اندھیری رات میں کھینچ لایا ہے۔ وہ بھی چہی نظروں سے حضرت کو جادو دیکھتے تھے۔ او ان کے لباس سادہ حالت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے کہ ہائین یہ عجیب بات ہے۔ ہم نے خیال کیا تھا۔ کہ امیر کا بل ہے۔ یا والے بہاؤ لپور۔ مگر

خاکسارانِ جہان راز حقارت منسکر | توجہ دانی کہ درین گرد سوائے ہاشد
 ویکر۔ لکھا ہے کہ میان حبیب صاحب ساکن یوسف زئی جو کہ ایک متقی اور پرہیزگار شب بیدار شخص میں۔ حضرت خواجہ صاحب مرید ہوئے تھے۔ اور خواجہ صاحب نے حسب سہول و دستور ایک تسبیح درود شریف اور تین تسبیح اللہ الصمد و طیفہ کیلئے انہیں فرمائیں۔ چونکہ انہیں مراقبہ اور ذکر چہرہ عنین کا بڑا شوق تھا دل ہی دل میں کہا کرتے تھے۔ کہ افسوس بڑے حضرت صاحب نے مجھے کوئی طریقہ مراقبہ اور اعتکاف وغیرہ کا نہیں بتایا۔ خواجہ الکبیر صاحب کے مریدوں نے چاہتا تھا۔ کہ پوچھوں۔ کیونکہ میں بڑے حضرت کا مرید ہوا تھا۔ اور میری واسطے کشتارن تھی۔ مگر ان سے کچھ پوچھوں۔ گویا ان سے میں محروم رہا تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی مزار مبارک تھی۔ بات عرض کی۔ رات کو جب سویا۔ حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا۔ اور انہوں نے فرمایا۔ کہ اے حبیب توجہ مڑو جانتا ہے۔ میں زندہ ہوں۔ یہ تو ایک قانون اور پردہ شریعت ہے۔ اور اسی حالت میں حضرت صاحب زادہ الکبیر صاحب بھی موجود تھے۔ میرا ہاتھ اس وقت انکے ہاتھ میں دیکر فرمایا۔ کہ جو کچھ دریافت کرنا ہو۔ ان سے پوچھو۔ میان حبیب کہتے ہیں۔ کہ اس دن ہی میرا اس حضرت ثانی پر اس قدر اعتقاد ہوا۔ کہ میرا دل ہی بخوبی جانتا ہے۔

نقل ہے۔ کہ حضرت خواجہ سلیمان نے میان محمد کھوکھر کا نام بینہ برساوار کہا ہوا تھا۔ سنگھ
 بین حبیب کہی اساک باران ہوتا۔ اور لوگ جا کر حضرت صاحب کی خدمت میں دعا طلبی کرتے حضرت صاحب عموماً نامبروہ کی طرف مخاطب ہو کر کہتے۔ کہ یہ بینہ برساوار ہے۔ اور کہی یہ بھی فرماتے۔ کہ ہمارے مرشد کے نام کا اللہ ایک پھند خیرات کرو۔ حضرت ثانی بینہ برساوار تو کسی کو نہ کہتے تھے۔ مگر یہ فرماتے تھے۔ کہ ہمارے مرشد کے نام پر ایک گوسفند حلال کرو۔ اور ساتھ ہی آپ خود بہت کرتے۔ اور درود شریف بڑی کثرت سے پڑھواتے۔ خداوند کریم اپنا فضل کر دیتا تھا۔ اور بارشیں بار ہو جاتی تھی۔ اکثر لوگوں کو معلوم ہو گا۔ کہ سنگھ کا سارا علاقہ بارانی ہوا اور درود کو ہی کہا ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں وغیرہ کہتے ہیں۔

نقل ہے۔ کہ خواجہ غلام فرید صاحب چشتی چاچران شریف والے جو ایک بڑی بڑی کامل گذرے ہیں۔ حضرت ثانی کے ہم عصر اور ہم عمر تھے۔ ہمیشہ عشق الہی میں مجھتے تھے۔ اور ان کی محبت یازوی میں شکر رہتے تھے۔ آپ کا حضرت ثانی خواجہ بخش سے بڑا اعتقاد تھا۔ چنانچہ راقم کو یاد ہے۔ کہ بہت دفعہ خواجہ غلام فرید صاحب کے مصاحب حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور خواجہ صاحب کی طرف سے اظہار شوق و محبت کیا۔ حضرت صاحب انکی اس قدر خاطر اور مدارات کرتے تھے۔ جتنی خواجہ صاحب کی کرنی چاہتے۔ علی ہذا میرا قیاس اور گمان ہے۔ کہ تو لسنہ شریف سے کبھی حضرت کے خاص غلام جا یا کرتے ہونگے۔

نقل ہے۔ کہ جب کوئی انگریز تو لسنہ شریف میں آتا۔ تو حضرت صاحب کا شہرہ سن کر انکے زیارت کرنے اور بالخصوص ان عمارت عالیہ کے دیکھنے کیلئے ضرور جاتا۔ چنانچہ حضرت ثانی نے زر کثیر صرف کر کے تو لسنہ میں بنوائی ہیں۔ اور جنہوں نے شہر کی رونق کو چند در چند بڑھا دیا ہے۔ اور قریباً نصف حصہ شہر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تو اس کا رخ روسائے پنجاب میں لکھا ہے۔ کہ خواجہ بخش صاحب کو مکانات تعمیر کرنے کا بڑا شوق ہے۔ اور جب ان سے کوئی ملنے جاتا ہے۔ یا مکان دیکھنے کا شوق ظاہر کرتا ہے۔ آپ اسکو بڑی شوق سے گالیشان مکان جا کر دکھاتے ہیں۔ اور بڑی محبت اور تواضع سے باتیں کرتے ہیں۔ اس سے خواجہ صاحب کے اخلاق حمیدہ کا پورا پورا پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ کس قدر منکسر المزاج خلیق بننا سار تھے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ کسی خاص غلام نے پوچھا۔ کہ یا حضرت یہ انگریز لوگ جو کہ بے دین ہیں جب آپ کے ساتھ ملنے کو آتے ہیں۔ آپ ان کے لئے سرفہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بہت خاطر تواضع کرتے ہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ ایسے بے دین لوگوں سے تو کلام بھی نہ کرنی چاہئے۔ جو کہ ہمارے رسول مقبول صلعم کے دشمن ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میان اس میں میری کون سی کشمکش ہو جاتی ہے۔ میں انکو دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام میں کس قدر تواضع اور خاطر داری کی جاتی ہے۔ کہ میں وہ یہ تو نہ کہیں۔ کہ اسلام میں تکبر اور فخر ہے۔ اور مسلمان لوگ مہمان نواز نہیں ہوتے۔ آہا کیا اخلاق ہیں۔ اور دین احمدی کی کیا کیفیت اور عزت دل میں ہے۔

نقل ہے۔ کہ حضرت خواجہ بخش صاحب کو عدالت میں کرسی ملی ہوئی تھی۔ مگر انکو سرکار عالیہ سے اس بات کی خاص رعایت تھی۔ کہ وہ پشاور شہادت کہیں بھی عدالت میں نہ باسے جائینگے۔ آپ ہمیشہ اپنے کسی غلام کو جو کہ کچھ دانتوں کا مالک تھا۔ اسکو کرسی میں بیٹھتے تھے۔ اور خود عدالت کی جگہ پر بیٹھتے۔

یا کسی مہینک میں شریک نہیں ہوئے۔ اللہ اللہ کیا شان بلند نشان ہے۔ کہ گورنمنٹ کو بھی حضرت کی عزت منظور ہے۔ اور شہادت وغیر سے آزاد کر دیا ہے۔ اگر تباہی غیبی نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے؟

نقل ہے کہ لالہ لیکھورام صاحب تحصیلدار شاہرگ بلوچستان جو روحانی ضلع ڈیرہ غازیخان کے باشندہ ہیں۔ باوجود غیر مذہب ہونیکے حضرت کی ذات اقدس پر نسبت اعتقاد رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شامت اعمال سے ایک بڑے سنگین مقدمہ میں پھنس گئے۔ اور عین مضیبت کی وقت حضرت صاحب کینجرت میں دعا طلبی کی واسطے عرضیہ لکھا۔ اور شاید تار وغیرہ بھیجے حضرت صاحب اسکے اعتقاد اور یقین کو بخوبی ملاحظہ کر چکے تھے۔ اسکی بیکسی پرتش کہا یا۔ اور اسکے لئے صدق دل سے دعا مانگی۔ خداوند کریم نے حضرت کی دعا مستجاب کی۔ اور وہ بالکل بری گئے گئے۔ راقم کو یاد ہے۔ کہ جب ۱۳ ستمبر ۱۹۰۱ء کو خواجہ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تو ۱۹ ستمبر ۱۹۰۱ء کو یہ عاجز سہی ملک بلوچستان میں تہا۔ سٹیشن سہی تحصیلدار صاحب موصوف ملاقی ہوئے۔ کسی نے انہیں حضرت صاحب کی وفات کا پہلے سو ذکر دیا تھا۔ اسپر انہوں نے مجھ سے حال پوچھا۔ جب میں نے یہ واقعہ جانگزا اور سانچہ روح فرسا بادل پرورد سنایا۔ نہایت غمگین ہوئے۔ اور بہت افسوس کرنے لگے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہیں سخت مدمہ پہنچا ہے؟

دیگر۔ مجھے یاد ہے کہ میرے چچا نور محمد خان ملتانئی مدرس سوکڑ کے گھر میں کوئی بچہ نہ ہوتا تھا۔ اور انہوں نے پیرون فقیروں کے دروازہ پر بہت ڈتھاؤں مانے۔ مگر کہیں سے گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا انہوں نے باوجودیکہ تین شاہد بیان کین مگر اولاد نہ ہوئی۔ آخر خواجہ الکبیر صاحب نے دعا مانگی خداوند کریم نے فضل کیا۔ اور اپنے کرم سے انکو ۱۸۹۲ء میں فرزند عطا فرمایا۔ میرے چچا کا اعتقاد اسی دن سے زیادہ ہو گیا۔ اور آپ جا کر بیٹ کر گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ آپ برابر باوجود سکرانہ نوکری کے جمعہ کے روز حضرت کی زیارت کو جاتے۔ اور جمعہ نماز بھی وہاں پڑھتے۔ اور حضرت سے غریب نواز بھی آپ پر کمال تہربانی فرماتے تھے۔ اور میرے خاص وعام کو معلوم ہے۔ کہ نور محمد خان ملتانئی نماز روز میں کیسا پابند ہے۔ اور رفاہ عام کے کاموں میں کتنی کوشش کرتا ہے۔ میں وہ دن انہوں نے کہ ہمارے مونغ سوکڑ میں جو قسطنطنیہ شریف سے ہوا۔ میں نے خوب غریب کی طرف واقع ہے۔ قوم ہزار میں ہزار ہا لوگ ہوا۔ اور اسکا بارسٹری آگے تھے۔ ہندو کا وہاں میں بھی گیا۔ ہم لوگ کے

مارے ان مرضیوں کے پاس نہ جاتے تھے۔ مگر میرے چچا برابر ہر وقت ان کے پاس جاتے۔ انکو دود چاول وغیرہ دیتے۔ جب ہم کہتے۔ کہ بیشک کسی کو موت وقت سے پہلے نہیں آتی۔ مگر آپ نے یہ بھی سنا ہے۔

گرچہ کس بے اجل خواہد مرد | تو مرد در دہان از درہا

مگر ہماری وہ ذرا بھی نہیں سنے تھے۔ خواجہ صاحب کی ان کے حال پر ہمیشہ بہت عنایت رہی اور نور محمد خان جنگو خانجی صاحب کہتے ہیں۔ خداوند کریم کے فضل سے دین و دنیا دونوں نعمتوں سے بہرورین نقل ہے۔ کہ منشی گل محمد خان صاحب تنگوانی ساکن ہیر شرتی جو کہ پہلے ایک معمولی دیہاتی مدرسہ میں ملازم تھے۔ حضرت صاحب کے مرید ہوئے۔ اور خواجہ صاحب کی سفارش پر علاقہ کوہستان میں ملازم ہو گئے۔ آپ ایک نکتہ شناس شاعر ہیں۔ فارسی میں آپ کو خاص ملکہ ہے۔ حضرت صاحب کی توجہ سے بلوچستان میں پولیس انسپکٹر کے عہدہ جلیلہ پر ممتاز ہوئے۔ اور اٹھارہ بیس سال وہاں ملازم رہے۔ کبھی کسی سے رشوت نہ لی۔ محکام ان سے بہت خوش تھے۔ آخر سالہ ۱۹۰۲ء کے شروع میں منشن لے لی۔ عملاً ہر روز خواجہ صاحب کی خدمت عرضیہ لکھتے تھے۔ اور خواجہ صاحب کی یہ مہربانی تھی کہ بیسویں خطوط جو روز آتے تھے۔ سب سے پہلے گل محمد خان کے عرضیہ کو پڑھواتے تھے جو استہزا اور ہنسی کی باتوں سے لبریز ہوتا تھا۔ گل محمد خان اپنی تنخواہ کا بہت روپیہ لنگر شریف میں برابر باہر بھجوتے رہتے تھے۔ اور ان کا حضرت پر بہت بڑا اعتقاد تھا۔ بہت دفعہ ایسا ہوا۔ کہ انہیں بارت کیلئے رخصت نہ ملتی تھی۔ لیکن جب دعا طلبی کیلئے حضور کنجڑت میں تار دیتے تھے۔ خداوند کے فضل سے فوراً رخصت منظور ہو جاتی تھی۔ اپنی ساری تنخواہ میں سے صرف پندرہ بیس روپے اپنی ذاتی ضروری اخراجات کیلئے رکھ لینا۔ اور باقی فی سبیل اللذخیرات کے طور پر ماہوار دیتے رہنا۔ ہر ایک آدمی کا کام نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ گل محمد خان اس درجہ پابند صوم و صلوة تھے کہ کبھی خواہ سفر در پیش ہے۔ خواہ برف باری ہو رہی ہے۔ خواہ کوئی اور مشکل در پیش ہے۔ لیکن یہ نماز ضرور پڑھتے تھے۔ دورہ اور تقیث متقدرات کے وقت میں برابر ان کے ہاتھ میں تسبیح رکھ کر تھی۔ جانتا چاہئے۔ کہ جنہر حضرت کی توجہ ہوئی ہے۔ انکی حالت کیسی بہتر ہو گئی ہے۔ اور وہ دین احمدی پر ایسے فریفتہ ہوتے ہیں۔ ویکر۔ نولوی محمد شاہ عالم صاحب سوکڑی۔ جبکہ ذکر کیلئے حضور میں آچکا ہے۔ وہ خواجہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ اور حضرت ثانی کے بھی بڑے معتقد تھے۔ چنانچہ

باوجود کبر سنی کے وہ برابر آٹھویں دن حضرت صاحب کی زیارت کو جا یا کرتے تھے۔ انکے بڑے صاحبزادے
 کا نام مولوی نور احمد صاحب ہے۔ خود مولوی صاحب کی عمر ۸۵ برس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔
 انہوں نے اپنے صاحبزادہ کی تین شادیاں کرائیں۔ مگر خداوند کریم نے کوئی اولاد زینہ عطا کی۔
 مولوی نور احمد صاحب کی عمر بھی اب پچاس سال سے متجاوز ہے۔ سنا گیا ہے کہ ایک دن جب حاج
 الہ بخش صاحب بعد نماز ظہر سب معمول خانقاہ شریف میں زیارت کھیلنے داخل ہوئے۔ انکے چند
 منٹ بعد مولوی شاہ عالم صاحب بھی اندر گئے۔ اور حضرت سلیمان کی تربت شریف کو سامنے
 جا کر عرض کی۔ قبلاً امیر ایک بیٹا تھا۔ اسکے بھی اب بال برف کی طرح سفید ہو گئے ہیں۔ دعا فرمائیے
 کہ خداوند کریم اسے بیٹا عنایت کرے۔ جو غلام کا قیام ہو۔ حضرت صاحب کو رحم آگیا۔ اور پھر
 روضہ منورہ میں دعا طلب کی۔ خداوند کریم نے انکی دعا مستجاب کی۔ اور ۱۹۱۹ء کے اخیر میں
 انہیں ایک پوتا عنایت ہوا۔ ویلے جو لوگ خواہ بطور زیارت۔ خواہ بغرض سیر تونہ شریف
 میں آئے ہیں۔ انکو بخوبی معلوم ہے کہ حضرت خواجہ الہ بخش صاحب کو عمارتیں بنانے کا طر اشوق
 ہے۔ اور انہوں نے اپنی عین حیات میں نہایت عمدہ عمدہ عمارتیں بنوائی ہیں۔ جنہیں جسکے
 خداوند کریم کی قدرت یاد آتی ہے۔ کہ اسقدر اخراجات جو ان پر ہوئے۔ یہ کہاں سے آئے۔ کیا حضرت صاحب
 کیا کرتے۔ بیشک غیب نواز کیا کرتے۔ انہوں نے اپنے تقویٰ و طہارت سے سائے جہان میں سکھ
 بٹھا رکھا تھا۔ کہ کیا رک گیا یا بل ہو گئے جو حضرت صاحب کی طرف لوگوں کا میلان خاطر تھا۔ اور جھولی
 اور وہی کیمیا سے ان کو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جو فائدہ حضرت کی ذات بابرکات نے انکے تین
 پہنچا۔ خود حضرت صاحب کی ذات ہی میں خاصیت کیمیا سے کہہ کم خاصیت نہ تھی۔ کیمیا تو ادنیٰ ذات
 کی چیز کو اسلے بنا سکتی ہے۔ حضرت صاحب کی ذات سے تو وہ صفات سے کتنے گزرتی ہیں جو چاند
 کو نفع اور فائدہ پہنچا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کیمیا ہو سکتی ہے۔ کہ ادنیٰ درجہ سے انسان اعلیٰ درجہ پہنچ
 جاوے۔ درجہ تفاوت سے درجہ مساوت حاصل کر کے اوج کرامت پر پہنچے۔ سبحان اللہ حضرت صاحب
 مدوح کا منشا تعمیر مکانات سے ہرگز نہ گزرتا تھا۔ نہ ہی ان کا یہ منشا تھا۔ کہ بڑے عالی شان
 مکان بنا کر ان کا فائدہ مجھے یا میری اولاد کو ہوگا۔ کیونکہ دیہات میں شاندار مکانات سے کونسا فائدہ
 مترتب ہو سکتا ہے البتہ شہر وں میں عالی شان مکان بہت سے فائدہ اور نفع کا موجب ہیں۔ یہ ہرگز

یہ کیمیا ہے جس سے
 انسان اعلیٰ درجہ پہنچتا ہے

قیاس میں نہیں آسکتا۔ کہ حضرت صاحب طالب حب جاہ و منصب تھے۔ اور انہوں نے اپنے آرام کی خاطر اچھے اچھے مکان بنوائے۔ اول تو ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ زیادہ تر حضرت صاحب نے مسجد اور چاہ اور سرے بنائے ہیں روپیہ خرچ فرمایا ہے۔ چنانچہ مسجد ایسی بے نظیر بنی ہے۔ کہ ہندوستان بھر میں شاید ہی ایسی خوبصورت اور نفیس مسجد ہوگی۔ اخیر حصہ کتاب میں ان عمارات کا مختصر حال لکھا جائے جو کنواں بنایا گیا ہے۔ ۱۴۵ لاکھ گراں ایسا ہی ہے اور وہ درود ہے۔ اور بموجب اجتہاد امام اعظم صاحب نے ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا۔ مریدوں اور معتقدوں اور زائرین اور مسافروں کے آرام کی واسطے بڑے عمدہ وسیع پختہ مسافر خانے بنے ہوئے ہیں۔ جس میں فرش فروش پانی روشنی وغیرہ کا پورا پورا انتظام ہے۔ خواہ کتنے ہی مسافر آکر رہیں۔ ہرگز کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ علاوہ اسکے ایک گھنٹہ گھڑی اپنے بنوایا ہے۔ میان فضل لانگری نے جو کہ بڑا ہی طباع اور زیرک شخص ہے یہ گھنٹہ بنا کر اپنی زیرکی اور دانائی سے ایک جہان کو حیران کر دیا ہے۔ یہ گھنٹہ گھڑی بہت اونچا ہے۔ چاروں طرف سے اسکی سویاں نظر آتی ہیں۔ ہر مندرہ منٹ کے بعد گھنٹہ بجاتا ہے۔ جب چار پاؤ یعنی ۶۰ منٹ پورے ہو جاتے ہیں ایک بڑا گھنٹہ بجاتا ہے۔ جسکی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔ ان سب عمارتوں کی یہ شکل سکتا ہے

مزدان پس از سے ماند بجائے | پل مسجد و چاہ و مہمان سرے

لیکن جہاں تک دریافت کیا گیا ہے۔ اور ہم نے اس بات کی تہ دریافت کرنے میں کوشش کی ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ طریقہ یعنی تعمیر مکانات بھی ایک طرح ادا و غریبا ہے۔ میں دس سال کے قریب ٹولسنہ شریف میں رہا۔ میں نے کبھی حضرت صاحب کے معماروں اور بڑھئیوں کو بیکار نہیں دیکھا بہت دفعہ ایسا دیکھا گیا۔ کہ جب مکان صرف کثیر سے تیار ہو چکا۔ تو حضرت صاحب نے حکم دیا۔ کہ یہ مکان بدوضع سا معلوم ہوتا ہے۔ اسکو گرا کر از سر نو بنایا جائے۔ اس طرح مزدوروں کی کئی دن کی بھاری ہوگی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس عمل سے پرورش مزدوران متصور تھی۔ اگر کوئی مختصر یہ کہے۔ کہ اگر حضرت صاحب کا منتائے مبارک خیرات ہی کا تھا۔ تو پھر یہ توکان بنانے کی ضروری ہو خیرات کوئی تھوڑی ہوئی۔ اسکے جواب میں یہ گزارش ہے۔ کہ اگر حضرت صاحب ایسا ہی روپیہ خرچ کرتے۔ تو بہت سے لوگوں کو گویا بیکار بیٹھنے۔ اور مفت کے ٹکڑے کھا اور روزی حلال لگا کر نہ کہا نہ کیا سبق دیتے۔ خیرات فی الحقیقت ایک نعمت ہے۔ مگر خیرات کے مستحق تو معدودے چند ہیں

پس حضرت صاحب کا یہ طریقہ اس قسم کی خیرات سے کہیں بڑھ کر تھا۔ خلدوند کریم بشیک زنی لکھا ہے۔ اور رزاق مطلق ہے۔ اور جس کا یہ اعتقاد نہیں۔ وہ مردود ہے۔ مگر کوئی شخص مجھے بتا سکتا ہے کہ بیکار بیٹھے رہنے سے کسی کے ہاتھ میں زر کی تھیلی غیب سے آگئی ہو۔ نہیں زندہ کوشش کرتا ہے۔ مالک روزی مقدمہ بھیج دیتا ہے۔ اسی اصول پر حضرت صاحب کا عمل تھا۔ اور جب جاہ و منصب ہرگز نہیں ملا تو مقصود نہیں تھی۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ضروری تھا کہ حضرت صاحب کا لباس بھی نہایت بیش بہا اور قیمتی ہوتا۔ نون نہیں جانتا۔ کہ حضرت صاحب ہمیشہ ایک فقیرانہ ٹوپی سر پر رکھتے تھے۔ ایک معمولی لٹھے کا سادہ پیراہن۔ اور ایک نیلی چادر باندھا کرتے تھے۔ کبھی ہم نے نہیں دیکھا کہ خود حضرت صاحب کسی نہایت عمدہ گھوڑے یا بگھی پر چڑھ کر ہوا خوری کو نکلے ہوں۔ ان کو دنیا سے نفرت تھی۔ اسی واسطے جو روپیہ نذر و نیاز وغیرہ کا آتا۔ وہ سب یا تو لنگر خانہ میں خرچ ہوتا۔ یا مسجد چاہے مکانات وغیرہ کی تعمیر میں۔ اور حضرت خواجہ الکبیر صاحب مرحوم ایک طرف متقی اور پرہیزگار صوفی خدا پرست فقیر تھے۔ تو دوسری طرف ایک شریف خلیق مہمان نواز متواضع امیر تھے۔ جیسا کہ پہلے صفحوں میں اشارہ تحریر کیا جا چکا ہے۔ کہ آپ کو عالی شان مکان جو لیان بالا خانے سرخانے تہ خانے بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دیوان خانے کی کئی قسم کے کلاک گھنٹے اور گھڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ جن سے اس گھر کی فخر اور بھی زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ آپ نے ایک شیش محل بھی بنوایا ہے۔ جس میں قد آدم کے برابر شیش لگے ہوئے ہیں۔ اور اس مکان کے اندر جیسے انسان پر ایک عجیب حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جبہ دیکھتا ہے۔ اسے اپنی صورت اور شکل دکھائی دیتی ہے۔ درمیان میں شیشے ایسے لگے ہوئے ہیں۔ کہ معلوم نہیں ہوتا کہ آگے رہتے ہی۔ یا نہیں۔ بسا اوقات ایسا دیکھا گیا ہے۔ کہ ناواقف آدمی دروازہ خیال کر کے جانا چاہتا ہے۔ اور پھر اس کو ملازم بڑی احتیاط اور جلدی سے روک دیتے ہیں۔ اگر وہ پھرتی اور احتیاط کو کام میں نہ لائیں۔ تو وہ دروازے لٹ کر چلنا چور ہو جاویں۔ ضلع امرتسر کے ترکہان اور بڑے بہت مشہور ہیں۔ آپ کی وقت میں ایک درجن سے زیادہ مستری اور ترکہان کا خانہ میں دن رات کام میں لگے رہتے تھے۔ جنہذا سنگہ نام مستری ایک شخص سفید ریش جو کہ بڑا ہی خلیق اور خندہ روخ تھا۔ ان سب کا جبار تھا۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ کارخانہ بند کیا گیا ہو۔ آپ صبح شام اپنے نئے تعمیر ہوئیوں کو دیکھنے جاتے تھے۔ اور کرسی بچھا کر گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ اور کام کو جلد جلد ختم کرنے کے لیے راج

مکانات بنائے گئے

مزدوروں کو بڑے محبت کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔ اور ان کا دل بڑھانیکے لئے اکثر شاباش بھائی شاباش بہت کرو۔ بہت کرو۔ جلدی کرو۔ جلدی کرو۔ فرمایا کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا۔ کہ صرف ایک یا دو درویش نیچے فرش پر بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھا کرتے۔ آپ اس درجہ کے خلیق اور متواضع تھے۔ کہ فی زمانہ اس قدر اقبال و شہرت کے ساتھ اس نیک خصلت کا ہونا۔ ایک امر محال ہے۔ آپ کی زیارت اور ملاقات کے لئے یوں تو دور سے لوگ ہمیشہ آیا ہی کرتے تھے۔ اور عرس شریف کے موقع پر تو ہندوستان کے ہر ایک حصہ اور سیلون اور عرب فارس تاتاری کے لوگ آتے تھے۔ مگر بہت دفعہ دیکھا گیا ہے۔ کہ بہت سے انگریز صاحبان بھی جو کہ نئی بات دیکھنے اور ایسے شہور و معروف بزرگوں کی ضرور ملاقات کرتے ہیں۔ آپ کا سلام کر نیکی کے لئے آیا کرتے۔ آپ ان سو بڑی خندہ پیشانی اور مروت سے پیش آیا کرتے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ آپ اپنے کام کاج چھوڑ کر اپنے بھائی کی خاطر تکلیف فرما کر ملازمین منجی سرداروں اور محافظین مکانات کو حکم دیتے۔ کہ فوراً چل کر فلان فلان جگہ کے دروازے کہیں۔ اور آپ کمال تواضع اور فروتنی کے ساتھ انہیں خود اپنے مکانات جا کر دکھاتے۔ بلکہ بعض اوقات دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض انگریز صاحبان کی تعظیم کے لئے بھی کھڑے ہوتے۔ شہور ہے۔ کہ ایک دفعہ اسی حاشیہ نشین نے خلوت میں پوچھا۔ یا حضرت خندہ اور ندر کریم نے آپ کو اس قدر اقبال اور خواہ و حلال دیا ہے۔ پھر آپ ان لوگوں کی جو کہ مذہب اسلام کے دشمن ہیں۔ کیوں اس قدر خاطر و مدارات کرتے ہیں آپ نے بڑی حلیمی سے جواب دیا۔ کہ بابا اس میں میری کوئی چیز کم ہو جاتی ہے۔ وہ بیچا ہے اس قدر شوق سے آتے ہیں۔ اگر میں ان سے خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو بھی نہ کروں۔ تو اس قدر بیوقوفی اور بے التفاتی کی بات ہے مکان پر آئے کی ہر ایک آدمی عزت کرتا ہے۔ خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ میری ہر کام اس وقت ہوگی۔ اگر میں بذات خود کسی طمع دنیاوی کی بنا پر کسی انگریز سے بیگم پر بیٹے جاؤں۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر کبھی کسی قسم کی کوئی بات نہ کی۔

آپ کے عزیز ہر ہمیشہ آپ کی خدمت میں مختلف میوے اور تحفے بھیجا کرتے۔ کہیں آپ اس قسم کے اشیا کو دو دانت۔ زمین نہیں لیکے۔ بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے سب تقسیم فرما دیا کرتے۔ حضرت کے غلام اس قدر ہوتے۔ کہ خواہ کتنی ہی مقدار کی چیز کیوں نہ ہو۔ مشکل سے ایک ایک دانہ میسر ہوتا۔ بلکہ آپ اس درجہ کے فیاض تھے۔ کہ فرماتے۔ کہ یہانی میرے فلان فلان مرید کا حصہ ہے۔ جو کہ فلان موضع کو رہنے

والے ہیں۔ فوراً نکال رکھو۔ اور بھیدو۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ خربوزوں اور تربوزوں کی بھری بھری کشتیاں
 پہنچتی ہیں اور آپ نے انکو تقسیم فرمایا ہے۔ توحصہ رسدی میں ہر شخص کو شکل سے ایک ایک پھانک خربوز
 یا تربوز کی آئی ہے۔ اسی سے آپ کی فیاضی اور مہربانی صاف طور پر عیان ہوتی ہے۔ مہمان نوازی اس
 درجے کے تھے کہ لنگر شریف میں تو عام لوگوں کو کہا نامل جاتا تھا۔ اور خاص ڈیوڑھی سے بھی مغز مرچ
 کا کہانا آتا۔ آپ اندر حرم سرا میں تشریف رکھتے۔ ڈیوڑھی میں لونڈیاں آتیں۔ اور مہمانوں کو
 کہانا دیتی جاتیں۔ اور آپ ہرگز اس سے پہلے طعام نہ کہاتے۔ جب تک سب مہمان اچھی طرح نہ
 بھگت جاویں۔ جب مہمانوں سے فراغ خاطر ہوتی۔ پھر تشریف لے جاتے۔ اور سب صاحبزادوں کے
 ساتھ ملکر دسترخوان پر بیٹھے۔ آپ کے کہانا اکیلا اور تھکا کھسی نہ کھایا ہوگا۔ جب تک ایک صاحبزادہ بھی
 موجود نہ ہوتا۔ برابر بیٹھ کر اسکا انتظار کرتے۔ اور جبوقت وہ تشریف لاتے۔ تو سب ملکر تناول فرماتے
 سفر میں بھی آپ کا یہی اصول رہا ہے کہ پہلے اپنے ساتھیوں اور غلاموں کی خبر گیری فرماتے۔ اور
 پھر آپ کہاتے۔ آپ کے ساتھ ہمیشہ ایک جم غفیر غلاموں اور مریدوں کا ساتھ جاتا۔ اور جس جگہ سے
 روانہ ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی بادشاہ چلا آ رہا ہے۔ آپ کے لنگر خانہ میں خصوصیت دیکھی
 گئی ہے۔ اور ہر ایک شخص کو اس امر میں تعجب ہے۔ کہ خرم سرے کے دروازہ سے جبوقت خواہ دن ہو
 یا رات۔ جس قدر مہمانوں کی روٹی طلب کی جائے۔ ہر وقت تیار بغیر انتظار ملتے ہے۔ خدا جانے کوئی ہزار
 آدمی ہر روز سامان کیا جاتا ہے۔

دیکھو۔ لالہ رام رکھال جو کہ ایک بڑے فقیر دست آدمی ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں سبھی واقع بلوچستان کے
 ہیڈ آفس میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ فرماتے تھے کہ فٹے الواقع اس چودھویں صدی میں خواجہ الہ بخش
 صاحب ایک کامل فقیر ہیں۔ اور بیان کیا کہ گیارہ سال پہلے مجھے ٹوشم شریف میں جلنے کا
 اتفاق ہوا۔ اور بڑے شوق سے آستان مبارک پر جا کر شرف زیارت حاصل کیا۔ ساتھ ہی گلدار
 بابہ کہ بندہ کے جن میں وہاں کے شکر کھانے سے حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اچھا اللہ پر وہ کرے چنانچہ لالہ
 صاحب موجود ہوا بارگاہ کرتے تھے کہ مجھے آپ سے حضرت صاحب کے الفاظ ہرگز کبھی نہیں بھولنے
 اور ختم دل پر لکھنے میں فی الواقع اس سے اچھی دعا کون سی ہو سکتی ہے۔ اب میں کہہ رہا ہوں
 حالت اور کیفیت میں کہ لالہ رام رکھال نے جو اس صاحب سے دعا مانگی تھی وہ سب محقق ہوئی ہیں۔

میں بھیجا۔ اور کیونکر اور کس طرح میں نے شرفِ بیعت اور سعادتِ غلامی حاصل کی ۱۸۹۶ء کا ذکر ہے کہ میں ڈیرہ غازیخان میں ملازم تھا۔ مارچ کا مہینہ تھا۔ کہ میری طبیعت میں ایک عجیب تبدیلی واقع ہو گئی۔ ہر وقت پریشانی ہر دم اضطراب ہر لحظہ بقیاری سے میری طبیعت اکتا گئی۔ رات کی نیند جاتی رہی۔ آرام اور صبرِ خاص ہوا بے صبری بے آرامی بے کلی اور بقیاری سے طبیعت میں ایک طرح کا جنون ہو گیا۔ کوئی شخص ذرا اپنے دل میں تو سوچے۔ کہ بھلا جس شخص کو متواتر ایک دو ہفتہ نیند نہ آئے۔ اسکی طبیعت کا کیا حال ہوگا۔ ہر خپڑا کٹرون۔ ویسی حکیموں کا علاج معالجہ کیا۔ مگر طبیعت درست نہ ہوئی۔ آخر نوکری سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور سفر سے کنارہ کر کے اپنے گھر سداغریب خانہ موضع سوگڑ میں ٹولنسہ شریف سے صرف دو ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے۔ گھر آ کر بہت یونانی علاج کئے۔ چالیس یوم سے زیادہ مارالجین کا عمل جاری رکھا۔ کئی شربتیں بنوائیں۔ کئی خیرے اور کئی سفوف تیار کرائے۔ روغن بادام روغن خشخاش کا استعمال کیا۔ مگر مولانا روم کے اشار کا حال ہو

جس کا ذکر مولانا روم نے کیا ہے۔

۵	از قضا سر کنگبین صفا فرود	روغن بادام خشکی سے نمود
	از طبلہ قبص شد اطلاق رفت	آب و آتش را مدد شد ہم چو نفت

غرضیکہ میری حالت بہت کچھہ قابلِ رحم تھی۔ اپنی دنوں میں میرے والد صاحب اور چچا صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ اور دعا کے طالب ہوئے۔ اپنے دعائے خیر فرمائی۔ کہ اپنا علاج معالجہ کرو۔ خدانے چاہا۔ تو تندرستی ہو جاوے گی۔ اسدن کے بعد میری طبیعت کچھہ کچھہ سنبھلنے لگی۔ ایک رات شب جمعہ میں نے حضرت غریب نواز کو خواب میں دیکھا۔ کہ عصا ماتھے میں لئے ہوئے مجھے بیدار کر رہے ہیں۔ میں جاگ اٹھا۔ اور کہا کہ آج میں ٹولنسہ شریف جا کر ضرور شرفِ زیارت اور عزِ قدوسی حاصل کروں گا۔ چنانچہ دن کو تو میں نے ایک اردو قصیدہ تیار کیا۔ دوپہر کو نہانے دہونے میں مصروف رہا۔ سہ پہر کے بعد کاغذ ماتھے میں لے کر روانہ ہوا۔ شعبہ کاون تھا۔ ٹولنسہ شریف میں ہمیشہ جمعہ نماز صرف حضرت صاحب الی جامع مسجد میں ہوا کرتی ہے۔ اور چونکہ تحصیل سنگھڑ میں غالباً وہ کسی شہر میں نہیں ہوتی۔ اسلئے بہت سے لوگ جمعہ کے روز ٹولنسہ شریف چلے آتے ہیں۔ اور حضرت صاحب کی زیارت سے بھی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی نماز جمعہ میں شریک ہو کر ایک پنتھ دوکلن کے مصداق ہوتے ہیں۔ مجھے بہت تین

بہت سے آدمی اپنے گاؤں کے ملے۔ جو نماز فریضہ ادا کر کے واپس گھر ونگو جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ کہاں جا رہے ہو۔ اور بعضوں نے بوجہ شام ہو جانے کے واپس گاؤں کو چلنے کا مشورہ دیا۔ مگر میرے دل میں جو شوق اور ولولہ تھا۔ وہ بھلا مجھے کب اجازت دیتا تھا۔ کہ میں واپس اپنے گاؤں کو جاؤں۔ الغرض میں سورج غروب ہو نیسے کچھ دیر پہلے تو نشہ شریف میں پہنچا۔ صاحبزادہ محمد محمود صاحب شہر کے جنوبی طرف روڈ سنگھڑ میں چند غلاموں کے ساتھ شکار میں مصروف تھے یعنی مردہ کوئے (دلبہ) کے ذریعہ باز اور شکرے کو تعلیم دیا جاتی تھی۔ میں سیدھا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہ اشعار کا گلدستہ انکی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی۔ بسکے بعد وہ شہر کو تشریف لے چلے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ شام کی نماز جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ جا کر پڑھی۔ میرے دل میں جو پہلے بقراری اور بے چینی ہو کرتی تھی۔ یک قلم موقوف ہو گئی۔ چونکہ سردی کے دن تھے۔ حضرت صاحب بعد نماز بنگلہ میں جا کر رونق افروز ہوئے۔ اور چاروں طرف فقرا اور حاشیہ نشین مودب بیٹھے تھے۔ اس شاندار بارعب مجمع میں قدمبوسی کر کے میں بھی ایک کونہ میں جا بیٹھا۔ نصف گھنٹہ کے بعد مجلس بخواست ہوئی۔ اور حضرت صاحب محل کو تشریف لے گئے۔ ابھی آپ دروازہ بنگلہ کے قریب ہی پہنچے تھے۔ کہ میں نے زور سے عرض کی۔ غریب نواز! طالب ہوں۔ بلکہ میرے حال پر توجہ فرمائیے۔ جو نہی حضرت صاحب نے یہ گزارش سنی۔ آپ وہیں ٹھہر گئے۔ دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے اور تمام حاضرین مجلس نے تقلید کی۔ میرے پیر بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے عرض کی۔ یا الہی عزت صحت سلامتی ایمان ہو تین سوال ہیں۔ حضرت صاحب ان تین لفظوں کو سن کر حیران سے ہوئے۔ اور استفسار فرمایا۔ میان! کہاں سے آیا۔ میں نے عرض کی۔ غلام قریب کے گاؤں سوکڑ کا رہنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ رات کو کہاں رہو گے۔ عرض کی۔ صاحبزادہ حافظ محمود صاحب کے مکان۔ پھر فرمایا۔ کہ چھتہ شام باش۔ تمہاری دعا طلبی سے ہم خوش ہوئے۔ آج جلدی سو جانا۔ میں قدمبوسی کر کے واپس صاحبزادہ حافظ محمد بروسی صاحب کی زیارت کی۔ اور ان سے بھی اسی دعا کی واسطے التجا کی۔ اور صاحبزادہ صاحب مدوح کی کچھری میں حاضر ہوا۔ بڑے آرام سے سویا۔ اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔ پھر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔

بنتے وقت عرض کی۔ یا حضرت میں آپ کا ولی مرید ہوتا ہوں۔ آپ ولی دعا کرین۔ آپ نے مال
 ستغنا سے پوچھا۔ کہ کیا کہتا ہے۔ میں نے مکرر اپنے عرض کو دہرایا۔ اور ولی کے لفظ کو ذرا زیادہ
 زور سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ولی کیسی میں نے جواب میں گزارش کی۔ جو خدا کو پسند
 آئے۔ اس جواب سے آپ بہت مسرور ہوئے۔ اور نماز روزہ اور روز و وظائف تلاوت کلام اللہ کی
 تاکید فرمائی۔ پھر میں علیحدہ ہو کر انگلیوں پر ورد پڑھنے لگا۔ لیکن اس وقت میرا حوڑ حوڑ کانپ رہا تھا۔
 وروالطبع ہے کہ اس رات سے پہلے جبکہ میں نے حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا تھا۔ میرا حضرت
 خدا بھی اعتقاد نہ تھا۔ اسکے بعد میں جب تک وطن میں رہا۔ بلا ناغہ ہر جمعہ کو زیارت کیلئے جاتا تھا۔
 اور حضرت صاحب موصوف بہت توجہ فرماتے تھے۔ جب سے حضرت صاحب کا مرید ہوا۔ پھر کبھی
 جبکہ وہ مرض سو دیا خفقان نہ ہوئی جس پر میں خداوند کریم کا ہر وقت شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے
 مجھے اپنے کرم سے دوبارہ زندگی بخشی ہے۔

پھر۔ میان کرم حسین سکنا سو کر جو موضع لندن ان سوری میں مدرس تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ وہ
 سی تعطیل کے دن شہر سے باہر ایک کنوین پر نہانے کی واسطے گیا۔ اتفاق سے ایک شخص
 یہ جو کہ سو کر کے رہنے والا تھا۔ لوگوں سے پوچھتے پوچھتے اسی کو میں پرانکا۔ اور آکر کہنے لگا۔ کہ میرے
 اس خرچ نہیں رہا۔ آپ کے پاس یہاں تک پوچھتا پوچھتا آیا ہوں۔ کچھ ملے۔ تاکہ نشہ پانی کروں۔
 اصغر ہے۔ کہ ڈیرہ فاریخان کے ضلع کے بلوچ لوگ بڑے مہمان نواز ہیں۔ کسی مسافر کو روٹی وغیرہ
 تکلیف نہیں ہوتی۔ مگر اس وقت منشی کرم حسین مذکور کے پاس کوئی پیسہ نہ تھا۔ جو اس آدمی کو دیتا
 ہو رہا اپنے ساتھی سے جو کہ اسکے ساتھ نہانے آیا تھا۔ سوال کیا۔ کہ اگر تمہارے پاس کچھ نقد
 ہے۔ تو دیوین۔ شہر جا کر واپس کر دو لگا۔ اس دوسرے جوان کے پاس صرف ایک آنہ تھا۔ منشی
 کرم حسین نے اس سے لیکر اسکے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ جاتیرا بھنگ کا گزارہ تو ہو جاوے گا۔ فقیر نے اسی
 غنیمت جانا۔ اور راہی ہوا۔ جب جمعہ کا دن آیا۔ تو میان کرم حسین مدرس تحصیل سنگھ سے
 خواہ ماہوار کے لینے اور زیارت کرنے کیلئے تو نشہ شریف میں گیا۔ میان عالم شیر جو کہ نامبروہ
 چوٹا بہانی اور حضرت صاحب کا غلام اور ایک نیکیخت آدمی ہے۔ اتفاق سے وہ بھی تو نشہ
 شریف آیا۔ دو نو مسجد کے مشرقی دروازہ سے نماز کی وقت اندر داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت

خواجہ الکبیر صاحب خلوت سراسر مسجد میں تشریف لارہے تھے۔ مغربی دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ جس وقت دونوں جا کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قد مہوسی سے مشرف ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک فقیر مستندہ سا موجود ہے۔ حضرت صاحب نے اس منگتے کو زبان درفشان سے فرمایا۔ کہ میان ان سے سوال کر لو جو ہیں۔ زمیندار ہیں۔ سرکاری اہلکار ہیں۔ تنخواہ خوار ہیں۔ اس گدا گرنے انکی طرف کا سہ گدائی دراز کیا۔ مگر اس کارروائی سے دونوں ہبائی بڑی حیرانی میں تھے۔ آخر حضرت صاحب نے پھر فرمایا۔ کہ میان کیا بات ہے۔ بچارے کو ایک آنہ بھنگ کے گزارہ کیواسطے تو دیدوسیا کسی دوسرے ساتھی سے لیکر دیدو۔ اب میان کرم حسین کو کچھ معلوم ہوا۔ پھر حضرت صاحب نے اپنے غلاموں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ دیکھئے عیال دار ہیں۔ محض نادار ہیں۔ زمین تو زمین گھر کے کوٹھے تک گروی ہیں۔ اور آپ نشہ بازوں کو چار چار پیسے اور ون سے اودھار لے لیکر دیتے ہیں۔ پھر اسکے بعد مسجد میں تشریف لیگئے۔ تو سوچنا اور دیکھنا چاہئے۔ کہ حضرت صاحب نے خیرات بچا سے کیسا منع فرمایا ہے۔

دیگر۔ مولوی محمد شاہ عالم صاحب سوکڑی نے جو کہ ایک بڑے عالم باعمل اور متقی اور پرہیزگار اور خواجہ سلیمان علیہ الرحمۃ والنعمة کے مریدان باصفائین سے ہیں۔ ایک دفعہ بیان کیا۔ کہ جب حضرت صاحب نے بیت اللہ تشریف کو تشریف لیگئے۔ اور ان کے واپس آنے کی خبر سن کر ہرگز مشہور ہوئی۔ تو میں موضع ہیرو میں استقبال کیواسطے گیا۔ حضرت صاحب نے ٹہن سے ٹولنہ تشریف کو تشریف لیگئے۔ اس وقت میں میرے دل میں خیال آیا۔ کہ جب جا کر حضرت صاحب کی قد مہوسی کروں گا۔ تو یہ شعر پڑھوں گا۔

این رہ بیدار سیت یارب یا بخواب است | کہ جان من ز جانان کامکار است

میں بعد نماز ظہر زاریت پر سعادت سے مشرف ہوا۔ حضرت صاحب روضہ تشریف کے پاس سید مریدان و خواجگان و خاندان شہت فرمائے تھے۔ میں جا کر سید مہاروموں میں ہوا۔ اس وقت ہرگز نہ پتہ لگتا۔ اور سرفرد تعظیم کے لئے کھٹے گریں اس وقت پورے غیب و جلال حضرت صاحب کے ہونے کا شکر ہوا۔ اور حضرت صاحب کے بائیں پہلو میں بیٹھ گیا۔ دو منٹا خیر و خیر

خیرات بچا سے کیسا منع فرمایا۔

پوچھنے کے بعد حضرت صاحب کی زبان مبارک سے وہی شعر جاری ہوا۔ اور برابر ۳ دفعہ میرے طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ تو سوچنا اور خیال کرنا چاہئے۔ کہ کس قدر صفائی قلب حاصل تھی۔ سچ کہا ہے یہ

خاصانِ خدا خدا نباشند | لیکن ز خدا خدا نباشند |

دیکر۔ یہ بھی مولوی صاحب مذکور کی زبانی سنا ہے۔ کہ جب میرے بیٹے میان نورا احمد کی ۳ شادائی بھی ہو چکیں۔ اور اولاد زرنیہ کی کوئی امید نہ تھی۔ کیونکہ صاحبزادہ نورا احمد کے بال بھی سفید ہو گئے تھے۔ تو ایک دن مین جمعہ کے دن حضرت صاحب کی زیارت پر سعادت کا شرف حاصل کرنے کیلئے تو لسنہ شریف گیا۔ مجھ کو رات کی وقت دل میں خیال آیا تھا۔ کہ جب حضرت صاحب روضہ منورہ کے اندر بعد نماز پیشین جائینگے مین بھی اندر جا کر عرض کرونگا۔ اور خواجہ سلیمان صاحب اور حضرت صاحب دونوں سے التجا کرونگا۔ کہ نواسہ کیلئے دعا فرمائیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ موسم سرما تھا۔ حضرت صاحب بنگلہ میں تشریف فرما تھے۔ وہاں جا کر قد مہوسی کی۔ یہاں دل میں خیال آیا کہ چونکہ حضرت صاحب جس وقت روضہ متبرکہ میں جایا کرتے ہیں۔ کسی کو اجازت نہیں ہوتی۔ کہ اس وقت اندر جاسکے۔ عرض مین نے اسی وقت عرض کرنا مناسب سمجھا۔ آپ نے سہ بار دعا کی واسطے ہاتھ اٹھائے۔ پھر مین رخصت ہوا۔ بعد نماز جب عصر کی وقت قد مہوسی اور اجازت مانگنے کیلئے گیا۔ تو آپ نے خود بخود فرمایا۔ میان صاحب آپ خاطر جمع رکھیں۔ مین نے آپ کے حسب منشا روضہ شریف میں خواجہ صاحب سے بھی دعا طلبی کی ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہی مہینہ تھا۔ کہ خداوند کریم کے فضل سے حمل کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور سرزند تولد ہوا۔

دیکر۔ مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مین حضرت صاحب کے ہم کاب پائلین شریفین زیارت کی واسطے گیا۔ تغیر و تبدل آب و ہوا سے مجھے سہال شروع ہو گئے۔ اور چونکہ مین خود حکیم تھا۔ مین نے خور و نوش میں اس سے پہلے بہت احتیاط اور اعتدال رکھا تھا۔ اسہال کی وجہ سے سوائے آب و ہوا مخالف کے اور کوئی معلوم نہ ہوئی۔ صبح کو حضور کینڈرت مین حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کو اسہال کی تکلیف ہے۔ ساتھ ہی فرمایا۔ کہ تباہوں کی شربت لیکر پی لو۔ اگر چاہو تو تھوڑا سا (اسینغول یا تخم بالنگو) ڈال لو۔ مین نے حضرت کے فرمودہ کے بموجب یہی عمل کیا۔ اس سے پہلے مین خود سوچ رہا تھا۔ کہ فلان دوائی لون۔ اور فلان شربت

یون۔ اس سہل علاج سے فوراً میرے اسہال بند ہو گئے۔ اور اسی تاریخ سے آج ۳۲ سالہ تک برابر میرا یہی عمل رہا ہے۔ کہ جب کبھی خدا نخواستہ مجھے عارضہ اسہال کا ہوتا ہے۔ میں شربتِ دمہ کھا لیتا ہوں وغیرہ کی بنا کرتی لیتا ہوں خداوند کریم کے فضل و کرم سے شفا ہو جاتی ہے۔

واضح ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف نے حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب کے مناقب بہت بیان فرمائے۔ اور بہت سے قلمبند بھی کئے ہوئے ہیں۔ مگر وجہ طوالت یہاں نہیں لکھے جاتے۔ خواجہ صاحب کے مناقب میں ٹھوڑا بہت درج ہو چکا ہے۔

دیگر صاحبزادہ محمد محمود صاحب ایام جوانی میں جیسا کہ بادشاہ زادوں اور امیروں کا دستور ہے زیادہ تر سیر و شکار سے رغبت رکھتے تھے۔ اور زہد اور اتقا کی طرف جیسا کہ انکا موروثی حصہ ہے۔ کم توجہ دیتے تھے۔ شاید ایک دفعہ حضرت صاحب نے سمجھایا بھی ہوگا۔ کہ شکار کا بیکار انہیں بہت سیار شغل اور ناپیداشت۔ مگر صاحبزادہ صاحب اسی طرح مصروف رہتے۔ یہ نہیں کہ نماز روزہ کے تارک تھے۔ نہیں۔ مگر عام طور پر زیادہ تر ان کا شغل اور وقت شکار وغیرہ میں خرچ ہوتا تھا۔ آخر ایک دفعہ انکو اپنے ساتھ لینگئے۔ اور ہندوستان کا سفر کیا۔ پاک پٹن۔ مہاراجاں شریف۔ دہلی۔ جمیر وغیرہ مقامات میں جا کر زیارتیں کیں۔ اور وہاں دعائیں معادوت پر صاحبزادہ محمود صاحب ایسے مسعود اور سبجود ہوئے۔ کہ انکے وجود باوجود کو اپنے معبود کی اطاعت سے ایک دم بھی چین نہیں آتی اور اپنے بہائیوں اور دیگر صوفیوں سے سبقت لینگئے ہیں۔ سچ ہے۔

ایک نظر کردن بروئے اولیا | بہتر از صد سال طاعت بے ریا

دیگر... ایک معتبر اور ثقہ آدمی سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کو تشریف لینگئے۔ اور بعد زیارت بیت اللہ شریف مدینہ منورہ میں زیارت رسول صلعم سے مشرف ہوئے۔ تو ایک دن آستانہ شریف میں نشست فرمائے تھے۔ کہ اس اثنا میں ایک اعرابی گلے میں چادر ڈالے حضرت صاحب کینی مت میں حاضر ہوا۔ اور ہاتھ باندھ کر اپنی زبان میں عرض کی کہ یا حضرت میرا قصور معاف کیجئے۔ اللہ میرے حال پر مہربانی فرمائیں۔ اور عفو تقصیرات فرمائیں میں نے بڑی بے ادبی کی ہے۔ اصحاب نے جو اس سے دریافت کیا۔ کہ تو نے کون سی بے ادبی کی ہے۔ تو اسنے کہا۔ کہ جب سے یہ بزرگ مدینہ منورہ میں آئے ہیں۔ میں انکو علانیہ طور پر بظاہر اور

کاذب اور دکھائے کا فقیر کہتا تھا۔ اور دل میں بھی یہی خیال تھا۔ کہ ہرگز یہ شخص خدا رسیدہ نہیں ہے۔ بلکہ محض دنیا دوست آدمی ہے۔ رات مجھے روضہ منورہ کے قریب غنودگی سی آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ یہ بزرگ روضہ شریف میں ایک گھوڑے پر سوار ہیں۔ اتنے میں مجھے پیغمبر صاحب کا جمال نظر آیا۔ زیارت سے مشرف ہوا۔ اور پہلے تو میں نے سوار کو بہت چشم حقارت سے دیکھا۔ اور اس کے اس لیے ادبی سے میں نے اسے صلواتیں سنائیں۔ کہ کیسا گستاخ اور بے باک ہے۔ کہ پیغمبر صاحب کے سامنے کروفر سے ایسب پر سوار ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کی اس گستاخی اور شوخی کا حضرت رسول مقبول صلعم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا حضرت! یہ شخص کیسا گستاخ اور بے باک ہے۔ کہ حضور کے آستانہ پاک میں یہ بیباک گھوڑے پر سوار ہے۔ اتنے میں پیغمبر صاحب نے میری طرف نظر عتاب سے دیکھا۔ اور بڑے رعب اور جلال سے فرمایا۔ کہ تیرا کیا ہے۔ اس نیک آدمی کو گھوڑا ہم نے دیا ہے۔ جاؤ رہو۔ تو اب میرے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ بزرگ کیسا متبرک اور خدا رسیدہ انسان ہے۔ کہ اسی کی طفیل مجھے آنحضرت صلعم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ اور بے ادبی کی وجہ سے مجھ پر عتاب ہوا ہے۔ اب میں طلب معافی کے لئے آیا ہوں۔ جب حضرت صاحب کو اس شخص کی بابت عرض کیا گیا۔ کہ یہ شخص معافی تصور کیلئے آیا ہے۔ تو حضرت صاحب نے کمال استغناء سے فرمایا۔ کہ سوال کی خاطر اس قدر مضمون کا نٹھ کر لایا ہے۔ مگر تحقیق سے دریافت ہوا۔ کہ وہ شخص لہجہ متمول آدمی تھا۔ اور ہرگز وہ گداگر یا سوال کنندہ نہ تھا۔ پس سوچنا چاہئے۔ کہ خداوند کریم نے حضرت صاحب کو کس قدر درجہ عطا فرمایا تھا۔

دیگر مشہور ہے۔ کہ ایک سال ساون بہادون کے مہینے میں تحصیل سنگھ میں بارش پانی نہ ہوئی۔ اور بالخصوص موضع بنڈی کے باشندے بہت لاچار اور تنگ تھے۔ اور چونکہ سارا علاقہ محض بارانی ہے۔ اور وہاں کی زمین رود کو ہی سے سیراب ہوتی ہے۔ اور پہاڑ سے ہرگز پانی کی ندی نہیں آتی۔ جب تک بارش نہ ہو۔ لوگوں نے خیرات وغیرہ شروع کی۔ اور رود شریف پر پھرنا شروع کیا۔ مگر غنائد آب جز آب چشم تیمیم + ایک دود فوج حضرت صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے خیرات اور رود شریف کی تاکید کی۔ مگر مہینہ ختم ہونے کو آیا۔ اور بارش کی ایک بوند بھی نہ پڑی۔

چنان آسمان بر زمین شد خنیل | کہ لب تر نکروند زرع و خنیل

آخر کار ایک آدمی باسندہ بندی جو ہمیشہ سے حضرت کا غلام تھا۔ حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور حضرت کی متبرک کچھری میں آکر بیٹھا۔ موقع پر یہ شعر زبان حال سے عرض کیا۔

ماہمہ تشنہ لبانیم و توی آب حیات | لطف نرے کہ زہد میگذرتشہ لبی

حضرت صاحب کو جوش آگیا۔ اور فرمایا۔ کہ جاؤ۔ ابھی جا کر اپنے کھیتوں کا انتظام کرو۔ صبح کو اس قدر رو دو کہ وہی آئی۔ کہ سارا سنگھ سیراب ہوا۔ اور موضع بندی تو بخوبی آباد ہو گیا۔ اس روایت کے متعلق آئندہ زیادہ تفصیل سے لکھا جاوے گا۔

دیگر۔ مولوی نوز محمد صاحب مکہدی کی زبانی ایک معتبر شخص سے روایت ہے۔ کہ ایک ملا آدمی نے جو کہ حضرت صاحب کے سلسلہ غلامی میں ابھی داخل نہ ہوا تھا۔ ایک دفعہ کسی دوسرے آدمی کے سامنے اظہار کیا۔ کہ میرا ارادہ ہے۔ کہ عنقریب تو لسنہ شریف جا کر حضرت صاحب کی زیارت کرونگا۔ دوسرے شخص نے بھی ارادہ ظاہر کیا۔ مگر خدائی قدرت۔ انہی دنوں میں وہ ملا ایسا بیمار ہو گیا۔ کہ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ اور نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ اور جان کنی کی از حد تکلیف ہوئی تھی۔ ہر چیز اسکے خوشیوں نے چاہا۔ کہ کس طرح اسکی زبان سے کلمہ طیب جاری ہو سکے اسکی زبان ایسی بند تھی۔ کہ وہ خود بھی اگرچہ بہت کوشش کرتا تھا۔ کہ کلمہ شریف بالجہر پڑھے۔ اور نزع کی تکلیف سے رہائی پائے۔ مگر مگر گزاسکے مکان میں نہ تھا۔ اتنے میں حسن اتفاق سے وہ دوسرا شخص جو کہ تو لسنہ شریف جانے کو تیار ہوا تھا۔ اسکی عیادت کو آیا۔ اور بیمار کی قابل رحم حالت دیکھ کر اُسے کہا۔ کہ تو نے وعدہ وفانہ کیا۔ اب بھی تجھے چاہئے۔ کہ حضرت صاحب کی مشورہ ہو۔ خداوند کریم تیری مشکل آسان کرے گا۔ جو نہی وہ ہمیں حضرت صاحب کا اسم مبارک اپنی زبان پر لایا۔ فوراً وہ تکلیف رفع ہوئی۔ جہر سے کلمہ شریف کا ورد کرنے لگا۔ اور تھوڑی سی دیر میں اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

بوقت نزع اور اس فرزند

خوشا عاشق کہ یار اور نوازو

ز غمناکی مرگ آزاد سازو

رخش نہاید دل شاد سازو

بلکہ یکے از صفت کبریا است

ناصیہ پیر نہ تھا ضیا است

۵

دیکر۔ میان چرخ دین صاحب اراکین متوطن سوکر تحصیل سنگڑ سے روایت ہے۔ کہ حبیب مین
 دائرہ دین پناہ مین مدرس تھا۔ تو میری تبدیلی قصبہ چوٹی مین جو کہ میرے گھر سے بہت دور ہے۔
 ہو گئی۔ مگر چونکہ معاملہ ملازمت اور روزگار کا تھا۔ مجھے مجبوراً وہاں جانا پڑا۔ اور حضرت صاحب
 کی خدمت مین اجازت کیواسطے گیا۔ اپنے فرمایا۔ کہ تو نے خود وہاں جانیکی خواہش کی ہے۔ یا حکام
 نے برضی خود تجھے وہاں تبدیل کر دیا ہے۔ مین نے عرض کی۔ غلام آپ کا دروازہ بھلا خود ہی
 مرضی سے چھوڑ دیتا۔ بندہ ماتحت ہے۔ حاکمون کی مرضی۔ دعا فرماوین۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔
 کہ اچھا خدا حافظ۔ بعد مین قدمبوسی کر کے چوٹی کو روانہ ہوا۔ اور کچھ مدت کے بعد مجھ پر دشمنوں
 نے مقدمات متعلق ڈاکخانہ بنانے شروع کئے۔ اور خود آفسیہ بھی برخلاف تھے۔ اس موقع پر
 مین نے حضور مین عرضی بھیجی۔ تو اپنے تحریر فرمایا۔ کہ تو خدا حافظ کے لفظ کو بھول گیا۔ الغرض
 مجھ پر مقدمات تھے۔ سب رفع دفع ہو گئے۔ اور مجھے کوئی بھی نقصان نہ ہوا۔ پھر چند
 کے بعد چند اور مصیبتیں مجھ پر واقع ہوئیں۔ اور مین نے حضرت صاحب کی خدمت مین استغاثہ
 کیا۔ آپ نے پھر وہی الفاظ تحریر فرمائے۔ غرض کہ مین ۸ سال کے قریب چوٹی مین رہا۔ اور یہ
 دفعہ دشمنوں نے میری بنامی اور تک اور نقصان پہنچانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت
 نہ کیا۔ لیکن چونکہ حضور نے جو الفاظ فرمائے تھے۔ ہمیشہ شامل حال ہے۔ اور مجھے ذرا بھی نقصان
 نہ ہوا۔ حضرت صاحب کی وفات کے بعد حبیب مین نے حافظ محمد موسیٰ صاحب سجادہ نشین
 کی خدمت مین گزارش نامہ ارسال کیا۔ تو بھی یہی جواب آیا۔ کہ تو حضرت صاحب کے الفاظ خدا
 فراموش کر گیا۔ معلوم نہیں۔ کہ میرا کوئی سابقہ عرضیہ صاحبزادہ صاحب کی نظر سے گذرا۔ یا حضور
 کے منشی کو حضرت صاحب کا فرمان یاد رہ گیا۔ اور اس نے خود یہی الفاظ کہہ دیئے۔ واللہ اعلم۔
 دیکر عبداللہ خان سنجرائی نمبر وار بوہڑ جو کہ خواجہ صاحب سے بیعت ہوا تھا۔ اور ایک تھوڑا
 منزہ آدمی تھا۔ جب کبھی سفر کو جاتا۔ فرقان مجید نبل مین ہوتا۔ اور کبھی لڑاقل کا ناغہ نہ کرتا
 تھا۔ اس نے مولوی محمد شاہ عالم سکند سوکر کے سامنے بیان کیا۔ اور مجھے مولوی صاحب کی
 زبان مین معلوم ہوا۔ چونکہ ثقہ اور معتبر آدمی ہیں۔ کہ ایک دن عبداللہ خان مذکورہ کو تحصیل منگڑ
 مین کوئی کسری کام تھا۔ وہاں سے ہو کر آستانہ منبر کہ پر حاضر ہوا۔ تاکہ اس طرف

اور محبوب الہی کی زیارت فیض بشارت سے سعادت حاصل کرے۔ اور اُس کے بعد اپنے گھر
 بوٹر میں چلا جاوے۔ حضرت خواجہ الم بخش صاحب اس وقت اپنے والد بزرگوار صاحب راہ گھر
 صاحب کے بنگلہ میں تشریف رکھتے تھے۔ جب وقت عبداللہ خان مذکور بنگلہ شریف کے دروازہ پر
 تو دیکھا کہ باہر کا دروازہ خلاف معمول بند ہے۔ مگر کٹڑہ نہیں دیا گیا۔ یہ دروازہ پر کھڑا ہوگا
 اور آہستہ آہستہ دیکھنے لگا۔ جونہی اس کی نظر حضرت صاحب پر پڑی۔ آپ طعام تناول
 ہے۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک کٹورہ میں کچھ ہے۔ کہ سامع معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ خان کہتا
 کہ میرے دل میں شک ہوا۔ کہ انگوڑے تو کوئی اور چیز بھی بنتی ہے۔ اور سرکہ بھی انگوڑے
 ہوتا ہے۔ دروازہ کا بند ہونا اور کٹورہ میں اسکا ہونا اور پانی کی طرح پینا کچھ اور ظاہر کرتا ہے
 غرضیکہ حقوڑی دیر ٹھیرا رہا۔ مگر حضرت صاحب کو وجہ دروازہ کے بند ہونے اور پاؤں کی آ
 نہ ہونیکے بالکل معلوم نہ ہوا۔ کہ کوئی شخص دروازہ پر کھڑا ہے۔ جب آپ کہنا تناول فرما چکے
 عبداللہ خان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اور قد مبوسی کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ لیکن اسے
 دل میں یہ خیال تھا۔ کہ کسی طرح اس پیالہ کو دیکھوں کہ اس میں وہ کیا چیز تھی جسکو حضرت صاحب
 نوش جان فرما رہے تھے۔ اتنے میں حضرت صاحب نے وہ کٹورہ یا پیالہ جو کہ کپڑے سے بند
 لیکر عبداللہ خان کو دیا۔ اور فرمایا۔ کہ لو اسکو پی لیجئے۔ یہ آپ کا حصہ ہے۔ اور میں ہی پی رہا
 عبداللہ خان کہتا ہے۔ کہ میں نے بڑے ادب سے وہ پیالہ لے لیا۔ اور جبکو پینے سے معلوم ہوا
 کہ سرکہ میں لالچی۔ تیرہ۔ اور چند اور اسی قسم کی چیزیں ماضی ملی ہوئی ہیں۔ اسی طرح عبداللہ
 کا شک رفع دفع ہوا۔ اتنے میں حضرت صاحب اٹھے۔ اور دروازہ کھولا۔ عبداللہ خان
 دل میں کہا۔ کہ افسوس میں نے جانے کی اجازت بھی نہیں مانگی۔ خدا جانے حضرت صاحب
 کتنی دیر کے بعد تشریف لائیں۔ کہ اتنے میں حضرت صاحب فرمایا عبداللہ چاٹیری جانکی مرضی ہو تو اب اتنا جاؤ۔ عبداللہ خان
 کے گھر چلا گیا۔ گو عوام کے نزدیک یہ دونوں باتیں معمولی ہیں۔ مگر واضح ہے۔ کہ کسی شخص کے شکوک دفع کر
 اسکے اطہار کے معمولی امر نہیں ہے۔ لیکن فی زمانہ نایاب عوارق بھی دین نہیں پانی جاتیں۔
 دیکر۔ روز بخان افغان نے روبرو سید محمد بخش شاہ توطن کہاں بیان کیا۔ اور ان ہی مولیٰ شاہ عالم صاحب سوکڑے
 اوندھ کو موویسا کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ ایک دفعہ روز سے خان جگر روانہ ہوا۔ بعد چھ روز یارت۔ جو ان قبول جتیا۔

عبداللہ خان

ہوا۔ توافق سے اسکا مال و متاع تو دوسرے جہاز میں رہ گیا۔ اور خود اور جہاز پر سوار ہوا
 ہی انتظار میں تھا۔ کہ ایک نوخیز لڑکا دیکھا۔ جو کہ ہندوستان کا معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ بھی حج
 سے واپس آ رہا تھا۔ روزی خان نے اسکو روٹی دی جس سے وہ لڑکا اسکے پاس آ بیٹھا۔ روٹی
 کے اس پر مہربانی فرمائی۔ اور اپنا حال سنایا۔ کہ میں اسباب کی واسطے بڑا متفکر ہوں۔ لڑکے نے
 ہی اپنا حال سنایا۔ کہ میں ایک بزرگ نقش بند کا مرید ہوں۔ مجھے مرشد نے ۴ سال ملک میں
 کر لیا کہا ہے۔ اس پر میں نے ارادہ کیا۔ کہ سفر کرنے کا توارث شاد ہے۔ اس لئے اگر حج کو چلا
 جان۔ تو کیا اچھا ہوگا۔ اب میں واپس آ رہا ہوں۔ اسکے بعد کہا۔ کہ اے میان تو فکر نہ کر۔ کل
 شام کو تجھے جہاز پر سے چھٹی پہنچ جائیگی۔ اور عنقریب تجھے اسباب بھی مل جائیگا۔ اس سے ایسا ہی
 ہوا کہ دو سے دن مجھے خط ملا۔ اور پانچویں چھٹے دن مجھے اپنا اسباب بھی مل گیا۔ اس سے
 لے اس لڑکے سے اور بھی ارادت بڑھ گئی۔ اور اسکو میں نے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور کہا نا بھی
 ساتھ کہلاتا تھا۔ الغرض سمندر سے ہم خشکی پر آئے۔ اور روانہ ہوئے۔ جہاں ہم جلتے۔ وہ نوجوان
 کا ضرورتی خانقاہوں میں جانا۔ اور آ کے بتاتا۔ کہ فلان فقیر اتنے درجہ والا ہے۔ بذالقیار
 ہر روز سفر کرتے تھے۔ اور جہاں کہیں اترتے۔ تو وہ لڑکا ضرور شہر کی سیر کرتا۔ اور تازہ
 مال آ کر سناٹا۔ آخر کار بعد قطع منازل کچھ دنوں کے بعد ہم تو نشہ شریف میں پہنچے۔
 لڑکا صبح کو بعد نماز روضہ شریف کی زیارت کو گیا اور واپس نہ آیا۔ میں نے دوپہر تک انتظار کی
 کہ کہانا نہ کہایا۔ لیکن وہ لڑکا واپس نہ آیا۔ میں حیران تھا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ وہ واپس نہیں
 آیا۔ الغرض میں نے بہت انتظار کے بعد کہانا کہا لیا۔ عصر کی نماز کی وقت وہ واپس آیا۔
 کہا کہ میں روضہ شریف میں زیارت کی واسطے گیا۔ اور وہاں بڑا لطف آیا۔ سارا دن اسکا
 بارگاہ میں نے حسب معمول دریافت کیا۔ کہ کیا کیفیت دیکھی کہا۔ کہ کئی چیزیں ان کا
 ان کا درجہ قیاس بیان اور فہم و ادراک سے زیادہ ہے۔ خداوند کریم نے ان کا درجہ بہت
 بلند بنایا ہے۔ اور جو ان کے پوتے یعنی خواجہ الہ بخش صاحب ہیں۔ ان کا درجہ بھی اس قدر
 بلند ہے کہ فہم و ادراک وہاں تک نہیں پہنچتا۔ اور بالخصوص ابھی تک تو انکی ابتدا ہے۔ چون
 کہ انکی بڑھتی جاوے گی۔ اس لیے جہاں کا درجہ اور بھی اعلیٰ اور بلند ہوتا جائیگا۔ اور ان

میں کیا شک ہے۔ سجادہ نشین پاک پٹن شریف۔ مہاراجن شریف۔ دہلی۔ اجمیر۔ ناگور سب
آنحضرت کی غلامی اور بیعت میں داخل ہوئے۔ یہ تو ظاہری مدارج ہیں۔ خدا جانے عقبے
اور آخرت میں کیا پایہ اور کیا درجہ ہوگا۔

دیگر۔ گامون ترکمان ولد گوہر درکھان سکندہ بوہڑ سے روایت ہے کہ میرے باپ کی
آنکھوں میں بہت تکلیف تھی۔ ایک دن گامون مذکور تونسہ شریف میں آیا۔ اور اگرچہ حضرت
صاحب کامردینہ تھا۔ اور سلسلہ بیعت میں منسلک نہ ہوا تھا۔ بموجب اسکے کہ زیارت بزرگان
کفایت گناہان۔ روضہ شریف میں جا کر خواجہ محمد سلیمان کی مزار پر انوار کی زیارت سے
مشرف ہوا۔ اسکے بعد عام لوگ تو حضرت الہ بخش صاحب کچھ دست میں حاضر ہوئے۔ مگر نام
نے اس خیال پر کہ ہم غریبوں کو وہ کیا جانیں۔ ان کی خدمت میں جانیکا ارادہ نہ کیا۔ اور سید
گم کو چلا گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت وسیع اور بیٹ میدان ہے۔ اور
اسجگہ ایک بزرگ نورانی چہرہ بیٹھا ہوا ہے۔ جب میں انکی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو وہ خواجہ
الہ بخش صاحب تھے۔ چونکہ گامون مذکور کو اپنے باپ کی آنکھوں کے واسطے بہت بڑا فکر تھا
عرض کی۔ یا حضرت کوئی علاج فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سرہ بھی ڈالو۔ اور ہر روز رو
بھی پڑھا کرو گوہر مذکور کا بیان ہے۔ کہ میں اس وقت تونسہ شریف کو روانہ ہوا۔ اور جا کر حضرت ثانی
کی زیارت فیض بشارت سے سعادت حاصل کی۔ اور جا کر عرض کی۔ کہ قبلہ میرے باپ کی آنکھوں
میں بڑی تکلیف ہے۔ کوئی علاج فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہننے پہلے جو بتایا ہے۔ کہ سرہ اور رو
پا استعمال کیا کرو۔ خداوند کریم صحت عنایت کرے گا۔ غرض اس عمل سے خداوند کریم کی نصیب
دیگر تحصیل سنگہر کاہر ایک آدمی جانتا ہے۔ کہ ابتدا میں قادر بخش نام قریشی سکندہ جنگ جو
سنگہر میں ایک چوٹا سا گاؤن ہے۔ اول درجہ کا شورہ پشت مقدمہ باز فتنہ انگیز آدمی
آخر ایک مقدمہ میں ماخوذ ہوا حضرت صاحب نے کچھری میں فرمایا۔ کہ اسکو اگرچہ سال قید آجا
تو اچھا ہو۔ لوگ اسکی مصیبت اور شرارت سے تونج جائینگے۔ الغرض ایک معمولی مقدمہ میں
چھ سال قید کی سزا آگئی۔ پھر چھ دنوں کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ چھ سال بڑی بہا
میں آدھے۔ اگر دو سال معاف ہو جاویں۔ تو درست ہے۔ غرض اپیل پر ۲ سال معاف ہوئے

اس پر قادر بخش جو پہلے حضرت صاحب کا سخت مخالف تھا۔ قدمبوس ہو کر سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اور اپنی شرارتوں اور بد عادتوں کو چھوڑ دیا۔ **وَسُبْحَانَ اللَّهِ** جس پر ذرا بھی حضرت کی توجہ ہوئی۔ اگر شقی بختا۔ تو وہ بھی نیک بخت ہو گیا۔

اولیاءِ اہست قدرت ازالہ تیر حبتہ باز گرداند زراہ

دیگر۔ صاحبزادہ محمد محمود صاحب کی زبانی ایک معتبر آدمی سے روایت ہے۔ کہ کوٹلہ افغانان متصل تپہ میں حضرت صاحب کا ایک مرید تھا جس کا نام صاحبزادہ صاحب ہے تو فرمایا تھا کہ مجھے بھول گیا ہے۔ اسے بڑی عمر تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اسکی بیوی قوم قصاب میں سے تھی بیکری ہی نیک سیرت۔ اور شریف مزاج عورت تھی جو صفات حسنہ کسی عورت میں ہونی ضروری ہیں وہ سب صفات حمیدہ و اوصاف پسندیدہ اس نیک بی بی میں موجود تھیں۔ اور اسوجہ سے وہ افغان نہ چاہتا تھا۔ کہ ازواج ثانی کرے۔ آخر اکدن حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بعد نماز ظہر جبکہ حضرت صاحب زیارت کیلئے روضہ شریف میں اندر داخل ہوئے۔ وہ بھی جرات کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اور عرض کی۔ کہ یہ عمر ہو گئی ہے۔ اور کوئی آپکا غلام پیدا نہیں ہوا آپ نے فرمایا۔ کہ یا الہی اس شخص کے پیٹ سے سال بسال بیٹا پیدا کر۔ اس نے کہا یا حضرت یہ کیسی دعا کرتے ہو آپ نے جوش میں فرمایا۔ کہ بیان تیری بیوی میں نقص جسمانی ہے۔ بہلا گھان سے تجھے بیٹا ہوئے۔ جا دوسری شادی کر۔ الغرض اُس نے جا کر دوسری شادی کی۔ جب دوسرے سال زیارت کو آیا۔ تو ایک لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ ابھی وہ دایہ کے پاس تھا۔ دوسرے سال دوسرا بھی پیدا ہو گیا۔ اور تیسرے سال اسکے ہان اور بھی لڑکا پیدا ہوا۔ اور اسکے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس دن حضرت صاحب نے روضہ شریف ہی میں بڑی بے نقطہ سنائیں۔ اس کے بعد خیال آیا۔ کہ ہائین۔ کیا بات ہے۔ روضہ شریف کے اندر ایسا کلام دیکھا کہ **اَللّٰهُمَّ** کو مذکورہ بالا حکایت راقم نے خود ملتان شریف میں بھی خانقاہ **الہدیاء** خان کے مکان پر پڑھا۔ صاحب کی زبان مبارک سننی۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا نام فتح محمد ابن منصور پوٹلی ہے اور اسکی بیوی کا نام مائی بختا ورتھا۔ اور بڑے بیٹے کا نام عبد اللہ۔

دیگر... حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجاوہ نشین چاچران شریف جن کے نام نامی ہے ایک

سے زیادہ دفعہ اس کتاب کو زینت ہو چکی ہے۔ حضرت ثانی بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ فی زمانہ اگر سبیت صحیح کوئی بزرگ کرتا ہے۔ تو وہ حضرت الخشیش صاحب ہیں۔ بونکہ ہم لوگوں کو اجازت بیعت کئی درجنوں سے ملی ہے۔ اور حضرت صاحب کا تو پہلا ہی نمبر ہے۔ پھر سید محمد جوہر شاہ باند یا باند جوہری * دیگر۔ گل محمد خان تنگوانی سابق انسپکٹر پور بلوچستان سے روایت ہے۔ کہ ایک دن میں نماز صبح کی وقت حوض پر وضو کر رہا تھا۔ اور حضرت صاحب ابھی مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ سنت تو مکان سے پڑھ کر آتے۔ اور فرض جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ ضرور سورج طلوع ہو چکا ہے۔ اور تعجب ہے۔ کہ حضرت صاحب بھی تک نہیں آئے۔ اب سب لوگوں کی نماز درست نہ ہوئی۔ پس ان سب کا دین اور کفارہ حضرت پر ہوا۔ جب میں وضو کر چکا۔ اور حضرت صاحب تشریف لائے نماز پڑھی گئی۔ آپ زیارت کیلئے تشریف لگئے۔ جب واپس بنجا تشریف میں آکر بیٹھے۔ تو حافظ محمد کو فرمایا۔ کہ گھنٹہ والی جگہ یا شاید (ماونہ مسجد) پر چڑھ کر دیکھے۔ کہ سورج طلوع ہوا ہے۔ یا نہیں۔ اس نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ حضرت ابھی تک تو سورج طلوع نہیں ہوا۔ اتنے میں گل محمد خان بھی آگیا۔ اور اسکو اس واقعہ کی سرگزشت سنائی۔ جب آکر مجلس میں بیٹھا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا گل محمد خان رام۔ رام۔ رام۔ نماز پڑھنے زیارت کرنے اور یہاں آکر بیٹھنے کے بعد حافظ محمد کو بھی آیا۔ کہ ابھی تک سورج طلوع نہیں ہوا۔ بس یہی اعتقاد میں۔ گل محمد خان کا بیان ہے۔ کہ میں حیران ہو گیا۔ اور میں تو حضرت صاحب کا پہلے بھی صدق دل سے معتقد تھا۔ اس خاص امر کے دل میں اور بھی تصدیق اور تسکین ہو گئی۔ عموماً بہت سے لوگ حضرت صاحب پر زیادہ دیر سے نماز پڑھنے کا کہتے ہیں۔ واضح ہے۔ کہ حنیفہ کے نزدیک بالکل صحیح وقت ہوتا ہے۔ اور برابر انضباط ایسا ہے۔ کہ پانچوں نمازین ٹھیک وقت مقررہ اور معمولہ پر ہوتی ہیں۔ اور حضرت صاحب کے ہر مکان میں کلاک موجود ہیں۔ پھر دیری وقت کا کیونکر گمان ہو سکتا ہے۔

دیگر۔ ایک معتبر آدمی کی زبانی سنا گیا ہے۔ کہ ایک شخص سکھنے واپس آیا۔ اور اگر وہ علمانی یا حضرت میں بہت مقروض ہوں۔ کوئی ورد یا کلام فرمائیے۔ تاکہ کسی طرح میں اس مصیبت سے رٹائی پاؤں۔ حضرت صاحب نے دعا فرمائی۔ اور کہا۔ کہ یا کریم یا کریم کا ورد کیا کرے۔ خلود کریم

تیری مشکل آسان کر دیگا۔ اُس شخص نے اسکا ورد کیا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد واپس آیا۔ کہ صاحب
یا کریم یا کریم سے تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی اور ورد فرمائیے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اجھا
رام رام رام پڑھا کر۔ وہ آدمی رخصت ہو گیا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت صاحب نے اسکا حال دریافت
کیا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ یا حضرت وہ تو رام رام چپ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسکو جا کر منع کرو۔
لوگوں نے جا کر کہا۔ مگر اُس نے نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ میں حضرت صاحب کا کہا مانوں۔ یا تمہارا۔
مٹوڑے دونوں میں خدا کے فضل سے اس کا قرض ادا ہو گیا۔ اور اُس نے وہ ورد چھوڑ دیا۔ ہی
طرح ایک مجذوب کا ذکر میں نے مولوی محمد شاہ عالم صاحب سوکڑی کی زبانی سنا ہے کہ مولوی
عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی اسکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کسی خاص مطلب برآری کیواسطے
عرض کی۔ کہ کوئی کلام فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یا تجو یا تجوم کا ورد کر۔ مولوی صاحب نے الفاظ کو
صحیح کر کے ایک لاکھ دفعہ یا حتیٰ یا قیوم کا ورد کیا۔ مگر مطلب برآری نہ ہوئی۔ واپس مجذوب
صاحب کینج مدت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو نے کس کا ورد کیا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ یا
حتیٰ یا قیوم کا آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے تو یا تجو یا تجوم کہا تھا۔ تو اپنی مرضی پر چلنے لگا۔ جا اگر
یہی ورد کریگا۔ تو خدا تیرا مطلب پورا کریگا۔ مولوی صاحب وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور جو جب
فرمودہ کے یہی ورد کیا۔ خداوند کریم نے اسکی مراد پوری کر دی۔

دیکھو۔ نواب صاحب ممدوٹ ہمیشہ سے حضرت صاحب تونسوی کے مریدان بااخلاص میں سے ہیں
ایک دن ایک نواب صاحب باغ میں تشریف فرمائے تھے۔ اور دسترخوان بچھا یا گیا یا شاید گھری میں
دسترخوان پر بیٹھے۔ اور وہ پائین باغ تھا۔ لیکن زیادہ تر یہی قیاس ہے۔ کہ باغ ہوگا۔ ابھی ہاتھ نہ
کر کہا نا کہانی کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے۔ کہ پاس کے ایک گلاب کے پودے میں سرسراہٹ سی ہوئی اور
ایک بندوق کے چلنے کی آواز آئی۔ نوکر چاکر متحیر ہو گئے۔ اور حیران ہوئے۔ کہ یہ بندوق کیسے ہر سے
چلی سلتے ہیں دوسری بندوق چلی۔ اور چہرے کچھ نواب صاحب کے سلنے آپرے اور کچھ پاس کی
دیوار پر لگے۔ اب تو باڈی گارڈ کے سپاہیوں نے فوراً ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔ جو باغ کی دیوار
کے پاس چھپا ہوا تھا۔ اسکے بہانی نے کہا۔ کہ ادا حلق اپنے آپ کو بہنام بھی کیا۔ اور کچھ کر بھی نہ سکا
اس نے بوسے سونڈ سے جواب دیا۔ کہ میں کیا کرتا۔ میں نے دونوں شانے ایسے تالک کر رکھے تھے۔

کہ کیا کہنا ہے۔ لیکن جب بندوق کا دہواں نکلا۔ تو دونوں دفعہ میں نے دیکھا۔ کہ ایک بندوق کے سر کو پکڑ کر دوسری طرف کئے ہوئے تھے۔ میں مجبور تھا۔ بھلا تم ہی بتاؤ۔ کہ کیا کہتے ہیں۔ کہ وہ شخص ایسا قادر انداز تھا۔ کہ اگر کوئی پرندہ کسی جانور گائے بھینس پر آکر بیٹھا اپنے قادر اندازی سے اسی پرندہ کو گرا دیتا۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ وہ بزرگ جو بندوق دیتے تھے۔ نواب صاحب کے مرشد خواجہ انجمن صاحب تونسوی تھے۔

دیگر۔ میں نے میان نور احمد صاحب سوکڑی کی زبانی سنا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص جو گلہاڑ تھا۔ زیارت کیلئے آیا۔ آستانہ شریف میں مولوی مرید عیوٹ صاحب بیٹھے تھے۔ مولوی صاحب نے اسے کہا۔ کہ اے میان دوزخ کا کتا۔ تو کہاں آیا۔ وہ آدمی خاموش ہو رہا۔ مولوی مرید عیوٹ مرحوم نے دفعہ ہی لفظ کہے۔ تو اس شخص کو تحمل نہ رہا۔ اور کہا۔ کہ اگر میں دوزخ کا کتا ہوں۔ تو لاریب فیہ آپ دوزخ کے دنبہ یعنی گوسفند ہیں۔ دونوں میں بحث ہو پڑی۔ آخر اس بابت راضی ہوئے۔ کہ دونوں بھی حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جا کر بیٹھیں۔ اور کوئی بھی زبان سے کچھ نہ بولے۔ الغرض دونوں سید اس تبرک دربار میں جا کر بیٹھے۔ حضرت صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

آہوی دشتِ معاصی را دور روز سر دہید | تا بجے خواہر مید آخر شکارِ رحمت است

دونوں آبدیدہ ہو کر چلے آئے۔ اور اپنی بحث سے کمال نادم ہوئے۔

دیگر۔ مولوی محمد شاہ عالم صاحب سوکڑی نے ایک دن بیان فرمایا۔ کہ عبداللہ خان سنجانی نے بیمار موقع بو پڑا۔ جو آنحضرت کا خاص غلام اور بڑا نیکو کار شخص تھا۔ ایک دفعہ بعارضہ بخار سخت بیمار ہوا اور میں ان ایام میں موضع بو پڑا میں مقیم تھا۔ صبح شام انکو دیکھا۔ اور علاج معالجہ کرتا۔ ایک رات مجھے خواب میں حضرت خواجہ انجمن صاحب نظر آئے۔ اور پوچھا۔ کہ عبداللہ خان کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کی۔ یا حضرت بخار شدت کا ہے۔ علاج معالجہ جاری ہے۔ دعا فرماؤں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسہال تو نہیں ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا حضرت نہیں۔ اسکے بعد آپ نے دعا فرمائی۔ کہ اسکا پورا پورا دہواں کرو۔ اور خیال رکھو۔ اس سے میں نے یہ تعبیر نکالی۔ کہ بخار امید ہے کہ رفع دفع ہو جائیگا۔ اور دستوں کی تکلیف ضرور ہوگی۔ مگر جان جو کہوں نہیں ہے۔ الغرض میں نے عبداللہ خان مذکور کو بتانا مناسب نہ سمجھا۔ دوسرے دن جو انکی عیادت کو گیا۔ ان کو حقیقت

چہنے کی وقت دریافت کیا۔ کہ دست تو نہیں ہیں۔ عبداللہ خان نے جواب دیا۔ کہ نہیں صرف بخار ہے۔ مگر میرے دل میں جو خیال رہا ہے۔ کہ ضرور حضرت کا فرمودہ ہے۔ اُسکو دست تو ضرور جاری ہوگی۔ الغرض آہستہ آہستہ عبداللہ خان کو صحت ہو گئی۔ بخار جاتا رہا۔ مگر دوسری رات کو ایک آدمی کے پاس دوڑتا آیا۔ اور کہا۔ کہ انکو بڑی تکلیف ہے۔ اور پیش کے ساتھ دست جاری ہیں اب ہمکو خیال آیا کہ وہ حضرت صاحب کا فرمودہ اور اشارہ پورا ہو گیا۔ لیکن واضح ہے۔ کہ جب میں حالت بخار میں ہر روز پوچتا کہ دست تو نہیں ہیں۔ تو اس سے عبداللہ خان کے دل میں شک آیا۔ اور اس نے پوچھا۔ کہ روزمرہ اس بات کے پوچھنے کا کیا سبب ہے؟ آخر اس نے بڑا اصرار کیا۔ میں نے بیان کر دیا۔ کہ ایسا خواب دیکھا ہے۔ الغرض کثرت سے ہال اُسے بہت تکلیف تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اجابت ہوتی تھی۔ اور حالت بہت ہی قابلِ رحم ہو رہی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ انہیں تو نسہ شریف حضرت صاحب کی خدمت میں لے چلون۔ الغرض دونو گھوڑوں پر سوار ہو کر تو نسہ شریف پہنچے۔ اور صطبل میں جا کر گھوڑی باندھی۔ میں تو آنحضرت کی قدمبوسی اور زیارت کو چلا گیا۔ مگر عبداللہ خان نے کہا۔ کہ مجھے چونکہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حاجت ہوتی ہے۔ میرا جانا وہاں ٹھیک نہیں۔ کیونکہ وہاں میں کہاں اجابت کی واسطے جاؤنگا۔ الغرض وہ اسی جگہ صطبل میں بیٹھ گیا۔ اور حضرت صاحب کی ایک خادمہ کو عرض کی۔ کہ آج مجھے ضرور حضرت صاحب کا پس خوردہ بھیجا جاوے۔ وہ مانی ایک موٹی روٹی اور وہی کا کٹورہ لے آئی۔ جب میں اس آیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ اگرچہ پیش کے مریض کی واسطے ترش چیزانہد مضر ہے۔ مگر یہ تو تبرک بیشک نوش جان کرو۔ عبداللہ خان نے وہ وہی اور روٹی کہا لی۔ اور خداوند کریم کے نام و کرم سے اسکی بیماری بیماری کا فور ہو گئی۔ سب سے جان لیا کہ یہ ہے۔ وہی سے اس کا بیمار تندرست ہو گیا۔ دیگر۔ میں نے ایک معتبر اور ثقہ آدمی کی زبان سے سنا ہے کہ جب حضرت خواجہ الحداد صاحب میں مجلس میلاد کی شمولیت کیلئے تو نسہ شریف گیا۔ وہاں بڑا بڑا محمد عمود صاحب نے بیان فرمایا۔ کہ ایک مختصر قصہ سنا تا ہوں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے شریف شریف لیگئے۔ صاحبزادہ کریم بخش صاحب سلمہ رتبہ بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ اور چونکہ جگہ بہت تنگ تھی۔ اور حضرت صاحب

برج نظامی کے پاس بیٹھے تھے۔ مجمع میں ایک شخص دھکے کھاتا۔ لڑھکتا پھرتا تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ شخص مرض استسقی میں مبتلا تھا۔ اور اگر بعد واقف قدسوسی عارض ہوا۔ کہ تعویذ عنایت کیجئے۔ حضرت صاحب نے تعویذ لکھ دیا۔ اتنے میں آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ سے وہ بچا ایک طرف ہو گیا۔ اور یہ بات پوچھنی رہ گئی۔ کہ تعویذ کو کہاں باندھے۔ اسکے بعد جب خیال آیا۔ تو پوچھا۔ کہ کیا حضرت! اسکو کہاں باندھوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ..... میں باندھو صاحبزادہ میاں کریم بخش صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا۔ کہ میان تھکواب یا د آیا۔ جا کر گلے میں ڈال۔ لیکن خبر وقت وہ آدمی گھڑ گیا۔ تو اس نے کہا کہ کس کا کہا مانوں۔ آخر دل میں یہی فیصلہ کیا۔ کہ جس نے تعویذ لکھ دیے۔ اسی کا کہنا ماننا چاہئے۔ الغرض اس ابلہ نے ویسا کیا۔ اور اسکو دست جاری ہوئے اور خداوند کریم کے فضل سے اس مرض کا نام و نشان نہ رہا۔ دوسرے سال وہ شخص موٹا تازہ صاحبزادہ کریم بخش صاحب کچھ مدت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ آپ مجھے پہچانا۔ صاحبزادہ کریم بخش صاحب حیران ہو گئے۔ جب اُس نے بیان کیا۔ کہ یہ غلام وہی مرض استسقی والا ہے۔ جسکو حضرت خواجہ الکبیر صاحب نے تعویذ لکھ دیا تھا۔ اور اسکے باندھنے کا فرمایا تھا۔ میں نے انکے فرمودہ کے بموجب عمل کیا۔ اور خداوند کریم نے اپنا فضل کر دیا۔ اعتقاد اسکا نام ہے۔ اس موقع پر مجھکو ایک حکایت یاد آئی ہے جو میں نے ایک فارسی کتاب میں بھی دیکھی۔ امید ہے کہ مغرز ناظرین کے واسطے اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

وہو ہذا۔ جب احمد شاہ درانی کابل سے ہندوستان میں آیا۔ اور مستقر کو غارت کیا۔ تو اسکے لشکر کے چند سپاہی ایک تہخانہ میں داخل ہوئے۔ تاکہ اسکو مسما کر کے زمین کا پیوند بنائیں۔ اور سعادت دارین حاصل کریں۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بت پرست اُس بت کو کے مراقبہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے اسپر تلواریں لگائیں۔ مگر اسکا بال تک بیکانہ ہوا۔ اور پتھر کی طرح تلواروں کی آواز آتی تھی۔ اور اس شخص کو تلوار کی ضربوں سے چہرہ بھی معلوم نہ ہوا۔ آخر لاچار ہو کر ایک طرف بیٹھ رہے۔ جب اسکی مشغولی کا وقت تمام ہوا۔ تو سراوٹھایا۔ یہ سب اسکے پاس گئے۔ اور پوچھا کہ اے جوان ہم نے تجھے کتنی تلواریں لگائیں۔ اور تھکوا ڈرا بھی نقصا نہیں ہوا۔ اسکا کیا سبب ہے۔ نہ ہی تو قتل ہوا۔ اور نہ ہی تو نے سراوٹھایا۔ اس شخص نے جواب دیا

کہ اس وقت میں کہاں تھا۔ جو کچھ تھا۔ یہی بُت تھا۔ مجھ کو ہرگز تمہاری تلواروں کی ضرب معلوم نہیں ہوئی تو خیال کرنا چاہئے۔ کہ جو لوگ خدا کی طرف پورے متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کا کیا درجہ ہوتا ہوگا۔ جبکہ وہ کافر بُت کے عشق میں بُت کی طرح مسنگ ہو گیا تھا۔ ہر چیز کہ درکان تک رفت تک شد کا مطلب یہی ہے کہ جو چیز جسمیں فنا کا درجہ حاصل کرے۔ وہی ہو جاتی ہے۔ بعض اہل اللہ جب وجد میں آتے ہیں تو ان کے روکنے کے لئے چادر پھیلائی جاتی ہے۔ مگر وہ چادر ان کے بدن سے نکل آتی ہے۔ اور وہ نہیں روکتے دیگر۔ مولوی موسیٰ مقیم تونسہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن میں حضرت صاحب کین خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور بہت سے غلام اور جانشین بھی نشست فرمائے تھے۔ میرے دل میں دفعۃً یہ خیال آیا۔ کہ عذاب حشر و نشر سے کیوں کر بھائی ہوگی۔ اور میں نہایت سخت افسردہ خاطر اور بخمدہ دل ہوا تھا۔ کہ حضرت صاحب نے یہ شعر فرمایا۔

۵

میر کہ باشد در پس شیر حراب | کم نباشد مرد و رایح و کباب

اس شعر سے میری تسکین ہو گئی۔ اور میرے دل میں جو بقراری تھی۔ یک قلم موقوف ہو گئی۔ دیگر۔ ایک دن جب میں نے قلمی مسودہ اس کتاب کا مولوی محمد یاز خان ہمدیا سٹرڈل سکول تونسہ شریف کو جو کہ نکتہ شناس اور حضرت صاحب کے خاص مردوں میں سے ہیں۔ جا کر دکھایا۔ تو انہوں نے مجھے ہر ایک روایت کی تنقید اور تصدیق کیلئے از حد تاکید کی۔ اور کہا کہ فلاں روایت جسمیں یہ شعر ہے

ماہمہ نشہ لبائیم توئی آب حیات | لطف فرما کہ ز حد میگذر و نشہ لبی

کسی قدر راست نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ حضرت خواجہ الہ بخش صاحب کا اس قسم کا ہرگز مذاق نہ تھا کہ علانیہ کہہ دیں۔ کہ جا کر اپنے کھیتوں کی تیاری کرو۔ اگر آپ کوئی بات اس قسم کی فرماتے بھی۔ تو ہمیں رمز و کنایہ میں۔ نہ کہ اس طرح علانیہ۔ اور صاف طور پر۔ چنانچہ بیان فرمایا۔ کہ ایک دفعہ سی غلام حمید خان تمندار لندہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آپ ہرگز بیدہ خدا ہیں۔ میں اور میری رعیت ساری تباہ اور برباد ہو گئی ہے۔ دعا فرماؤں۔ کہ باشر ہوئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ کیا بارشس ہمارے اختیار ہے؟ غلام حمید خان نے کہا کہ اگر آپ میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اتنے بڑے پیر کیوں کہلاتے ہیں۔ اور لوگوں کو کیوں مرید بناتے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اچھا تو چالیس نمازین میرے ساتھ جماعت

کے ساتھ ادا کر۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے ضرور بارش بھی ہوگی۔ اور رو دو کو ہی بھی آئیگی۔
 نے کھڑے ہو کر منظور کر لیا۔ اور حضرت صاحب نے بھی افسردہ کیا۔ غلام حیدر خان نماز ظہر سے
 قول کو پورا کرنے کے لئے آیا۔ اور کہا۔ کہ یا حضرت میں وعدہ کے پورا کرنے کے لئے حاضر ہوں۔ آپ نے
 فرمایا۔ کہ اچھا میں بھی حاضر ہوں۔ غلام حیدر خان برابر عصر اور شام کی نماز میں حاضر ہوا۔ اور برابر
 یہی کہا۔ کہ صاحب! آپ اپنے قول اور عہد پر متقل رہیے۔ میں حاضر ہوں۔ حضرت صاحب نے مجلس
 میں فرمایا۔ کہ یہ عجب ہمارا اقرار ہوا۔ اگر وہ چالیس نمازین برابر ادا کرے۔ تو پھر میں کیا کرونگا۔ اسکے
 بعد فرمایا۔ کہ مجھے بلوچوں کے قول پر بھروسہ نہیں ہے۔ اور خصوصاً یہ عیش پرست بھلا ۴۰ نمازوں
 تک کیا پورا اتر سکتا ہے۔ آخر عشا کی نماز کی وقت جب حضرت صاحب مسجد میں گئے۔ تو خان صاحب
 موجود نہ تھے۔ انکو آدمی بھیجا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خان صاحب پرنیس کے غلبہ کر دیاتے۔ اور آپ خواب
 راحت میں غنیمت میں اپنے فرمایا۔ کہ اسکو کہہ دو۔ کہ اب تم اقرار پر نہیں رہے۔ اسواسطے بارش وغیرہ
 کا میرا اقرار نہیں رہا۔ اسکے بعد آپ شکر یہ ادا کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں انکے قول اور فعل اور عادت
 پر ہی یقین رکھتا تھا۔ ورنہ ہرگز ایسا اقرار نہ کرتا۔ اسکے بعد فرمایا۔ کہ خداوند کریم نے بڑا کرم کیا۔ کہ وہ
 اپنے اقرار میں جھوٹا ہوا۔ اور میری مخلصی ہوئی۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے بڑی زبردستی کی تھی۔ کہ ایسا
 اقرار کرنے کی جرأت کی تھی۔ مگر میں اسکی عادت پر اعتبار کرتا تھا۔ میں نے اسی کو روایت شعری
 کی تصدیق کرنے کے لئے مولوی عبد الرزاق سکندر عہدی سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے روبرو سے
 گل محمد خان ٹنگوالی اور میان حامد سوکڑی مسیحی میں بیان فرمایا۔ کہ یہ خوروار تیرہ روز موضع بندی
 جوڑے حضرت صاحب کے بیٹے ہوا تھا۔ اکثر حضرت صاحب کی خدمت میں آکر مولود شریف پڑھا کرتا۔
 غنیمت سے بھی خاص ہی واقفیت رکھتا تھا۔ مرحبا مسیحی کی مدنی العزلی والے مولودین شعر
 بھی ہے۔ ۵ ہائے تشنہ لبانیم الز۔ لیکن یہی نہیں سمجھا۔ کہ حضرت صاحب نے ایسا صحیح کہا ہو۔ کہ
 جاؤ غم کمارہ کرو۔ اور کہتوں کی خبر گیری کرو۔ رو دو کو ہی آئی ہے۔ ایک دفعہ نامبروہ نے جوڑا مشق
 اور پر ہنر کار آدمی تھا۔ اگر مستی نہ کیا۔ کہ یا حضرت دعا فرمائیے۔ خدا تقصیر معاف کرے۔ لوگ
 خراب ہو گئے ہوں۔ اور قحط اور خشک سالی سے جان بلب ہیں۔ حضرت صاحب نے ۸۰ لاکھ رو رو
 پڑھنے کا فرمایا۔ دوسرے جمعہ کو جو نامبروہ حاضر ہوا۔ تو ایک کروڑ پورا کر لایا تھا۔ اسپر حضرت

ایک عجیب و غریب نام

صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب خدا سے لینے والے ہیں۔ عرض اس طرح سے آیت وار کو رو کو ہی آئی۔ اور
 سارا علاقہ سیراب ہوا۔ اسی طرح مولوی عبدالرزاق مذکور نے بیان کیا۔ کہ برخوردار نمبر دار ایک
 بڑا جبری اور دلیر آدمی تھا۔ اور حضرت ثانی کینڈت میں ہمیشہ لوگوں کی طرف سے جا کر عرض کیا
 کرتا تھا۔ اور حضرت صاحب کا خاص غلام تھا۔ اس واسطے وہ علانیہ ہر ایک بات بے باکی سے کہہ یا
 کرتا۔ اور وہ تو وہ اسکی بیوی اس درجہ کی نیک نخت تھی۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں
 عرض کیا۔ کہ یا حضرت کوئی اور ورد بھی فرماویں۔ کیونکہ آپ کا پہلا فرمودہ ورد میں پورا کرتی
 ہوں۔ اور بہت سی رات ابھی باقی ہوتی ہے۔ کچھ اور بھی کلام فرمائے۔ حضرت صاحب نے
 اور بھی فرمایا۔ پھر اُس نے کہا۔ کہ یا حضرت کچھ اور بھی فرمائے۔ کہ یہ تو تھوڑا ہے۔ اور رات بہت
 باقی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے... سوئی بھی ہے۔ یا ساری رات جاگتی رہتی ہے۔
 اور برخوردار مذکور کا یہ حال تھا کہ اسی روز شریف روز پڑھتا تھا۔ اور اخیر عمر میں ۳ کروڑ کے
 قریب ورود شریف پڑھا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کینڈت میں حاضر ہوا۔ اور موضع بند
 ہیر و غزنی۔ ہیر و غزنی۔ وغیرہ کے بہت سی کسانوں کو ساتھ لے آیا۔ وہ اپنے ساتھ اپنے بلوں
 اور بلوں کو بھی لے آئے۔ اگر حضرت صاحب کینڈت میں فریاد کی۔ کہ یا حضرت دعا فرمائیے۔ کہ
 وندہ کی سدر جو ہم باندھتے ہیں۔ رو کو ہی اگر اسے شکست رخت کر دیتی ہے۔ اور ساری رو کو
 دریا برد ہو جاتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اچھا خدا جم کر گیا۔ اسکے بعد آپ استابہ بکر و خنو
 کرنے بیٹھے۔ تو وہ برخوردار مذکور گردہ ہو گیا۔ کہ یا حضرت استابہ کا پانی جنوب کی طرف گرائے۔
 تاکہ پانی رو کو ہی کا جنوب کا رخ کرے۔ اور دریا جو کہ مشرق کی طرف ہے۔ اوسر نہ جلے اپنے
 فرمایا۔ کہ برخوردار! مجھ سے کفر نہ کرا۔ الغرض برخوردار نے حضرت کا استابہ بکر لیا۔ اور حیرا
 آپ سے جنوب کی طرف پانی بہانے کی کوشش کی۔ پھر حضرت صاحب نے وہی الفاظ کر فرمائے
 اسکے بعد خود استابہ کا رخ اُدھر کو کرنے لگا۔ حضرت صاحب نے بھی تنگ ہو کر اپنا ہاتھ اُدھر کر دیا
 اور فرمایا۔ کہ بس جب پانی اچھلیج جنوب کی رخ کو بہا۔ تو برخوردار نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور سبکو
 لیکر چلا گیا۔ خدا کے فضل سے رو کو ہی آئی۔ اور اس نے دریا کے رخ جانا چھوڑ دیا۔ اور مدت
 تک وندہ والی سدر کے باندھنے کی ضرورت نہ پڑی۔ گل مجا خان تنگوانی نے بیان فرمایا۔ کہ اپنے

میرے لئے پیشگوئی کی تھی۔ شاید کسی تھانیدار کو موقوف کر دینگے۔ اور ساتھ ہی نام فرمایا تھا کہ دوکان نکال دینگے۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ کان سنگھ کو موقوف کیا گیا۔ اور میں اسکی جگہ تعینات ہوا۔ گل خان تنگوانی انسپکٹر پولیس ٹروپ بلوچستان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اسلئے یہاں مجھلابیان کیا گیا۔ دیگر۔ میں نے زبانی عموی نور محمد خان بلغانی سوکڑی اور حسن خان بلغانی سنا ہے۔ کہ سال ۱۹۱۷ء میں ہم حضرت خواجہ الہ بخش صاحب کے ہمراہ پاک پٹن شریف گئے۔ سنگھ اور قرب و حوار کے بہت سے غلام سب دستور سابقہ آنحضرت کے ساتھ تھے۔ پاک پٹن شریف چند یوم قیام رہا اتفاقاً ایک شخص سکڑ بوسٹر نہایت سخت بیمار ہو گیا۔ اسکا اسپتال اور قے سے بہت بُرا حال تھا۔ ہمیں بہت فکر ہوا۔ کہ پولیس کا معاملہ ہے۔ بچارا اچھی زیارت کر نیکی لے آیا۔ کہ لاش بھی غیر ملک میں دفن ہوئے۔ اور وطن سے بی وطن ہوا۔ الغرض ہم نے ملکر حضرت صاحب کنجڑت میں جا کر عرض کی۔ کہ عرب نواز دعا فرماویں۔ اس بچارے کا تو بُرا حال ہے۔ اور اسپتال اور قے سے اسے سخت تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ محرم کا مہینہ ہے۔ اور ہم سب پولیس میں ہیں۔ بابا صاحب کی خانقاہ ہے۔ بھلا یہ مرنے لگا ہے۔ تم جا کر اُسکے کہانے وغیرہ کا بند و بست کرو۔ اُسے بھوک لگی ہوگی۔ اور وہ بھلا جلد اچھا ہو جاویگا۔ دوسرے ہی دن خداوند کریم نے اُسکے مرض میں افاقہ بخشا اور وہ صحت کے ساتھ وطن میں آیا۔ چنانچہ غالباً اب تک زندہ سلامت موجود ہے۔

دیگر۔ شیخ غلام رسول حاجی جو حضرت صاحب کا ایک خاص غلام ہے۔ ابتدا میں ہندو تھا۔ جب حضرت صاحب کی توجہ ہوئی۔ تو مشرف باسلام ہوا۔ اور زہد و اتقا میں صوفیان وقت سے سبق لیا۔ مسلمان ہونیکے بعد اس نے دنیاویات کی تعلیم میں بڑی کوشش کی اور فقہ اور بالخصوص حدیث و تفسیر میں بہت واقفیت پیدا کر لی۔ ۱۹۱۷ء میں زیارت روضہ رسول مقبول اور حج بیت اللہ شریف کی انگ میں مہوکل علی اللہ ہو کر حل کھڑا ہوا۔ اور بحیرت تمام حج کر کے واپس آیا۔ آجکل آپکا مشغلہ درس تدریس کا ہے۔ بہت سے طلبہ آپ سے تفسیر اور حدیث پڑھتے رہتے ہیں۔ آپ آستانہ شریف میں رہتے ہیں۔ اور روٹی وغیرہ خرچ لسنے سے ملتا ہے۔ مجھے زبانی احمد و خان تنگوانی معلوم ہوا ہے کہ شیخ غلام رسول مذکور عنایت ازوی سے مشرف باسلام ہوا۔ تو سدھورام سکڑ بوسٹر بھی آستانہ مبارک پر حاضر ہوا۔ اور جا کر عرض کی کہ مجھے بھی دین اسلام کی از حد تمنا ہے۔ آپ نے ایک از حد

کو فرمایا۔ جو غالباً اُسکو ساتھ لے آیا تھا۔ کہ یہ منافق ہے۔ ہرگز مسلمان نہیں ہوگا۔ اسکو میری پاس
کیوں لے آیا ہے۔ اور فی الواقع وہ منافق تھا۔ آخر کار دائرہ اسلام میں نہ آیا۔ اور اپنے آپ کو دوسرے
جہان میں آگ کی نذر کیا۔ اللہم! حفظے من النار بطویل سید الابرار محمد بن محمد الختار۔
دیگر۔ مولوی چراغ الدین صاحب اراکین اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ مجھے حج تو مرشدی حضرت خواجہ
الکبیر صاحب جی نے کرایا ہے۔ میں نے منت مانی تھی۔ کہ اگر خداوند کریم مجھے ایک فرزند عنایت
کرے۔ اور اسکو مجھے بخش دیوے۔ یعنی عمر و راز کرے۔ تو انشاء اللہ ضرور کعبہ اللہ کی زیارت کو جاؤنگا
خداوند کریم کے فضل سے میری مراد پوری ہوئی۔ اور ۱۸۸۹ء میں میں نے ارادہ کیا۔ کہ بعد عید الفطر
دملفا کو شکر یا غالباً شب برات کے بعد اس لمبے سفر کی تیاری کرنی چاہئے۔ غرض میں اندر سے اندر
تیاری کرتا رہا۔ اور آخر جب تھوڑا بہت زاد راہ اور سامان سفر درست کر چکا۔ تو پانچواں مہینہ ارادہ کر
لیا۔ اور حج کے دن ٹولشہ شریف جا کر حضرت صاحب سے اجازت طلب کی۔ اور دعائے خیر مانگی۔ آپ
جینی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھ کو دم دفعہ فرمایا۔ کہ میان چراغ الدین حج کو جاتا ہے۔ میں نے
عرض کی جی ہاں قبلہ! دعا فرماوین۔ پھر اسکے بعد آپ نے تیسری دفعہ فرمایا۔ کہ کوئی رفیق بھی ہے
میں نے جواب میں عرض کیا۔ غریب نواز اکوئی بھی نہیں ہے۔ فقط خدا پر بھروسہ اور توکل ہے اور
حضور کی دعا شامل حال ہوئے۔ یہی میری رفیق اور شفیع ہوگی۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ حسب
بیت اللہ شریف میں جائے۔ ہمارے واسطے ضرور دعائے خیر طلب کرنا۔ اور یہ بات سرگز فراموش نہ کرنا
مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس امر سے مجھے پورا یقین ہو گیا۔ کہ حج تو ضرور کرتا ہی ہوں۔ کیونکہ
بیت اللہ کا جانا تو ضرور مقرر ہو گیا ہے۔ اگر خدا نے چاہا۔ تو خیریت سے بھی واپس آ جاؤنگا۔ اللہ
میں ہو کر میں آیا۔ رات کو مسجد تجتیر میں جہان مولوی صاحب اب تک امام ہیں۔ کہ انہوں نے
کہا۔ کہ بہائی اللہ حافظ میں تو نشہ شریف سے بھی اجازت لے آیا ہوں۔ اور حج کو جانے کا
ارادہ ہے۔ مولوی محمد حسن اور مولوی نور اللہ (کابلیا) بھی موجود تھے۔ جو محبت کی وجہ سے ابدیدہ ہو
سائے معرکے نے انکو تسلی دی۔ کہ اتنے میں ہموی فضل خان نے نورن خان سے کہا۔ کہ یا نصف
حج مجھے دے۔ میں حج کو جاؤں۔ یا نصف حج میں دیتا ہوں۔ تو حج کو چلا جا۔ یہ مولوی چراغ الدین
ہمارا ۲۵ سال سے امام ہے۔ اکیلا نہ جائے۔ اسپر نورن خان نے کہا۔ کہ تو سانس سانس میں جاؤنگا۔

جانیکی شوق ہے۔ تو چل تو بھی تیار ہو۔ میں بھی تیار ہوں۔ کہ اتنے میں فضلخان نے کہا۔ کہ
 اچھا یہی بات ٹھہری۔ تو اللہ حافظ۔ سب سے فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اور دونوں اسی وقت سے تیار
 میں مصروف ہو گئے۔ صبح کو نورن خان معروف نور شاہ نے اپنے برادر پلید خان کو آدمی بھیجا۔ جو کہ
 موضع ملکول خورد میں باہر گیا ہوا تھا۔ کہ اگر ملجاوے۔ میں حج کو تیار ہوں۔ اور اسکے بعد فضلخان
 اور نورن خان شمرانی حضرت کرم شاہ قبول شاہ بخاری کی خانقاہ کی زیارت کیلئے چلے گئے۔ جو کہ
 موضع بغلامی میں ہے۔ اور شہر سوکڑ سے صرف ایک میل مغرب کو ہے۔ اور وہاں سے آکر منگروٹھ
 میں مبالغ لینے کیلئے روانہ ہوئے۔ اتنے میں یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی۔ اور سب سے آدمی تیار ہو گئے۔
 غلام حیدر خان ولد احمد یار خان سوکڑی جو کہ ایک متمول آدمی ہے۔ اسکو بھی شوق ہوا۔ اور فوراً
 تیاری کر لی۔ اسکے بعد میر وریام اور ایک دو آدمی اور بھی اسکے ہمراہ مستعد ہو گئے۔ کہ اتنے میں
 شام کو پلید خان بھی آ گیا۔ وہ پہلے ہی سنے کی وقت تیار ہو کر آیا تھا۔ فوراً اپنے مودی کے پاس
 زادراہ کیواسطے مبالغ لے آیا۔ غرض تیسرے ہی دن دس گیارہ آدمی سوکڑ کے تیار ہو کر چلے
 ہوئے۔ جب دیانے سندھ میں کشتی پر سوار ہوئے۔ ایک آدمی وہاں آ ملا۔ سید پریش صاحب
 نے ایک آدمی ملتان تک پہنچانے کیلئے غلام حیدر خان کے ساتھ دیا تھا۔ ملتان جا کر وہ بھی اس
 جانے سے انکاری ہوا۔ غلام حیدر خان نے اسکے خرچ کا ذمہ اٹھایا۔ الغرض یہ جم غفیر پاک میں
 دہلی جمیر ہوتا ہوا کلبی پہنچا۔ اور وہاں سے جہاز میں روانہ ہو کر عازم عرب ہوا۔ انکو مقام کامران
 دس یوم کیواسطے قرظیہ میں رہنا پڑا۔ جب آٹھ یوم گذر گئے۔ اتفاقاً مولوی چراغ الدین کو بیضہ ہو گیا
 اور ایک رات اور ایک دن کے عرصہ میں ایسا لاغر ہو گیا۔ کہ ساتھی سب متفکر ہو گئے۔ لیکن مولوی
 صاحب مجھے بیان کرتے تھے۔ کہ مجھے حضرت صاحب کے قول پر ایسا اعتماد تھا۔ کہ ہرگز کوئی مایوسی
 کا خیال نہ ہوا۔ میں ابھی ویسا ہی کمزور تھا۔ کہ دسویں دن نہاد ہو کر بے بدل کر لیس ہو گیا۔ ڈاکٹر
 ملاحظہ کیلئے آیا۔ میری طرف غور سے دیکھا۔ مگر حلا گیا۔ سب کو یقین تھا۔ کہ اسکو ہرگز نہ چھوڑے گا۔
 کیونکہ اسکے چہرے پر رونی چھانی ہوئی ہے۔ غرض مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم بخیر و خوبی اس
 قرظیہ سے روانہ ہو کر حدہ پہنچ گئے۔ اور پھر وہاں سے کہ شریف کا دستہ لیا۔ کہ شریف سے بعد
 فراغت حج جب مدینہ منورہ کو جاسے تھے۔ تو ساربان کی غفلت اور کچھ بیماری کی وجہ سے

میں خان جو ایک کچا وہ میں سوار تھے۔ گر پڑے۔ ساربان کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ اور وہ چلا
 گیا۔ پلپہ خان اور فضل خان چھپے پھیل آئے تھے۔ جب وہ سہار پاس پہنچے۔ تو پلپہ خان
 کے والے کو ملا۔ اور اس سے جبراً اونٹ چہین کر لے آیا۔ اور سردو کو سوار کر کے قافلہ میں جا لایا
 حضرت صاحب کی دعا کا نتیجہ تھا۔ کہ اس حالت میں بھی خداوند کریم نے کرم کیا۔ غرض مولوی
 سب اور سب آدمی بخیریت و عافیت سب کے سب واپس آئے۔ اور پونے دوسو روپے سرج
 اپنے گھر دن میں پہنچ گئے۔

دیوبانی حسن خان ملغانی خاکسار مولف نے مسجد میں بیٹھے ہوئے سنا ہے۔ کہ جب حضرت
 صاحب اہل حشر صاحب اخیر عارضہ میں بیمار تھے۔ تو ۲۸ جاوی الاول جمعہ کے روز میں آخری
 تہ کیلئے تونسہ شریف گیا۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ روضہ شریف آستانہ شریف اور
 خانہ باہر جاہ تھیں والا وغیرہ سب جگہ آدمیوں سے پرتھی۔ اور چونکہ حضرت کو ضعف کمال تھا
 ان لوگوں کا بہت ہجوم ہوتی تھے۔ میں شیخ غلام رسول کی کوٹھی میں جا کر بیٹھا۔ جو کہ مسجد
 کی جنوبی طرف ہے۔ وہاں چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے بیان کیا۔ یارو! میں
 سے منزل ملے کر کے وہو پ میں آیا۔ راستہ میں بڑی ٹھنڈ اور رو کو ہی تھی۔ اب حضرت
 کی زیارت سے بھی محروم بیٹھا ہوں۔ لوگ اندر جانے نہیں دیتے۔ مجمع میں سے ایک
 اہل اٹھا۔ اگر انحضرت کی زیارت کا شوق ہے۔ تو سیدنا اصطبل میں چلا جا۔ وہاں
 حضرت صاحب کے کلمہ شریف بالچہر پڑھنے کی آواز سنائی دیگی۔ میں نے اسے غلط سمجھا
 اسے بیان استہزا کا بھی آج دن ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا۔ کہ تو یقین نہیں کرتا۔ اسپر
 دیوں نے بھی تصدیق کی۔ میں سیدنا لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا اصطبل میں گیا
 وہاں سچو کہ بجگہ صاحبزادہ محمود صاحب کے عین مقابل ہے۔ اور اس کے سامنے ہی
 ہے۔ جاکھڑا ہوا۔ حضرت صاحب کے کلمہ شریف پڑھنے کی آواز بخوبی سنائی دیتی
 شریف تک بھی لوگوں کو سنائی دے رہی تھی۔ غرض وہاں ہی سوزیارت
 دن کے صبح حضرت کا انتقال ہوا۔

اہل اٹھنا

صاحب کی وفات کے متعلق مفصل واقعات کتاب کی اخیر فصل میں ذکر کیے

جاوینگے۔ انکی کرات کوئی ایک نہیں۔ جو عام لوگوں کو معلوم نہ ہوں۔ بلکہ سینکڑوں ہزاروں کراتیں زبان زوِ خلائق ہیں۔ میرا تو یہ خیال اور عقیدہ ہے۔ کہ ہر ایک عقیدت مند مرد نے خود کوئی نہ کوئی خاص بات حضرت کی ضرور مشاہدہ کی ہوگی۔ چنانچہ فخر الشعرا منشی عنایت اللہ صاحب مریخ ساکن میرٹھہ اکیڈن فرماتے تھے۔ کہ ابتدائی عمر میں مجھ کو سودا اور خفقاں کا عمل ہو گیا۔ ہر خند والدین نے علاج معالجہ کرایا۔ کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اسوقت انکے والد کی ملا ڈیرہ غازیخان میں تھی۔ آخر کار حسب علاج سے با یوس ہو گئے۔ تو حضرت صاحب کی خدمت میں رجوع کیا۔ اور بعد دعائے خیر تعویذ کے طالب ہوئے۔ آپ نے تعویذ عطا کیا۔ منشی عنایت اللہ کہتے ہیں۔ کہ اسدن کے بعد کچھ لہری اس مرض کی کوئی شکایت نہ ہوئی۔

دیکر خان صاحب نواب احمد یار خان رئیس ملتان سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا۔ اگرچہ جتنے الاسکان علاج معالجہ میں سعی کیا گیا۔ مگر کسی دوا سے افادہ نہ ہوا۔ سو رضی کی شرف اس قدر تھی۔ کہ بالکل کوئی چیز مضم نہ ہوتی تھی۔ اور میں بہت لاغر اور کمزور ہو گیا تھا۔ لے میں حضرت صاحب ملتان شریف میں تشریف لائے۔ اور باوجودیکہ میں بہت بیمار اور کمزور مگر آپ مجھ کو ریل پر سوار کر کے ساتھ لے گئے۔ اور اٹھائے راہ میں اپنے دست مبارک سے مجھے کہانا کھلایا۔ کامقام یہ کہ یا تو مجھے خالی پانی بھی مضم نہ ہوا اور شوار تھا۔ یا ان مبارک ہاتھوں کی برکت سے میں گوشت بھی کھانے لگا۔ مجھے تھوڑا تھوڑا کھلاتے تھے۔ اور پھر میں اور خواہش کرتا تھا۔ چند روز کے بعد جو میرا بھی آیا۔ تو میں پورا تندرست تھا۔ اور کمزوری ناہقاتی وغیرہ کی کوئی شکایت باقی نہ تھی۔

دیکر کہتے ہیں۔ کہ جام کا بیٹا جس کا نام مجھے فراموش ہو گیا ہے۔ ایک دفعہ نہایت سنگین مقدمہ میرا پیشی کے دن حضرت صاحب نے روضہ منورہ میں آکر دعا طلب کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جوان نہ رہا ہو گیا۔ کچھ مدت کے بعد ایک شخص سہی ریا۔ میں کی بجا کاروانی سے پھر نامبروہ پھنسر مگر دوسری دفعہ بھی حضرت صاحب کی توجہ سے اپنی مخلصی ہو گئی۔ نسبی ان اللہ اولیا کیا طاقت ہوتی ہے۔ مگر حضرت صاحب کی ہمیشہ سے یہ نیک عادت رہی۔ کہ کبھی کسی کام طرف منسوب نہ فرمایا۔ بموجب کتمان الکرامۃ فرض۔ بلکہ ہمیشہ فرمایا کرتے۔ کہ خداوند مہربانی ہے۔ اور حضرت خواجگان کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

دیگر... مولوی محمد شاہ عالم سوکڑی سے روایت ہے۔ کہ ملک مٹھ ملانہ سکنتہ موضع ملانہ تحصیل جمنسلح ڈیرہ غازیخان حضرت صاحب کامرید تھا۔ مگر باوجود اسکے کہ دو تین نکاح کئے تھے۔ کوئی اولاد نہ تھی۔ اور وہ بڑی عمر کا ہو گیا تھا۔ آخر ایک دفعہ سارا کنتہ تو لسنہ شریف لے آیا۔ اور بعد قد مہوسی طالب دعا ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ میان اور شادی کر۔ اُس نے عرض کی۔ غریب نواز! پہلے بہت ہیں مگر حضرت صاحب نے مکر رہی فرمایا۔ کہ تو اور نکاح کر۔ خداوند کریم فضل کریگا۔ نامبروہ جو کہ اچھا زمیندار تھا۔ وطن جا کر بموجب فرمودہ وارشاد حضرت غریب نواز ایک بیہ کو جمال نکاح میں لایا۔ خداوند کریم نے اسکی آند و پوری کر دی کہتے ہیں۔ کہ وہ عرس پر آیا ہوا تھا۔ کہ اسکو گھر سے مبارکبادی آئی۔ راقم الحروف۔ و۔ ب۔ بلوچ نے اسکے بڑے بیٹے عبداللہ ملانہ کو ڈیرہ غازیخان کے سکول میں پڑھتے دیکھا جو کہ بڑا ذکی اور ذہین تھا۔

دیگر۔ منشی چراغ الدین ارا مین سابق معلم چوٹی سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ جبکہ میں مدرسہ چوٹی میں معلم تھا۔ تعطیلات کے موقع پر زیارت کیواسطے تو لسنہ شریف کو آ رہا تھا۔ اثنائے راہ میں جنت کسٹیشن کوٹ سلطان پر ریل سے اتر۔ تو ایک مسافر شریف سے ملاقی ہوا۔ اور مجھ سے یہ دریافت کر کے کہ میں زیارت حضرت غریب نواز کیواسطے تو لسنہ شریف جا رہا ہوں۔ جیسے چہ روپے نکال کر دیئے کہ یہ حضور میں میری طرف سے نذر کرنا۔ میان چراغ الدین کا بیان ہے۔ کہ نہ ہی اُس شخص نے نذر جسکی شکل پچالون کی معلوم ہوتی تھی (مجھ سے میرا نام مقام پوچھا۔ اور نہ ہی مجھکو خیال آیا۔ کہ میں اُس سے نام مقام قیام وغیرہ دریافت کروں۔ عرض وہ شخص تو مجھکو روپے حوالہ کر کے چلا گیا۔ اور میں اپنا باقی سفر طے کر کے تو لسنہ شریف میں آستانہ مبارک پر حاضر ہوا۔ اور آکر قد مہوسی کی۔ اور وہ امانت بھی حضور پر نور کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ اسکا کیا نام تھا۔ چونکہ میں اسکے نام مقام سے نا بلد تھا۔ میں نے ادب سے گذارش کی۔ غریب نواز! اُس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ کوٹ سلطان کے کسٹیشن پر اس نے یہ روپے میرے ہاتھ پر رکھے۔ اور کہا کہ لنگر شریف میں جا کر دینا۔ آپ نے وہ روپے عبداللہ منشی کے حوالہ کر کے فرمایا۔ کہ میان نوٹ لے۔ کہ مبلغ تھے مرسلہ پوندہ میان چراغ الدین کی معرفت وصول ہو گئے ہیں۔ میان چراغ الدین نے میں۔ کہ آپ نے اسکا نام بھی لیا تھا۔ مگر مجھکو فراموش ہو گیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ الفاظ

مبارک بھی یاد ہیں۔ کہ آپ نے عبد اللہ کو فرمایا۔ امانت سلامت رسید لکھو جسے *

دیگر۔ یکم رمضان ۱۳۲۱ھ ذوی کو صاحبزادہ محمد سوم صاحب جی کے دربار فیض آثار میں آیا
 ہونیکا مختصر حاصل ہوا۔ اسوقت مولوی علی گوہر صاحب ماسٹر محمد یار خان۔ منشی گل محمد خان نسیم
 پولیس وغیرہ بھی بیٹھے ہوئے۔ اور مختلف امور پر گفتگو ہو رہی تھی۔ باتوں باتوں میں ماہ رمضان
 المبارک کا ذکر شروع ہوا۔ اور نسوار کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت غریب نواز
 فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم کبھی نسوار کے پاس نہ جاتے۔ مگر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو استعمال کرتے
 دیکھا ہوتا۔ اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ نسوار خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک چندان قابل نفرت
 نہ تھی۔ سو ہم نے بھی طبیعت پر زیادہ حیرت کیا۔ اگر خواجہ صاحب اسکا استعمال نہ کرتے تو ہم بھولکر
 بھی اسکا نام نہ لیتے۔ اسی طرح آپ نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت غریب نواز ایک دن فرماتے تھے۔ کہ
 مولوی احمد صاحب خلیفہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ میں خداوند کریم نے وہ سخاوت اور تواضع کی صفت
 عطا کی۔ کہ اگرچہ وہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اے غلام تھے۔ مگر خداوند کریم نے ان میں وہ طاقت
 دی تھی۔ کہ جسقدر خواص کو بھی نہیں ہے۔ اسی طرح خلیفہ محمد یار ان صاحب کی بابت صاحبزادہ صاحب
 سومون نے فرمایا۔ کہ ایک دن حضرت غریب نواز فرماتے تھے۔ کہ دو اولیا دیکھے۔ ایک خواجہ صاحب
 قاسم پترہ دوم خلیفہ صاحب آپ نے ان دو خلفائے کا ذکر فرمایا تھا کہ اتنے میں گل محمد خان
 نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ جبکہ میں رخصت پر گھر میں آیا ہوا تھا۔ تو رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ میرے
 والد صاحب جو بہت دنوں سے فوت ہو گئے تھے۔ بہت تکلیف میں ہیں۔ اس سے میرا دل بھرا آیا
 اور میں نے صبح کو ایک گذار شت نامہ حضرت غریب نواز کی خدمت میں لکھا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ خود
 جا کر حضور پر نور کی خدمت میں پیش کروں گا۔ الغرض میں سیدہ آستانہ مبارک پر حاضر ہوا۔ اور
 بعد قدمبوسی وہ عرضیہ خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ایک اور بھی کاغذ تھا۔
 مگر یہ امر فراموش ہو گیا ہے۔ کہ وہ کیسا کاغذ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ بالاخانہ پر تشریف لگے
 اور میں نے دیکھا۔ کہ خود بدولت۔ بذات خود ملاحظہ فرمائے تھے۔ اور مجھے آہا دیکھ کر فرمایا۔ کہ گل محمد
 صاحب نے تمہاری عرضی حضور میں دیدی ہے۔ خداوند کریم اپنا رحم کر لگا۔ جب گل محمد خان
 نے اپنی کتابت ختم کی۔ تو خواجہ صاحب قدس سرہ کی ملفوظات کے متعلق گفتگو شروع ہوا اور

مبارک علیہ الرحمۃ حضور پر نور کی خدمت میں

صاحبزادہ صاحب کلمہ نے بیان فرمایا۔ کہ حضرت غریب نواز فرمایا کرتے تھے کہ مہذب جو خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کا مہذب ہے۔ میرا اپنا ساختہ پر داختہ ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں میری تالیف ہے۔ کیونکہ مولوی یار محمد سکند بنڈی نے بڑی احتیاط سے انتخاب کیا ہے۔ اور میں نے ایک ایک لفظ پڑھ کر اسکی تصحیح اور تصدیق کی ہے۔ اور ضعیف روایات بالکل اڑا دی گئی ہیں کتابچہ نے اور بھی چند بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ حضرت غریب نواز فرمایا کرتے تھے کہ مہذب جو خواجہ صاحب کی جملہ ملفوظات سے زیادہ صحیح اور معتبر ہے۔

دیگر۔ منشی احمد حسین خان خلیفہ امام بخش خان سکند منگروٹھ جو میرے ایک بے تکلف دوست ہیں میرے سامنے ذکر کرتے تھے۔ کہ میں ہمیشہ سے وہابی تھا۔ اور جب قدر لوگ حضرت ثانی کی تعریف کرتے تھے۔ مجھ کو نفرت آتی تھی۔ کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں آپ کی کوئی کرامات نہ دیکھی تھی۔ مگر ایک چوڑی۔ بلکہ تین دفعہ خداوند کریم نے مجھ کو ان کی بزرگی دکھا دی۔ اسپر میں مرید بھی ہو گیا۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے جمعہ کے جمعہ زیارت کو حاضر ہوا کرتا ہوں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ہمارے شہر موضع منگروٹھ میں اس شدت سے تپ محرقہ اڑا۔ کہ آج تک لوگ اسکو نہیں بھولے۔ سینکڑوں آدمی ضائع ہوئے جسکو ہوا پھر جیتا نہ اٹھا۔ بد قسمتی سے مجھ کو بھی تپ محرقہ نے آگہرا۔ میرا والد چونکہ حکیم ہے۔ اسنے میرے معالجہ میں کوئی کسر نہ چوڑی۔ مگر کوئی دوا کیا یونانی کیا ڈاکٹری کیا ویدک ہرگز نہ منیاد ہوئی۔ اور جو جو آثار اس موزی مرض کے غلبہ کے ہوتے ہیں۔ آنا فانا کے بعد دیکرے نظر اسنے لگے۔ میرے والد صاحب بہت عمکین ہوئے۔ اور ظاہری طور پر میری زندگی سے نا امید ہو گئے کیونکہ سینکڑوں بیمار وہ اپنی آنکھوں سے اس مرض والے دیکھ چکے تھے۔ آخر ارادہ کیا۔ کہ حضرت غریب نواز کنیزت میں دعا طلبی کیلئے لوٹنے شریف جاویں۔ اور وہ گئے۔ اور اوہ میری آنکھ لگے۔ گئی خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحب کی مسجد میں لوٹنے شریف میں نظر آئے۔ اور حضرت غریب نواز مجھ پر دم کر رہے ہیں۔ خواب سے بیدار ہوا۔ تو میری حالت بہت اچھی تھی۔ اور جب والد صاحب تشریف لائے۔ تو بخار بھی رخصت ہو چکا تھا۔ ایک دوسرا واقعہ یہ پیش آیا۔ کہ ایک دفعہ میری ران پر ایسا خراب پھوڑا نکلا۔ کہ میں چلنے پھرنے سے رہ گیا۔ سینکڑوں دوا کئے۔ اور عمل جراحی کرایا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ۱۸۰ جونک ران اور پنڈلیوں پر لگائی تھیں۔ مگر کچھ آفاق

نہ ہوا۔ ایک دن جمعہ کا دن تھا۔ کہ میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت غریب نواز تشریف لائے
 ہیں۔ اور گڑ دم کر کے دیئے۔ اور میں نے اُس گڑ کو کھا لیا۔ اسکے بعد جو میں خواب سے بیدار ہوا۔
 نہ وہ پہلی سی سوچن تھی۔ نہ سوزش تھی۔ در و رفع ہو گیا تھا۔ اور بہت افاقہ معلوم ہوتا تھا۔ دو چار
 یوم کے بعد بالکل صحت ہو گئی۔ اُسکے بعد میں نے جا کر حضرت غریب نواز کی غلامی اختیار کی اور ^{تیار} ^{تیار}
 دیگر۔ مولوی حاجی چرخ الدین صاحب راہین باشندہ سو کڑ ابتدا سے مجھ پر مہربان تھے۔ اور ^{بڑے}
 محبت اور تعلق کی کئی وجوہات تھیں۔ ایک تو حاجی چرخ الدین صاحب خواجہ علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے
 دو م خاکسار کا غریب خانہ بھی اسی شہر میں تھا جس میں مولوی صاحب رہتے تھے۔ اور اتفاق سے
 آپ ہمارے محلہ کی مسجد کے پیش امام تھے۔ سو م اکثر اوقات وہ خواجہ صاحب کا ذکر خیر بیان کیا کرتے
 اور چونکہ انہوں نے کچھ مدت خواجہ صاحب سے تعلیم بھی پائی تھی۔ اس واسطے انکے طرز تعلیم اور اس وقت
 کے لوگوں کے حال سن کر میں از بس مسرور ہوتا تھا۔ اور بالخصوص مولوی صاحب موصوف نے جب یہ
 خبر سنی کہ میں کچھ عرصہ سے حضرت غریب نواز کی ملفوظ لکھنے میں مصروف ہوں۔ تو پہلے سے بھی زیادہ
 مہربانی فرماتے تھے۔ اب جو اپنی ^{سنت} ^{سنت} کو فدوی اپنے گھر گیا۔ تو مولوی صاحب بوجہ ضعف پیری
 و عارضہ اسہال گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔ مگر جب آپ نے میرے اشتیاق ملاقات کی طرف مہیاں
 فرمایا۔ تو در سہ سو کڑ میں خود تشریف لائے۔ اور مندرجہ ذیل دلچسپ حکایات زبان مبارک سے بیان
 کیں۔ صاحبزادگان تو نسوی میں جو ظاہر اشکر رنجی موجود تھی۔ آپ نے اسے برادران ^{علیہ السلام}
 والا معاماتہ کیا۔ اور عقلی دلائل سے واضح کیا۔ کہ یہ بھی ایک اسرار الہی ہے۔ آپ نے بیان فرمایا
 کہ دیکھئے۔ لنگر علیہ علیہ و وجاری ہیں۔ گویا خیرات دو گنی ہو رہی ہے۔ اور بندگان خدا
 خصوصاً مساکین۔ فقرا۔ غریبا طلبا پہلے سے دو چند مستفید ہوئے ہیں۔ اور پھر چونکہ دونوں
 دریا دلی سے لنگر کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ اس واسطے ضمناً بندگان خدا کا بہت بڑا فائدہ ہے۔ علاوہ
 اسکے دونوں صاحب صراط مستقیم کس ہمت اور مستعدی سے چلے جا رہے ہیں۔ آپس میں کوئی ملی
 شکر رنجی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کوتاہ اندیش خادمان کی کارروائی ہے۔ اس موقع پر مولوی صاحب
 مذکور نے چند شعر بھی سنائے۔ کہ ار اوہ ہے۔ یہ عرضی حضور میں گذری جاوے۔ میرا ار اوہ تھا۔
 کہ ان اشعار کو درج کر دیتا۔ مگر اس وقت قلم دوات دست نہ ہو سکی۔ اور نیز اس وجہ سے بھی زیادہ

شوق نہ ہوا۔ کہ ایک آدھ شعر فن عروض کی رو سے بے جوڑ تھا۔ بہر حال انکو جو محبت ابتداء سے اس عالی خاندان سے ہے۔ اسکا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ زیادہ یہ شعر کہہ دینے گئے۔

این سعادت بزور بازو نیست | اما نہ بخشند خدا کے بخشندہ

حکایت۔ مولوی چراغ الدین مذکور سے روایت ہے۔ کہ موضع سوکڑ میں بلکہ تمام تحصیل سنگڑ میں جو شخص اول دفعہ خواجہ خواجگان حضرت محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ وہ میراجد ماجد مولوی یار محمد ارابین تھا۔ یہ مشہور و معروف حاجی کریم داد بزرگ ساکن سوکڑ کا پوتا اور اپنے وقت کا ایک نیک آدمی تھا۔ ان کا پیشہ کتابت کا تھا۔ اور وہ صاحبِ چوہے تھے۔ بیسے یا سال میں دو دفعہ ڈیرہ غازیخان جا کر کاغذ سیاہی۔ وغیرہ ضروریات کتابت خرید کر لاتے۔ ایک دفعہ حسب معمول ڈیرہ غازیخان گئے۔ اور وہاں ایک مجذوب کی ملاقات سے مشرف ہوئے مولوی یار محمد نے اس فقیر صاحب تاثیر کی تھوڑی بہت خدمت کی۔ اور اس نے دعا کی۔ کہ اے مولوی! خداوند کریم ہمیشہ تیری دعوات کی سیما ہی کو تازہ رکھیگا۔ مطلب یہ کہ علم تیرے خاندان میں ہمیشہ آئے گیگا۔ دو م تو ایک مرد روہیلہ (مراد از حضرت خواجہ سلیمان) کا مرید ہوگا۔ خبردار اسکے سوا کسی کی بیعت نہ کرنا۔ کیونکہ اس مرد پٹھان سے تجھے بہت فیض حاصل ہوگا۔ حاصل کلام مولوی مذکور اپنے گھر (موضع سوکڑ) واپس آیا۔ اور ایک عرصہ دراز تک کسی کی بیعت نہ ہوا۔ اسکے تین بیٹوں میں سے دو حضرت مولانا صاحب کی بیعت ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے والد کو ہر چند کہا۔ کہ سنت نبوی ہے۔ آپ کو کسی بزرگ کا دست بیعت ہونا چاہئے۔ مگر مولوی مذکور کسی اور کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال رکھا تھا۔ اور وہ منتظر تھا۔ کہ کب خواجہ محمد سلیمان علیہ الرحمۃ والیقینان خلافت حاصل کر کے سنگڑ میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ واضح ہے۔ کہ اس وقت تک کسی شخص کو علم نہ تھا۔ کہ کوئی روہیلہ نوجوان تحصیل علوم ظاہری و باطنی کی واسطے دہلی یا بہار شریف کی طرف گیا ہوئے۔ اور وہ عنقریب سنگڑ جسیہ گمنام علاقہ میں آکر چراغ ہدایت روشن کر کے تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیگا۔ اور اسکے نوز کی حک صرف پنجاب میں محدود نہ رہی۔ بلکہ راجپوتانہ جو بجا متحدہ۔ آگرہ و اوڑھ۔ بنگالہ۔ بمبئی۔ مدراس دکن سے گذر کر جزیرہ مالے سرانڈیب۔ ایران تا تار۔ بلوچستان۔ افغانستان کو بھی منور کر دیگی۔ اور یہ کہ عرب شریفین میں بہت لوگ

اسکے سلسلہ بیعت میں داخل ہونگے۔ جو اپنے زمانہ کا مجدد و قطب دوران اولیائے کامل شہنشاہ
 دین و دنیا کہلائیگا۔ الغرض مولوی یار محمد اسی انتظار میں تھے۔ کہ بموجب مکمل آیت قریب حضرت
 خواجہ محمد سلیمان سفر ہندوستان سے واپس آئے۔ اور حضرت خواجہ نور محمد صاحب کے لباس
 خلافت زیب بر کر کے اپنے وطن مالون کوہ درگ واقع کوہ سلیمان میں مراجعت فرمائے ہوئے۔ اور
 موضع سوکڑ میں حسب معمول سجن خان ملغانی کے گھر آکر شب باش ہوئے۔ مولوی یار محمد کے سینے
 میں جو آتش عشق سلگ رہی تھی۔ اب وہ بھڑک اٹھی۔ اور وہ پروانہ وار اسی شمع حسن اور
 آفتاب ہدایت کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس آفتاب برج سعادت۔ ماہتاب اورج ولایت کو اپنے
 گھر لے آیا۔ اور آپ معہ اہلیہ و سپرد و دختر (مالی غلام فاطمہ) خواجہ صاحب کے سلسلہ بیعت میں داخل
 ہوا۔ اور یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ موضع سوکڑ میں خواجہ علیہ الرحمۃ کا جو شخص پہلے پہل غلام ہوا ہے۔ وہ
 یہی نیکبخت مولوی تھا۔ مولوی حاجی چراغ الدین صاحب اراہین کا بیان ہے۔ کہ میرے جد ماجد
 جسوقت خواجہ علیہ الرحمۃ کی غلامی میں داخل ہوئے۔ تو آپ نے وہی معمولی ورد و وظیفہ ایک تسبیح درو
 شریف۔ ایک تسبیح یا کریم یا اللہ الصمد یا تبارک یا تبارک فرمائی۔ اثنائے تقریر میں مولوی چراغ الدین نے
 یہ بھی فرمایا۔ میرا والد تیسری چھوٹی بھی اسوقت نبیت ہوئی۔ میری چھوٹی اسوقت تیرہ چودہ
 سال کی دو تیرہ لڑکی تھی اور حیا و شرم سے ایک طرف منہ چھپائے خواجہ صاحب سے بلند تر جگہ پر
 مکان کے اندر بیٹھی تھی۔ میرے جد ماجد سے نہ مانگیا۔ اور کہا۔ کہ تو اپنے پیر و مرشد سے بھی بالانشیر
 ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کوئی برج نہیں۔ اسکے بعد خواجہ علیہ الرحمۃ اپنے وطن میں تشریف لے گئے
 اور مولوی یار محمد نے تو سلسلہ غلامی میں داخل ہو کر کچھ اور لطف حاصل کیا۔ جو اسے اپنی تمام
 عمر میں نصیب ہوا تھا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ کے دیدار فیض آثار کی اسقدر تمنا تھی۔ کہ کئی دفعہ کوہ درگ
 میں پایا و حاضر ہوا۔ اور حسب خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنا اہل و عیال تو لشمہ میں مگالیا۔ اور
 اسی جگہ ایک حجرہ اور مسجد بنا کر صلائے عام کا آوازہ دیا۔ تو پھر مولوی یار محمد کا معمول ہو گیا
 کہ اگر دو یوم اپنے گھر رہتا۔ تو سوم یوم تو لشمہ شریف میں حضرت خواجہ خواجگان کی صحبت بابر
 سے لطف اٹھاتا۔ خواجہ صاحب نے چونکہ تحصیل علم میں از حد کوشش کی تھی۔ اس واسطے درجہ فضیلت
 تک پہنچ چکے تھے۔ اب آپ نے تو لشمہ شریف میں درس شروع کر دیا۔ اور ایک مختصر لنگر خانہ طلبا

کیواسطے قائم کر کے تعلیم ظاہری و باطنی کی طرف توجہ فرمائی۔ مولوی چراغ الدین فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کافیہ خود خواجہ علیہ الرحمۃ سے پڑھا۔ اور جب میں پیدا ہوا تھا۔ تو میرا نام بھی خود خواجہ صاحب نے تجویز فرمایا تھا۔

اقتباس۔ چند حکایتیں مولوی نور محمد صاحب مکہڑی کی کتاب غنائے المجتہدین سے نقل کر کے یہاں درج کی جاتی ہیں۔ انہوں نے جو باتیں حضرت غریب نواز کی زبان مبارک سے خود سنی ہیں۔ فقط وہی اس کتاب میں لکھی ہیں۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ میان صاحب نے یہ باتیں نہایت احتیاط اور کوشش سے قلمبندی ہیں۔ اسواسطے ان میں کذب کا ہرگز احتمال نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ میں نے فقط انکے فارسی الفاظ کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اور بس۔ ان غیر ضروری واقعات اور لمبی چوڑی عبارت کو ترک کر کے اختصار کو مد نظر رکھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ماہ صفر ۱۲۱۷ھ نماز عصر کے بعد دولت صحبت حاصل ہوئی۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ پیر بہائی جو میری نسبت نفخت فیہ منور ہے وغیرہ امور کہتے ہیں۔ میں تو یہ باتیں نہیں سمجھتا ہوں۔ ان مجھے فقط اتنا معلوم ہے۔ کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ بہت دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں فلاں سے راضی ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے فرمایا۔ کہ میں کون سا ایسا شخص تار گیا ہے۔ (یعنی مجھ کو تو یہی الفاظ کام دیکھے ہیں) کیونکہ جب بیٹے سے والد راضی ہو۔ اور خصوصاً اس حالت میں کہ پیر و مرشد بھی وہی ہو۔ تو بیٹے کی بڑ بڑ اور کیا سعادت ہوگی۔ دیگر۔ ماہ صفر سنہ مذکور کو پھر اکیس دن نماز عصر کے بعد دربار عالیہ میں بیٹھنے کا فخر حاصل ہوا۔ آپ نے زبان مبارک سے بیان فرمایا۔ کہ اگلے دن حبیب اللہ شاہ حیدرآبادی نے جو محمد علی شاہ صاحب کا خلیفہ ہے۔ مجھے ایک حدیث سنائی تھی۔ متن تو یاد نہیں۔ مگر مضمون یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت رسالت پناہ صلعم کبھی دست بابرکت میں عرض کیا۔ کہ حضور کو یہی نہایت اعلیٰ عبادت ایسا فرماؤں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ میری سنت کو دیکھنا۔ حضرت غریب نواز کا کہنا ہے۔ کہ دیگر۔ ماہ صفر سنہ مذکور پھر اکیس دن نماز ظہر کے بعد دربار عالیہ میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ صاحبان مہاران شریف بھی تشریف رکھتے تھے۔ اور ایک شخص مستی عالم شاہ حکیم انوالہ جو رنگ میں لہجہ مہارت رکھتا تھا۔ نیز حاضر تھا۔ حضرت غریب نواز نے شاہ حکیم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے غزل تو کہئے۔ جبکہ ایک شعر یہ ہے۔

بفرغِ دل زمانے نظرے باہرے | بزان کہ چتر شاہی ہم عمر مانے دہرے

الغرض شاہ مذکور نے نہایت عجیب طرز سے اس غزل کو گانا شروع کیا۔ حضرت غریب نواز نے اس بیت کو کئی دفعہ زبان مبارک سے فرمایا۔ اور صاحبان مہارآن شریف کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔ کہ کیسا عمدہ شعر ہے۔ شاہ جی نے چند غلطیاں بھی پڑھنے میں کی تھیں۔ جنکی آپ نے اصلاح فرمائی اور کئی دفعہ اس غزل کا تکرار کرایا۔ اور بعد آئے شاہ جی کو فرمایا۔ کہ اب یہ شعر نائے۔

صحت پوزار کھتا ہے آزار آپ کا | عیسے کی نبض دیکھے ہے بیمار آپ کا

آپ نے اس شعر کو بھی مکرر کہنے کا ارشاد فرمایا۔ اور حاضرین (صاحبان مہارآن شریف) کو یہ بیت مخاطب کر کے فرماتے تھے۔ واہ وا کیا اچھا شعر ہے۔ دوسرے دن جبکہ آپ اپنے بنگلہ میں نشست فرمائے تھے۔ اور حبیب شاہ بھی حاضر خدمت تھا۔ اور عالم شاہ مذکور بھی موجود تھا۔ حضرت غریب نواز نے پھر اس غزل کے کہنے کا شاہ جی کو ارشاد فرمایا۔ اور آپ حبیب شاہ فرماتے تھے۔ کیا اچھا شعر ہے۔

حضرت غریب نواز کی سخن گوئی۔

بفسدِ غمِ دل زمانے نظرے باہرے | بزان کہ چتر شاہی ہم عمر مانے دہرے

ایسا ہی آپ نے پندرہ روز اور بھی کئی دفعہ اس غزل کو سنا۔ اس شعر کا مطلب اصلی صوفیوں کا نامین ہم بندہ نفس کیا چھوٹے ہیں (یعنی) دیکر۔ ماہ صفر سنہ مذکور پھر یکدن دربار عالی میں بیٹھنے کی عزت حاصل ہوئی۔ گرمی سخت تھی۔ نکھار طارک تھا۔ اور حبیب علی شاہ بھی حاضر خدمت تھے۔ حضور غریب نواز نے شاہ صاحب پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی گزری ہوگی۔ شاہ صاحب نے عرض کی کہ غریب نواز سے سو زیادہ اور ۸۰ سے کم آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ معین معلوم نہیں ہے، شاہ جی نے جواب دیا۔ کہ غریب نواز! ٹھیک نہیں۔ اسکے بوا آپ نے کہا۔ کہ میری عمر بھی ۴۷ سال سے متجاوز ہے۔ اسکے فرمایا۔ کہ میرے ہونیسے پہلے ہمیشہ گان پیدا ہو چکی تھیں۔ اور جب میں شکم مادر میں تھا۔ تو شہر کی عورتوں کا کہا۔ کہ اب اگر زندہ بھی پیدا ہو۔ تو بھی وہ کم نصیب ہوگا۔ کیونکہ وہ ۳ لڑکیوں کے بعد پیدا اس بات کے سننے سے میری والدہ صاحبہ بہت پریشان ہوئیں۔ اور انکے دل میں طرح طرح کے برے خیالات پیدا ہوئے۔ غرض اللہ صاحب نے جا کر خاجہ صاحب کی خدمت میں جا کر

جب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ خبر سنی۔ تو آپ نے میری والدہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مائی حنت تسلی کر میں
 بھی تو کتنی بہنوں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو لڑکا تیرے پیٹ میں ہے۔ بچتا اور ہوگا۔ سب
 بڑے خیالات دل سے ترک کر دے۔ جب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اس طرح تسلی دی۔ تو پھر انکی تشفی
 ہوئی۔ اس کے بعد حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ جب میں پیدا ہوا۔ تو اس وقت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ
 ہمارا ان شریف میں تھے۔ اور ابھی ۴ دن انکی تیاری وطن میں باقی تھے۔ کہ میرے پیدا ہونے کی خبر سنی
 اور اسی دن روانہ ہو گیا اور وہ کر لیا۔ اور جب صاحبزادہ صاحب ہمارا ان شریف نے اس غیر معمولی جلدی
 سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ غریب نواز! بر خودار گل محمد کے گھر فرزند زینہ تولد ہوا ہے۔ اسکے دیکھنے
 کا شوق ہے۔ عرض خواجہ صاحب اسی دن اجازت حاصل کر کے روانہ ہوئے۔ اور انکی رکاب میں بیان
 صالح محمد اور مولوی علی محمد دونوں بھائی بھی موجود تھے۔ اپنے تاریخ نکلنے کا ارشاد فرمایا۔ جب میا صاحب محمد
 نے یہ خبر سنی۔ تو انہوں نے اپنے بھائی مولوی علی محمد کو رو سے کہا۔ اور مولوی موصوف نے تھوڑی دیر
 سوچ کر اظہار کیا۔ کہ میں نے انکی تاریخ تولد زہے پیدا رخت میں پائی ہے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ
 مادہ تاریخ استمل فرمایا۔ تو مسترت ظاہر فرمائی۔ اور بہت پسند فرما کر اظہار کیا۔ کہ تاریخ موافق کو دکا
 اور خواجہ صاحب اکثر یہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمارا یہ لڑکا بچتا اور ہے۔ جب پیدا ہوا ہے۔ اسی تاریخ سے
 فقیروں کا فاقہ چلا گیا ہے۔ اور لنگر شریف میں بہت فراخی ہوئی ہے۔ خود حضرت غریب نواز نے بھی اس وقت
 بیان فرمایا۔ کہ میں نے اپنے کانوں سے بھی یہ بات بہت دفعہ سنی ہے۔ کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ
 جب سے یہ بچہ ہمارے گھرمیں پیدا ہوا ہے۔ لنگر شریف کی تنگی چلی گئی ہے۔

دیکھو۔ ایک دن بعد نماز عشاء دربار منعقد ہوا۔ عالم شاہ حکیم الزوالہ بھی بیٹھا تھا۔ اپنے اس وقت پہلے سید
 علی شاہ مجذوب سکنا قصبہ جلال علاقہ بیکانیر کا ذکر فرمایا۔ کہ وہ اکثر تو شریفین میں آتا تھا۔ اور
 کسی کو بھی ناز پڑھتا تھا۔ اور اکثر دن رات توبہ توبہ کرتا تھا۔ اور رائے و مہوی کی آواز نکلتی تھی۔ اسکے بعد
 اپنے اپنے محنت بیمار ہونے۔ اور والد صاحب کی چھینی اور جمال شاہ صاحب کا خواب وغیرہ کا ذکر فرمایا
 کہ جب شروع میں یہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت غریب نواز نے بیان فرمایا۔ کہ جب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ
 انتقال ہوا۔ صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب فرزند کال صاحب رضی اللہ عنہ تولد شریف آئے۔ اور
 مستابندی اس وقت معلوم ہوا۔ کہ دستار بندی اسے کہتے ہیں۔ جمال شاہ مذکور کے ذکر میں اپنے

یہ حکایت بھی فرمائی تھی کہ ایک فوجی شریف کو جاتے ہوئے علاقہ بیکانیر میں ایک قصبہ میں اترے۔ اور دریافت کیا کہ جلالہ کتنی دور ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فقط ۲ میل ہے۔ اسپر ہم بہت خوش ہوئے اور جمال شاہ کے دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ ایک مہربان کو راستہ دکھانے کی واسطے ساتھ لیا۔ اور جلالہ میں پہنچ گئے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ جمال شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ بات اس کے گھر سے معلوم ہوئی تھی۔ اور جواب دینے والی سب عورتیں تھیں۔ اور مرد کہیں کام کاج کیلئے باہر گئے ہوئے تھے۔ ہماری ان نیک عورتوں نے بڑی تواضع کی۔ اور انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے گہروالے آج یہاں نہیں ہے۔ ورنہ وہ پوری پوری خدمت کرتے۔ آخر ارادہ کرستان میں جائیگا کیا۔ اتفاق سے پھر بھی ایک راہ پر ہوا جب قبرستان میں پہنچے۔ تو میں نے اس مہربان سے کہا کہ تو مجھ کو جمال شاہ کی قبر تو نہ دکھلا۔ مگر وہ صاف دکھائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور مجھ کو وہ صاف دکھا دی۔ جہاں قبروں کے علاوہ سب پر جمال شاہ حرم کی قبر بھی تھی۔ میں ایک قبر پر کھڑا ہوا۔ اور اس سے کہا کہ آیا یہی جمال شاہ کی قبر ہے؟ اسپر وہ مہربان پاؤں پر گر پڑا۔ اور پوچھنے لگا کہ آپ نے اس کی قبر کیوں نہ دکھائی؟ میں نے جواب دیا کہ قیافہ سے دریافت کر لیا ہے۔ کیونکہ آدمی کی قبر اسکی صورت کی منظر ہے۔ اسکے بعد ہم واپس پہلا سر میں آئے۔ جب نماز پیشین کا وقت ہوا۔ تو جمال شاہ کی قبر پر عورتیں آئیں۔ اور ایک بڑا ڈھاکو ان کے سپرد کر دیا اور گھسی کو مالیدہ کر کے لائیں۔ اور مٹھائی بھی بہت سی لے آئیں۔ اور بہت سی خاطر تواضع کی۔ اور پھر بھی یہی کہا۔ کہ اگر وہ گہروالے ہوتے۔ تو خدمت کا پورا پورا حق ادا کرتے۔ افسوس کہ وہ آج گھر میں نہیں ہیں۔ العزیز نے وہ کہا نا ہمارے بیویوں کو بانٹ دیا اور وہ نیک عورتیں گھر کو چلی گئیں۔ یہ ذکر ختم کر کے اپنے اسد خان حاکم ہمدانگہس کا ذکر فرمایا کہ بعض وقت وہ خلاف مرضی خواجہ صاحب کام کرتا تھا۔ اور ایسے موقع پر نقصان اٹھاتا تھا۔ چنانچہ اسد خان کی ایک فوجہ (منکوہ) تھی۔ ایک دن وہ ایک اونٹ پر سوار ہوئی۔ اور اس اونٹ کی رفتار اسکو بہت پسند آئی۔ پس خان مذکور کے پاس اس اونٹ کی تعریف کر کے وہ اونٹ لے لیا۔ یعنی خان مذکور نے جبراً وہ اونٹ چھین لیا۔ پھر اونٹ والا رو پٹیا۔ خواجہ صاحب کج خدمت میں آیا اور آکر فرمایا کہ اسد خان نے میرا شتر غصب کر لیا ہے۔ آپ نے اسکی تسلی کی۔ اور خان کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ وہ اسکا اونٹ واپس کر دیوے۔ خان

نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ یا تو مجھے کہہ سے نکال دے۔ یا قتل کر ڈال۔ پھر میں اونٹ
 دوں گی۔ اور چونکہ اس وقت اونٹ ارڈان تھے۔ اُسکی اصلی قیمت سے غلے روپے زیادہ کر کے خان
 مذکور نے خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھیجے۔ اور گزارش کی۔ کہ میں اصلی قیمت سے غلے زیادہ
 حضور کی خوشنودی خاطر کیوں بھجھتا ہوں۔ یہ سب روپیہ صاحب شتر کے حوالہ فرمایا جاوے۔
 جب اونٹ والے سے پوچھا گیا۔ تو اسے آٹھ آٹھ آنسو رو کر فریاد کی۔ کہ میں ہرگز ہرگز اپنے اونٹ
 (بگڑی نام) کو فروخت نہیں کرتا۔ بگڑی واپس لایا جاوے۔ غرض خواجہ صاحب نے کہلا بھیجا۔ کہ صاحب
 شتر مبالغہ نہیں لیتا۔ اسکا اونٹ واپس دیا جاوے۔ ورنہ بگڑی کے چار پاؤں ہیں۔ ہر ایک پاؤں
 لکڑا رنگا۔ اس پر خان مذکور نے اونٹ واپس کرنا چاہا۔ مگر اس عورت نے وہی جواب دیا۔ اور خان
 مذکور نے عورت کی دشمنی گوارا نہ کی اور شومی طالع کے سبب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حکم سے
 اعراض کیا۔ مگر بہت مدت نہ گزری تھی۔ کہ اسکے خیمہ سباب میں (خان کے دو خیمے تھے۔ برف اور حضری
 حالت میں اپنے پاس کھنا تھا۔) آگ لگ گئی اور اسکا سدا اسباب حتی کہ بدن کے کپڑے بھی جل گئے
 اور اسکا تمام کنبہ تنکا اور رہنہ تھا۔ گرد و نوح کے لوگ خبر پا کر کپڑے لے آئے۔ اسپر خواجہ صاحب نے
 لکھ بھیجا۔ اب بھی ہوش کر۔ یہ بگڑی کے ایک پاؤں کی لکڑی ہے۔ مگر اس نے پھر بھی کوئی خیال نہ کیا۔ غرض
 ابھی اس واقعہ کو بہت مدت نہ گزری تھی کہ ایک سیکھ سردار تھا۔ جو رنجیت سنگھ کی طرف سے وہاں
 حاکم تھا۔ اُس نے اسد خان کو خبر لکھا۔ کہ تو میرا پاس چلا آ۔ تاکہ میں رنجیت سنگھ کے پاس تیری
 سفارش کروں۔ تاکہ وہ اس سے زیادہ آپ کو مالک دیوے۔ اسد خان طمع کر کے بمقام لیتے پہنچا۔ اسکا
 پہنچنا تھا۔ کہ فوراً اس سکھ نے اسکو گرفتار کر لیا۔ اور سید ہالاہور بھیجا۔ جہاں کہ وہ سال کے قریب
 مقید رہا۔ اور پھر ملتان میں ایک مدت دراز تک مقید رہا۔ خواجہ صاحب نے اس عورت کو کہلا بھیجا۔ کہ یہ
 خان کو بگڑی کے دو سکھ پاؤں کی لکڑی ہے۔ مگر اسکے بعد خواجہ صاحب کہی فرماتے۔ کہ مگر وہاں
 کہ خداوند کریم خان دیان تقصیر ان معاف کرے۔ اور کہی فرماتے۔ کہ اسد خان کو اسو اسطے قیام عورتانی
 نہیں ملتی۔ کہ اس نے مولوی صاحب مکہ والہ کی کشتی فارسی کی تھی۔ اور مولوی صاحب بڑا غیور ہو
 غرض جب خان کی رہائی ہوئی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ تیری شامت اعمال نے تجھے یہ برہنوں
 دکھائے۔ ورنہ ہم تو دنیا بھی بہت کرتے تھے۔ حضرت غریب نواز نے یہ حکایت ختم کی۔ اور اسکے بعد

آپ خواب استراحت میں جو رشک بیداری عالم ہے سو گئے *

دیگر۔ ایک دن تاخیر نماز عشا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ خواجہ صاحب مغفورہ عشا کی نماز دیر سے پڑھتے تھے۔ اور غالباً ان کے رات کا وقت ہوتا ہوگا۔ گو اس وقت گھڑی گھنٹے یہاں نہ تھے۔ مگر قیاس اور اندازہ ہی ظاہر کرتا ہے۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا طرح استراحت و آرام کی وجہ سے (کفسری مؤلف) نماز میں تاخیر نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مغرب اور عشا کے درمیان استدر اور ادو وظائف کا معمول رکھتا ہوا تھا۔ کہ ان کے جاگ مشکل سے فراغت ہوتی تھی۔ اور اس عرصہ میں ایک منٹ بھی فرصت نہ ہوتی تھی۔ اسکے بعد حضرت غریب نواز نے خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اور ادوین العشاءین کی تشریح فرمائی۔ کہ خواجہ صاحب نماز شام کے بعد دیر تک نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ اور اسکے بعد کچھ دیر چہر کرتے تھے۔ بعد حضرت قبلہ عالم کے روضہ پاک (مشرق) کی طرف متوجہ ہو کر کچھ پڑھتے تھے۔ بعد کچھ دعا مانگتے تھے۔ اسکے بعد ارباب حلاج کیا مرو کیا عورتیں آکر قد موبی کا شرف حاصل کر کے اپنے عرض و معروض خواجہ صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتی تھیں۔ اسکے بعد آپ خاصہ نوشجان فرماتے تھے۔ اور تازہ وضو کر کے عشا کی نماز کی واسطے تیاری فرماتے *۔

دیگر۔ ایک دن ماہ صفر سنہ زکوریہ میں نماز عصر کے بعد دولت صحبت حاصل ہوئی۔ اس وقت مولوی خدابخش جراح۔ صاحبی حافظ غلام نبی نابینا حاضر خدمت تھے۔ حضرت غریب نواز نے مولوی صاحب سے استفسار فرمایا۔ کہ نماز کی صف بندی کے وقت جو حافظ دو حدیثیں صف کی برابری کی واسطے پڑھتے ہیں۔ آیا کتب احادیث میں آئی ہیں۔ یا نہ۔ اسکے بعد آپ نے حافظ جی سے پوچھا۔ کہ وہ دو حدیثیں کون سی ہیں۔ حافظ جی نے دونوں پڑھ دیں (۱) سَوُّوْصُفُوْكُمْ فَاِنْ تَسْوِيَةُ الصَّفِّ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلَاةِ۔ (۲) اَقِيْمُوْصُفُوْكُمْ فَاِنْ اِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ حَسَنِ الصَّلَاةِ۔ اس پر مولوی صاحب نے عرض کی۔ کہ غریب نواز! سَوُّوْصُفُوْكُمْ الْاَخْرَجَ۔ کتب احادیث میں دیکھا گیا ہے۔ مگر ثانی نظر سے نہیں گذری۔ اسپر حافظ جی بول اٹھے۔ کہ غریب نواز عرب شریف میں دونوں پڑھتے ہیں۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ اقامۃ الصلوٰۃ اور حسن الصلوٰۃ میں فرق ظاہر ہے۔ کہ حسن الصلوٰۃ کا اطلاق مستحبات پر ہے اور حسن الصلوٰۃ کا اطلاق موکدات و ضروریات پر ہے۔ اسکے بعد آپ نے مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ مولانا کیونکر ہے۔ مولوی خدابخش

نے عرض کی۔ غریب نواز! بجا اور درست ہے۔ اور ساتھ ہی مولوی صاحب بند کو رنے عرض کیا۔ کہ غریب نواز
کتب احادیث میں آیا ہے۔ کہ ایک نمازی در حالیکہ امام کے پیچھے اقتدار کے نیت کر چکا ہو۔ اور دیکھے
کہ صف اول میں فرج ہے۔ پس اس فاصلہ کو بند کرے۔ اس پر حضرت غریب نواز نے حضرت صاحبزاد
حافظ محمد مہدی صاحب فرزند اکبر کبریٰ کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ دیکھئے سائین نماز کو اسطے کسی تاکید شدیدی
کہ نماز میں روانہ ہو کر فرج بند کرے۔ *

دیگر... ماہ صفر سنہ مذکور میں نماز شام کے بعد دربار حضور پر نور میں اجلاس کی عزت حاصل ہوئی
حضرت غریب نواز چینی مسجد میں رونق افروز تھے۔ کوئی اجنبی کہیں سے آیا۔ اور عفو تقصیرت کے لئے
ہائے وہوئی کرتا تھا۔ اور زار زار روتا تھا۔ شاید حضرت غریب نواز کی خاطر مبارک اس سے آشفقت ہی
پس آپ نے چند باتیں سرزنش کے طریق پر فرمائیں۔ مگر وہ روتا تھا اور رونا بند نہ کرتا تھا۔ اپنی قطعہ پڑھا

۵	نہ کشتی و نہ نوح لے کر یہ شیوخ	چنین بگیاہ چہ طوفان تازہ کردی
	طیب ماجزاک اللہ خیرا	کہن درشے زوزمان تازہ کردی

الفسد فی آپ نے اس کو مکر پڑھا۔ ۵

زودت راتے وارم کہ در کشتن کے آید	خدا این در ورا از آفت درمان نگہ دارو
----------------------------------	--------------------------------------

شاید اشعار بالا واقف نامی شاعر کے تھے۔ منشی عبداللہ نے عرض کی۔ غریب نواز واقف کا اصنام
کیا ہے۔ حضرت غریب نواز نے سر جھکا کر تھوڑی دیر سوچا۔ اور پھر فرمایا۔ کہ واقف کا نام نور العین
درد چشمہ ہے۔ اسکے بعد حضرت غریب نواز نے قہر فرمایا۔ کہ وہ (معلیٰ خان) میں نواب عبدالجبار خان
کے پاس ایک شاعر تھا۔ مسکین تخلص کرتا تھا۔ اور نور العین واقف کے ساتھ بڑی مدت مقابلہ کرتا تھا
ایک دوسرے کے جیسا کہ شاعرین کا دستور ہے۔ دونوں بھولتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ واقف نے مسکین
کی ہجو لکھی۔ اور وہ نظم اسکے پاس بھیج دی۔ مگر نظم میں واقف نے مسکین کے لئے کئی کئی
شہرین نامہ تھا۔ اس نے یہ الفاظ با اعراب لکھ کر واقف کے پاس بھیج دیے۔ اور واقف نے اسے
پس اسدن کے بعد مقابلہ ہمیشہ کو اسطے بند ہو گیا۔ اور واقف نے کہا۔ کہ اگر میں ہجو میں آسمان تک
ارتقا کر جاؤں۔ اس ہجو سے عہدہ برا ہونے کا نہیں۔ *

دیگر۔ ایک دن آپ نماز ظہر کو اسطے مسجد میں تشریف لارہے تھے۔ آپ نے پیشتر پڑھا۔ اور اسکو

شاعرانہ نازک سخن

سہ کر فرمایا۔ کہ مجھے یاد ہو گیا۔ ۵

اگن نفا فل یزین بیشتر کمی ترسم | اگن برند کہ این بندہ بی خداوند است

لیک رات آپ اس شعر کا تکرار فرماتے تھے۔ ۵

قرب جی بشاوارم و بعد بدینی | ہجو درج نبی حال و پس قرنی

ویکر۔ ایک دن تارک الصلوٰۃ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت غریب نواز نے مولوی خدائش صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ مجھ کو وہ حدیث بہت پسند آئی ہے۔ کہ خوک شکر کرتا ہے۔ کہ مجھ کو رب تعالیٰ نے خوک بنایا ہے۔ بے نماز تو نہیں بنایا۔ اپنے اسطرح بیان فرمایا تھا۔ کہ خوک نے بدگاہ رب الارباب آہ و نال کیا۔ کہ یا تعالیٰ لوگ مجھ کو خوک خوک کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر تو اس نام سے راضی نہیں ہے۔ تو تیرا نام بے نماز رکھتا ہوں۔ تب اس نے عرض کی۔ کہ یا الہی مجھے یہ نام منظور ہے۔ بے نماز میرا نام نہ ہو۔

ویکر۔ آپ ایک ات بڑے بنگلہ میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں کو بھی دربار عالیہ میں ہادیابی حال ہوئی۔ جناب علیشاہ بھی موجود تھا۔ آپ نے روسے مبارک شاہ جی کی طرف کر کے فرمایا۔ کہ جب خواجہ صاحب بزرگوار علیہ الرحمۃ والنظران من رب اللہ ان کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو معرکہ ہم پرانہ میرمھائیوں نے خواجہ صاحب کچھ مدت بابرکت میں میری دعا طلبی کیوں اسطے گزارش کی۔ اور میری والدہ صاحبہ نے بھی اگر دعا کا تعاضلے کیا۔ آپ اسوقت چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میں بس بیٹھا تھا۔ آپ نے سرک کر اپنی بیٹی میری سینہ سے لگائی۔ اور میری والدہ صاحبہ نور اللہ مرقدہ کو فرمایا

مائی جنت استانی کہ کہ ہم دونوں ایسے ہیں جیسا کہ اسوقت ۵

ویکر۔

مقابل بنگلہ میں تشریف فرما تھے جناب علیشاہ حیدر آبادی بھی حاضر خدمت تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ کوئی خیر وطن سے آئی ہے یا نہ۔ شاہ ندکور نے عرض کی۔ غریب نواز چپٹی تو کوئی نہیں آئی

بلکہ ایک تار حضوریکم صاحب کا آیا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ کیسا تار دیا ہے۔ اسپر شاہ جی نے جب سے پرچہ

تار نکال کر حضرت اقدس کے دست مبارک میں دیا۔ لکھا ہوا تھا۔ ”تم کو مبارک ہو جلدی گھر آؤ“

حضور نے فرمایا۔ کہ خیر خیر انویں ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ فرما کر شعر زبان مبارک سے پڑھا

پیر میخانہ ہی کہتا ہے ہر اک بندے

صحبتِ زائد سے جتنا ہو سکے پرہیز کر

آپ نے اس شعر کو مکر فرمایا۔ اور اسکے بعد مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا۔

جامی از عشق مگو نکتہ بزاید کہ بود

مہر محلِ راستے و بہر سخنِ راستے

اس شعر کو بھی آپ نے کئی دفعہ پڑھا۔ اسکے بعد عشق کے متعلق خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے وقت

کی یہ بات استفادہ فرمائی۔ کہ ایک دفعہ کوئی شخص خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر

ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ غریب نواز احبہ عشق عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اشکے وے کا کاشکے۔ برسوں

گذر گئے ہیں۔ کہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ عشق وہی گڈا گڈا ہین اساکوں لت لائے گا۔ اور تو ہم سے جہ

عشق طلب کرتا ہے حضور غریب نواز نے اسکے بعد خواجہ صاحب مرحوم کا یہ ذکر خیر فرمایا۔ کہ قاضی حسن علی

نام ایک شخص گذرا ہے۔ جس نے قصہ لیلان کو ران۔ جام صبر۔ جو کہ عاشق و معشوق گذرے ہیں

دونوں کو نظم کیا ہے۔ اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ اسکے قصہ منظوم کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور آپ کا

معمول تھا۔ کہ بعد نماز ظہر آستابہ بیکر قضاے حاجت کی واسطے شہر سے دور تشریف لوجاتے

تھے۔ ایک دن جو خواجہ صاحب عادت مستمرہ کے بموجب آستابہ ہاتھ میں لئے ہوئے جا رہے تھے۔

ایک شخص عمر نام جو قاضی مذکور کی اولاد میں سے تھا۔ آکر قدم بوس ہوا۔ اور بہت عجز و انکسار

ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آج تمہارے گورستان چلین۔ عرض وہ جوان خواجہ صاحب

علیہ الرحمۃ کے ساتھ ساتھ چلا۔ اور آپ موضع ٹب میں جو کہ قون شریف سے دو میل شمال ہے۔ اور

قاضی صاحب کے خاندان کا قبرستان وہاں ہی ہے۔ تھوڑی سی دیر میں پہنچ گئے۔ اور اس ساتھی

عمر کو ارشاد فرمایا۔ کہ تو قاضی صاحب کی ہم کو قبر تونہ دکھا۔ مگر وہ صفت دکھائے جس میں قاضی

کی قبر ہے۔ نام بردہ نے ایسا ہی کیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب ایک قبر پر اکھڑے ہوئے۔ اور فرمایا

کہ یہی قبر ہے۔ سستی مذکور نے عرض کی۔ کہ ہاں حضور! یہی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے لگا اسکی قبر

کو پہچان اسوٹا لیا ہے۔ کہ اس سے عشق کی بو آتی ہے۔

دیکر۔ ایک دن پھر دربار منعقد ہوا۔ جس میں شاہ حاضر خدمت تھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ غریب

پہلے سالوں میں حیدرآباد میں ایسی قحط سالی ہوئی۔ کہ لوگ اپنے بچوں کو پانچ چہ آنے کے عوض

فروخت کرتے تھے۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ ہمارے ملک میں بھی قحط سالی ہوتی ہے۔

مگر ایسی تو کہی نہیں ہوئی۔ کہ لوگ اولاد کو بچپن۔ اور مولوی خدائش صاحب کی طرف توجہ
 فرما کر ارشاد فرمایا۔ کہ کیوں مولوی جی۔ اگر یہاں قحط سخت پڑے۔ تو بھی یہاں کے لوگ اولاد کو بچانے
 سے روک کر اس کے عوض بھی نہ بچانگے۔ اسکے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ بھلا آپ کے وطن کے لوگ کیوں نہ بچوں کہ
 بچیں۔ کہ ساری عمر جاوا۔ پلاؤ۔ زروہ اور نعمتیں کہاتے رہتے ہیں۔ اور ہم لوگ تمام عمر جوار۔ باجرہ
 کہاتے ہیں۔ اسکے بعد آپ نے یہ حکایت فرمائی۔ کہ ہم ایک دفعہ اجمیر شریف سے واپس آئے تھے
 اور قصبہ ریواڑ میں آئے۔ اور کئی آدمی اس شہر کے ہمارے پاس آئے۔ اور چند
 بھی آکر بیٹھے۔ پس شہر کے آدمیوں نے ذکر کیا۔ کہ یہاں بہت دفعہ ایسی قحط سالی ہوتی ہے
 کہ لوگ اولاد کو بچ دیتے ہیں۔ اور آدمی آدمیوں کو کہا جاتے ہیں۔ پس حضرت غریب نواز نے
 ان سے پوچھا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ ہمارے ملک میں تو ایسا قحط کبھی نہیں ہوتا۔ اور تعجب ہے۔ کہ تم لوگ
 اس بلایں متلا ہو۔ پس وہ سب خاموش ہو گئے۔ مگر ایک سکرہ بول اٹھا۔ کہ اگر اجازت ہو۔
 اسکا سبب ہمیں ظاہر کرنا ہوں۔ جب اجازت دی گئی۔ تو اس نے کہا۔ کہ آپ مجھے نہیں سمجھا
 میں آپ کے ملک میں بہت دفعہ گیا۔ اور بہت مدت وہاں رہا ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ
 آپ کے ملک کے لوگ بڑے جفاکش اور محنتی ہیں۔ تو بھی آدھ سیر سے زیادہ ہرگز نہیں کہتے
 اور یہاں کے لوگ کچھ مزدوری نہیں کرتے۔ اور اکثر قلم ہاتھ میں لئے بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر
 کے قریب کہا رہتے ہیں۔ اور انکے چوٹے لڑکے بھی سیر آدھ سیر کے قریب کہا جاتے ہیں۔ پس
 اگر آدھ سیر کہانے کو آدھ پاؤ لگا ہے۔ تو ہرگز نہیں مر گیا۔ ان اگر دو سیر کہا نیوالے کو آدھ

یا وٹے۔ تو وہ البرہ مر جاوے گا۔

۲۹ ماہ ۱۱۰۰ ہجری میں رونق بخش تھے۔ شیخ غلام رسول صاحب
 بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے انکو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ نگس کے مارنے میں کیا حکم (شیخ) ہے۔ آیا
 مارنا گناہ ہے۔ یا نہ۔ پس شیخ نے عرض کی۔ کہ غریب نواز۔ اگر انڈیا ہے۔ تو اسکے ما
 میں گناہ نہیں۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ یہ بچاری کیا ایذا دیتی ہے۔ یونہی اڑتی
 اور بدن پر بیٹھتی ہے۔ گویا آپ نے جواب کو حقیر تصور فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص نکہٹا
 لگا۔ آپ نے اسکی طرف دیکر فرمایا۔ کہ تو وہی شخص نہیں ہے جو لنگر کی واسطے لکڑیاں لایا

۱۱۰۰

اس نے عرض کی۔ کہ ہاں غریب نواز۔ میں وہی علام ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے تجھے نہیں پہچانا۔ اگلے سال تو تیری گبی (سفید) ڈاڑھی تھی۔ اور اب رتی (خناشدرہ) ہے۔ اس نے عرض کی کہ حضور! ایک شخص نے میندی لگائی تھی۔ مجھے کہا۔ کہ تو بھی لگالے۔ میں نے لگالی۔ حضرت صاحب نے

فرمایا۔ کہ کوئی جو مکالہ ملی بیٹھا ہووے۔ اتنی تیکون آکھے۔ توں بھی مل تان ملیسین چاتان۔ اس نے شرمندہ ہو کر عرض کی۔ کہ غریب نواز میں نے بُرا کیا۔ اُس پر آپ نے مطائبہ فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ

ایا زال بھی یہی دعوت رکھتا ہے (اس نے عرض کی۔ ہاں حضور! آپ نے فرمایا۔ آ کہا ہوشا زلال ورتا تھی ڈکہال۔ آپ تھوڑی دیر خاموش ہو گئے۔ اور پھر حبیب علی شاہ کی طرف خطاب فرمایا۔

شاہ جی حج کو بھی گئے تھے۔ اس نے عرض کی ہاں قبلہ! حج کو بھی گیا۔ اور خود اور شریف بھی گیا۔ مگر سجادہ نشین حضرت محبوب بھائی زہ کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ کیونکہ انکی وہ پٹنیر پرک سنگی واریں لے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور کسی کو اندھانہ کی اجازت نہیں ہے۔ امیر و نکا طریقہ رکھا ہوا ہے آپ

نے فرمایا۔ کہ آیا امیر آدمی لوگوں کو تلوارین مالتے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ امیر کیا ہیں گداہان روزگار شاہ جی نے عرض کی۔ کہ قبلہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ آپ نے ذرا تیزی سے فرمایا۔ کہ لوگ کون سا

وغ کہتے ہیں۔ کہ پنج روپے لیکر خلافت دیتے ہیں۔ شاہ مذکور نے عرض کی۔ کہ غریب نواز اسی

سات ومان ہرگز نہیں ہے۔ کہ ہر ایک شخص آتا ہے۔ اور قد مہوئی حاصل کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں ایسا

یکم۔ یکم بیچ الاول سنہ مذکور بروز شنبہ پھر دربار منعقد ہوا۔ اور حوادث کے متعلق گفتگو شروع

کی۔ حضرت غریب نواز نے مولوی خدابخش جراح کی طرف توجہ فرما کر ارشاد کیا کہ مولوی جی آج

سے سچ ہن خدا مان ڈیوے۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ مولوی جی وہ بارش آپ کو باو سے حبر

گبی مسجد گر پڑی تھی۔ مولوی مذکور نے عرض کی۔ کہ ہاں غریب نواز باو سے بہت سخت بارش تھی۔

تو دن پے در پے بارش ہوئی تھی۔ اور آجتک پھر ویسی بارش نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے پوچھا۔

کہ کتنی مدت ہوئی ہوگی۔ پس مولوی مذکور نے جواب دیا کہ چالیس سال۔ آپ نے گئے ہوئے۔ اسکے بعد آپ

فرمایا۔ کہ غالباً ایسے حادثے چالیس چالیس سال سے ہوتے ہیں۔ کہ چالیس سال سے

اور لوگ کہتے تھے۔ کہ چالیس سال کے بعد یہ حادثے ہوتے ہیں۔ اور چالیس سال سے

ہوئے ہیں۔ اور ان کی عدت سے پہلے آسمان پر زمین کے مابین اور زمین کے مابین اور زمین کے مابین

گہارہ کے کنارے پر حضور نے دیکھا تھا۔ مگر مولیٰ خدا بخش اور حضور کے درمیان تعین وقت میں اختلاف
 تھا اور اسکے بعد منشی عبداللہ نے عرض کی کہ غریب نواز ایک دفعہ دیر کے گہارہ کا پانی سیاہ ہو گیا تھا
 آپ نے فرمایا ہم کو بھی یاد ہے۔ اس وقت ہم کرمپور میں تھے۔ کہ لوگوں نے آکر بیان کیا کہ دریا کا پانی
 بہت سیاہ ہو گیا ہے۔ اس پر ایک آدمی کو بھیجا گیا۔ کہ وہ دریا سے دلوہر کر لائے۔ پس آدمی و لوہر
 سے بھر کر لے آیا۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ کہ پانی اُسکا نیل کی طرح سیاہ ہو گیا ہے۔ مگر اسکا
 ذائقہ تبدیل نہ ہوا تھا۔ اسکے بعد اور بھی چند ذکر اذکار و حادثات اور تغیرات کے متعلق ہوئے۔ آپ نے
 فرمایا کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ ہم ان مصائب سے بفضل الہی محفوظ رہیں۔ جب بلیشاہ کہتا ہے۔ کہ چہا
 کی طرف ایسا قحط پڑا۔ کہ لوگوں نے اپنی اولاد کو چار پانچ آنہ کو بیچا ہے۔ اگلے دن ایک اخبار میں
 لکھا تھا۔ کہ کشمیر اور دہلی میں زلزلہ آیا۔ اور اس سے پہلے کشمیر میں ۴۰ زلزلے لے کر آئے ہیں
 اسکے بعد آئے فرمایا کہ ایک دفعہ کلاچی جانیکا اتفاق ہوا۔ وہاں چند گڑھے زمین میں پڑے تھے لوگوں نے
 سبب دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ یہاں ایک بڑا سخت زلزلہ آیا تھا۔ جس سے زمین شوق ہوئی
 ہے۔ اسکے بعد یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ عثمان مہجھی ذکر کرتا تھا۔ کہ ایک دفعہ اسکا باپ کہیں جا رہا تھا
 اچانک نہایت سخت زلزلہ آیا۔ اور اس سے زمین شوق ہو گئی۔ اور اسکا باپ اس گڑھے میں گر پڑا اور
 ہر امیوں نے ہر چند زمین کو کہووا۔ کہ اسکی لاش نکالیں۔ مگر کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ اللہم
 بحفظنا من کل بلاء و الدنیا و الآفات + + +

دیگر۔ بروز پہاڑ شنبہ دو ظہر مع الاول سنہ مذکور پھر دربار منعقد ہوا۔ کہ میں گری کی وجہ سے حضرت
 غریب نواز کے اوپر دستی پنکھا ہلا رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص منشی احمد علی سکھ میا نوالی نے پنکھا میرے
 ہاتھ سے لے لیا۔ اور وہ ملائے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمد علی مذکور نے عرض کی کہ غریب نواز زمین
 موجود ملازمت معلیٰ سے تنگ آیا ہوں۔ دعا فرمائیں۔ کہ خدا نوکری سے جان چھڑائے۔ اور کوئی اور
 ذریعہ معاش ہوئے۔ اور نامبروہ اس گزارش کی وقت ابدیدہ تھا۔ پس آپ نے اسکو تسلی دی اور
 فاتحہ خیر کیلئے دو نوٹا تھ اٹھائے۔ اور بعد فرمایا کہ نماز عشا کے بعد سوار سورہ الم نشرح ورد کیا
 کرو۔ اگر خداوند کریم نے چاہا۔ تو تقصیر معاف ہو جاوے گی۔ کچھ دیر کے بعد احمد علی نے جرات پا کر عرض
 کی کہ غریب نواز امیا نوالی میں ایک وٹا بی ہے۔ جو کہ کہتا ہے کہ شیطان تو کوئی بھی نہیں آپ

مصائب دنیا

استفسار فرمایا کہ اسکا نام کیا ہے۔ احمد علی نے عرض کی کہ غریب نواز! اسکا نام فیروز الدین ہے۔
صنور نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ کیونکہ شیطان کو جب یقین ہوتا ہے کہ فلان شخص تو میری مانند
ہے۔ تو اسکے پاس ایک دفعہ بھی پھیرا نہیں پیندا۔ پس اسکو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شیطان
ہے۔ مان جہن صلاحیت ہے۔ تو ابلیس اسکی اغوا میں کوشش کرتا ہے۔ اسواسطے وہ شخص ضرور
ابلیس کا وجود تسلیم کرتا ہے۔

دیگر۔ بروز شنبہ پنجم ریح الاول نماز ظہر کے بعد سعادتِ صحبت حاصل ہوئی۔ آپ قرآن مجید کی
تلاوت فرما رہے تھے۔ اور حبیب علی شاہ رخصت لینے کیلئے حاضر خدمت تھا۔ جب آپ تلاوت
سے فارغ ہوئے۔ تو شاہ مذکور سے پوچھا کہ شاہ جی! بس جاتے ہو۔ انہوں نے عرض کی۔ مان غریب نواز
رخصت فرماؤ۔ اسکے بعد آئے یہ حکایت (بطا سربے تقریب) بیان فرمائی۔ کہ حضرت مولانا فخر الحق
والدین کی عادت مبارک تھی۔ کہ زیارت مشائخ کی واسطے انہوں نے روز مقرر کر رکھے تھے۔ چنانچہ
شنبہ خواجہ قطب صاحب کی زیارت کو اور چار شنبہ زیارت حضرت سلطان المشائخ۔ اور شنبہ حضرت
چراغ دہلوی رضی کی زیارت کو تشریف لیجاتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ حضرت مولانا صاحب کو ہمیں
ہمراہ لیگئے۔ اسکے بعد کسی شخص نے دیکھا۔ کہ حضرت مولانا صاحب اپنے معمول کے برخلاف زیارت
مشائخ تھیلے جاتے تھے۔ پس اس نے سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بادشاہ مجھ کو
اپنے ساتھ کسی جگہ لے گیا تھا۔ اب جبر نقصان یعنی تلافی مافات کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ اسکے بعد
آپ نے یہ حکایت بھی بطا سربے تقریب استفادہ فرمائی۔ کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی سے کسی نے پوچھا

کہ سیکون اولیا خدا سے تان ڈسو۔ پس خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ اولیا خدا کو سب سے
و دین در کتب است ہا اپنے جب یہ دو حکایتیں فرمائیں۔ تو حبیب علی شاہ فرمیں نواز۔ اور آپ
بجگہ شریف سے باہر تشریف لیگئے۔

دیگر۔ اسی روز نماز عصر کے بعد پھر دربار منعقد ہوا۔ ایک شخص آکر قدم بوس ہوا۔ اور اسکی عادت
تھی۔ کہ ہر بار جو حضرت غریب نواز کی خدمت میں آتا تھا۔ قدم بوس ہوتا تھا۔ الغرض جب وہ قدم بوس
ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بابا ہر وقت ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ روز قدم و دم و روز رواجی فقط۔ اسکے بعد
حضرت رسول مقبول صلعم (رحمۃ اللعالمین) کے انتقال پر ماہوں کے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔ آپ نے دہلوی

خدا شس جی سے پوچھا۔ کہ اکثر روایات متعلق وفات کون سی تاریخ کے متعلق ہیں۔ پس مولوی ہندکو نے عرض کی۔ کہ اکثر روایات گیارہویں اور بارہویں تاریخ (ماہ ربیع الاول) کے متعلق ہیں۔ اسکے بعد سند سے ذیل گفتگو ہوئی: حضرت غریب نواز..... کیا کوئی روایت حضرت ابی بکر صدیق یا حضرت عمر فاروق یا حضرت علی المرتضیٰ سے بھی ہے۔

مولوی..... یہ ایک بڑا بہاری صدمہ تھا۔ اس سبب تاریخ انتقال کی تعیین نہیں ہوئی۔ حضرت..... جو واقعہ عظیم ہوتا ہے۔ تو وہ بوجہ حسن یا اور ہوتا ہے۔ چنانچہ تاریخ صدمہ امام حسین ہر ایک کو معلوم ہے۔ کہ تاریخ نہم شہرت شہادت پی۔ اور تاریخ دہم کو مدفون ہوئے۔ اور لوگ ہر سال محرم میں قیامت قائم کرتے ہیں۔ آخر کونسی وجہ ہے۔ کہ تاریخ عرس مبارک مقرر نہیں۔

مولوی..... اس وقت میں رسم کتابت نہ ہوگی۔ اس وجہ سے تاریخ عرس مبارک حضرت صلح میں اختلاف ہوا۔ حضرت غریب نواز۔ اگر کتابت کی رسم نہ تھی۔ تو قرآن شریف کیونکر لکھا جاتا تھا۔ مولوی۔ تاریخ لکھنے کی رسم نہ تھی۔ نہ کہ بالکل لکھنے کی حضرت غریب نواز۔ اگر تاریخ لکھنے کی رسم نہ تھی۔ تو تاریخ ہجرت تاریخ شوق صدر و تظہیر قلب کس طرح لکھی گئی ہے۔ مولوی۔ ہجرت میں خوشی تھی۔ اس واسطے یہ خبر خوشی کی تحریر ہوئی۔ اور وفات صدمہ عظیم تھا۔ اس واسطے واقعہ نہ لکھا گیا۔

حضرت غریب نواز۔ اگر ہجرت میں خوشی تھی۔ تو اہل مدینہ کی نہ کہ مکہ معظمہ کی واسطے مولوی غریب نواز ہجرت کے وقت کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے نہ تھا۔ سب ہجرت کر گئے تھے۔ فقط ایک حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر حضرت علی کریم اللہ وجہہ گئے تھے۔ پس ہجرت کی وقت حضرت صدیق کو

تو ہمراہ گئے۔ اور حضرت علیؑ ہیں رہے۔ اور حسب وقت رسول شہر مکہ سے باہر نکلے۔ تو آپ ابدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے شہر کہ تو مجھ کو نہایت عزیز تھا۔ اگر میری قوم مجھے یہاں سے باہر نہ کرتی میں ہرگز نہ جاتا۔ حضور غریب نواز نے فرمایا۔ کہ آپ نے کیوں نہ دعا مانگی کہ یا الہی مجھ کو اس شہر سے نہ نکال۔ اور اس قوم کو غرق کر دے۔ اسپر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے خود فرمایا۔ آپ

یا الہی میں تھے۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں نے فرمایا کہ تاریخ وفات حضرت صلح موجب روایات معتبرہ و قسم ربیع الاول سے لے کر تاریخ ہجرت تک ہر ایک روایت صحیح ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تاریخ ہجرت سے لے کر تاریخ وفات تک ہر ایک روایت صحیح ہے۔ اور آپ کے ساتھ گفتگو فرماتے گئے۔

دیکر۔ ۷ ماہ ربیع الاول بروز دوشنبہ نماز عصر کے بعد دربار منعقد ہوا۔ آپ بنگلہ مقابل خانقاہ تھری
 میں نشست فرماتے تھے۔ کہ دریا کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ حضور غریب نوار نے فرمایا۔ کہ جو ہوتا
 ہے۔ حکم الہی سے ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ حکایت استفادہ فرمائی۔ کہ حاجی خان ذکر کرتا تھا
 کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ دریائے چناب میں کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور دریا بڑے
 زور سے کنارہ کو گرا رہا تھا۔ خواجہ صاحب کشتی میں کئی دفعہ اٹھے۔ اور پھر بیٹھ گئے۔ ہم نے عرض
 کی۔ کہ دریا زمین ڈھا (گرا) رہے۔ اور آپ کس واسطے چند بار اٹھے۔ اور بیٹھ گئے۔ خواجہ صاحب نے
 فرمایا۔ کہ خدا کا حکم ہی ہے۔ کہ آگے آگے فرشتہ چلتا ہے۔ اور زمین پر لکیر دیتا ہے۔ اور اس
 کے پیچھے بلدا رہتے ہیں۔ کہ برابر زمین کو گرا سنے چلے جاتے ہیں۔

دیکر۔ ۸ ربیع الاول بروز دوشنبہ دولتِ صحبت حاصل ہوئی۔ مولوی نند بخش صاحب بھی حاضر
 خدمت تھے۔ اور چند اور آدمی بھی بیٹھے تھے۔ حضرت غریب نوار نے مولوی صاحب کو مخاطب کر کے
 فرمایا۔ کہ موضع بوٹہ کے باشندوں کا مقدمہ آپ کے سامنے ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کی۔ جی ہاں حضور!
 سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس ہے کہ اس سے پہلے شرع میں اختلاف نہ تھا۔ اب شرع میں بھی
 لوگوں نے اختلاف ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ کہ ایک شخص ملا سے فتوے لکھاتا ہے۔ اور دوسرا ملا
 اسکی تردید کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جلا ہے نے مولوی عبدالرزاق سے فتویٰ لکھایا ہے۔ اور ایک دوسرا
 جلا ہے نے اسکے برخلاف بغدادی کے کسی خبیث ملا سے فتوے لکھایا ہے۔ اور یہ بھی سنا گیا ہے۔
 کہ مولوی علی گوہر بھی یہی کہتا ہے جیسا کہ بغدادی والا ملا نے کہا ہے۔ اتفاق سے مولوی علی گوہر صاحب
 بھی بیٹھے تھے۔ آپ نے استفسار فرمایا۔ کہ کیوں صاحب کس طرح ہے۔ مولوی علی گوہر صاحب نے عرض
 کی۔ کہ ہاں حضور وہ ایسا ہی کہتا تھا۔ آپ نے پوچھا۔ کہ شرع میں اسکا قول (فتویٰ لکھوانیہ الیکا) مقبول
 ہے؟ مولوی علی گوہر خاموش ہو گئے۔ اور آپ نے اسکے بعد فرمایا۔ کہ میرے پاس ہر ایک ہی جانتا ہے
 کہ میں بڑا مولوی بن جاؤں خواہ ایمان ہی نہ ہو جیسے۔ اور آپ نے ان الفاظ کو کسی دفعہ فرمایا
 مجمع میں سے کسی نے کچھ عرض کی۔ کہ حضرت غریب نوار نے تیرہ ہو کر اس واقعہ کی تشریح فرمائی
 کہ مجھ پر سکھ بوٹہ نے بیان کیا ہے۔ کہ موضع بوٹہ میں دو جلاہوں میں امامت مسجد کے متعلق
 نزاع ہوا ہے۔ اور یہ نزاع حکام تک پہنچا ہے۔ کسی بھلے آدمی نے انکو کہا۔ کہ ایسا مقدمہ

حکام تک کیوں لیکئے۔ شرح محمدی کے بموجب قاضی کے پاس کیوں نہ فیصلہ کرایا۔ ایک جولاہے نے جواب دیا۔ شریعت تان کہوتی ہے لتاں مریدی ہے۔ (جولاہوں کی عقل مشہور ہے مولف ہیں اسکے مخالف نے ہی الفاظ جا کر مولوی عبدالرزاق سکنہ بنڈی کو جا کر سنائے۔ اور اس کہنے والے جولاہے کی تکفیر کا فتوے لکھا لایا۔ اور کہنے والا شخص یعنی اول الذکر جولاہا موضع بخلانی میں گیا۔ اور ایک ماٹ سے لکھو کر لایا۔ کہ یہ شخص ان کلمات کے کہنے سے کافر نہیں ہوا۔ بلکہ اسکا تکفیر خود کافر ہے۔ حضرت غریب نواز نے اس حکایت کو بیان تک ختم کیا۔ اور بعد یہ فقرہ پھر فرمایا کہ ہر ایک یہی چاہتا ہے۔ کہ میں بڑا مولوی ہو جاؤں۔ خواہ ایمان سے مبرا اور معشرے بھی ہو جاوے۔ اسکے یہ حکایت استفادہ فرمائی۔ کہ موضع بنڈی میں ایک جولاہا تھا۔ اور وہ فال ڈالتا تھا۔ اور کسی کوئی چیز گم ہو جاتی۔ تو جا کر اس سے پوچھتے۔ اور وہ بتا دیا کرتا تھا۔ عثمان موجی کا ایک دفعہ قرآن کسی نے اٹھا لیا۔ اور نامبروہ اسکے پاس گیا۔ اور کہا۔ کہ فال ڈال کر مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ میرا قرآن مجید کہاں ہے۔ جولاہے نے بتایا۔ کہ فلان کے گھر فلان جگہ فلان فلان اشیا کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ جلدی جا۔ ایسا نہ ہو وہاں سے کوئی اٹھا لیوے۔ اور اتفاق سے جب عثمان موجی اس کے کہنے کے بموجب اسجگہ گیا۔ تو جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ ویسا ہی دیکھا۔ مگر وہاں قرآن مجید موجود نہ تھا۔ اور موجی مذکور نے جناب خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گزارش کی۔ کہ غریب نواز فلان شخص نے میرا قرآن مجید اٹھا لیا ہے۔ اور وہ نہیں دیتا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میان بھگوسے معلوم ہوا کہ تیرا قرآن مجید فلان شخص نے اٹھا لیا ہے۔ اس نے عرض کی کہ قبلہ! بنڈی میں ایک جولاہے۔ وہ ہرگز دروغ نہیں بولتا۔ اس سے میں نے قرآن مجید کی فال کرائی ہے۔ اور اس نے فلان شخص کا پتہ دیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ فلان جگہ فلان اشیا کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ اب میں فلان شخص کے گھر گیا ہوا ہوں۔ اور تو سب چیزیں وہاں موجود ہیں۔ مگر میرا قرآن مجید وہاں سے اٹھا لیا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یارو الگین تان ایو جہین شخص کون حکم ڈھک کھتیند کرہین (یعنی پہلے تو ایسے آدمیوں کو حکام قید کر دیتے تھے۔) اسکے بعد حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ دو تین دن نہ ہوئے تھے۔ کہ وہ بافندہ قید ہو گیا۔ اور اسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ اس نے ایک گروہ کو کہا تھا۔ کہ فلان قبرستان میں ایک خزانہ گڑا ہے۔ پس ان لوگوں نے اسکی بات پر اعتبار کر لیا۔ اور لگے

فصلت کاغذ

قبرستان کو کھودنے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا۔ اہل گورستان نے عدالت میں جا کر عرضی دی۔ کہ فلان جماعت نے ہمارے قبرستان کو کھودا ہے۔ اور قبروں کی ہتک کے علاوہ خزانہ بھی نکال لیا ہے۔ حکام نے تحقیقات شروع کی۔ اول اول تو مدعا علیہم نے انکار کیا۔ مگر آخر انہوں نے اس امر کا اعتراف کیا کہ فی الواقع قبرستان تو انہوں نے کھودا ہے۔ مگر خزانہ وغیرہ تو کوئی نہیں ملا۔ حاکم نے پوچھا۔ کہ تم کو کس نے کہا تھا۔ اس پر انہوں نے ظاہر کیا۔ کہ فلان بافندہ نے جو بڑا رتاں ہے۔ کہا تھا۔ اور ہم نے اسکی بات پر باور کر کے یہ ناجائز اور ناپسندیدہ فعل کیا ہے۔ اسی طرح سے اس نجومی کو حاکم نے گرفتار کیا۔ آپ نے اس حکایت کے اختتام کے بعد یہ حکایت بھی بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں یہاں پنڈت حاکم تھا۔ نام تو معلوم نہیں ہے مگر وہ قین سنگھ پٹیس کے نام سے اب تک یاد کرتے ہیں کہ تو اس نے حکم جاری کیا۔ کہ ہر ایک قوم میں ایک ایک شخص منصف مقرر ہووے۔ اور اس قوم کے جو معمولی مقدمات ہوں وہ فیصلہ کیا کرے۔ ایک دفعہ قوم ہوتانی کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ اور پنڈت نے احمد یار ہوتانی کو بلا کر کہا۔ کہ تو منصف مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس مقدمہ کا فیصلہ بھی تجھے کرنا ہوگا۔ احمد یار خان نے کہا۔ کہ میں تو سرگز منصف نہیں ہوں گا۔ اور سرگز منصف مقدمات نہ کروں گا۔ پنڈت نے کہا۔ کہ فقط یہ مقدمہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ احمد یار نے پھر وہی کہا۔ کہ میں تو سرگز مقدمہ فیصلہ نہ کروں گا۔ پنڈت جھنجھلایا اور کہا کہ میں تجھ سے ہی فیصلہ کروں گا۔ شاید تو مجھ کو اپنی کلاہ قادری سے ڈرتا ہے۔ میں تیری اس ٹوپی پر جوتی ماروں گا اور جبراً فیصلہ کروں گا۔ احمد یار خان نے اپنی ٹوپی اتار کر آگے رکھ دی اور کہا۔ کہ خواہ تو جوتی اس پر مارے۔ اور خواہ سر پر مارے۔ تو سر بھی حاضر ہے۔ مگر میں منصف تو سرگز نہیں بنوں گا۔ پنڈت اس پر ہنس پڑا۔ اور کہا کہ شہاباش۔ تجھ میں ضرور جبہ ایمان ہے۔ اور ساتھ ہی محزون کو حکم دیا۔ کہ نوٹ کرو۔ کہ احمد یار خان کو سرگز منصف بنانے کی تکلیف نہ دیا جائے۔ حضرت غریب نواز نے یہ حکایت تمام فرمائی۔ اور نماز شام کے واسطے مجلس برخواست ہوئی۔

دو پندرہ ماہ مذکور بعد نماز عصر مجلس عالیہ میں بیٹے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے یہ حکایت ظاہر کر کے بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ یہاں بازگیر آئے تھے۔ اور یہ کھیل کیا تھا۔ کہ لمبی لمبی لکڑیاں اپنے پاؤں میں باندھ لی تھیں اور ایک اور بڑی لکڑی ہاتھ میں لیکر ان لکڑیوں کے پاؤں پر چلتے تھے۔ اور ان کی انگلیں بہت بڑی معلوم ہوتی تھیں۔ غرضیکہ جب وہ بازی وغیرہ کر کے واپس گئے۔ تو سنا گیا۔

انھوں نے کہا کہ یہ حکایت

کہ فلان شخص جو ہمارا مزارعہ ہے۔ اسکی دونو ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں۔ اس بات کے سننے سے بڑا رنج ہوا۔ کیونکہ وہ شخص بڑا کارکن اور غریب تھا۔ اور جوان تو مند تھا جب اسکو چار پائی پر اٹھا کر علاج معالجہ کیواسطے یہاں لے آئے۔ تو حال دریافت کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ اس نے بھی بازیکرون کی نقل کرنی شروع کی تھی۔ اور ارادہ کیا تھا۔ کہ روزمرہ کی پرکٹیس سے بازیکرون کی طرح وہ اس فن میں باہر ہو جائے چنانچہ پہلے چوٹی لکڑیاں استعمال کیں۔ اور دیوار کے سہائے سے ان پر چڑھتا۔ اور دو چار قدم دیوار کو پکڑ کر چلتا۔ آخر دو بڑی لکڑیاں لیں۔ اور اس خیال پر کہ اس طرح چلنے سے بہت جلدی فاصلہ طے ہوتا ہے۔ اور علاوہ اسکے ایک خوش کرنیوالا مہر ہے۔ وہ بڑے شوق سے ان لکڑیوں پر عجیب کھیل کرنے کے لئے مستعد ہوا۔ اور دیوار کے سہائے دونو لکڑیوں کو کھڑا کیا۔ اور ایک شخص کو ابتداً اردو کیواسطے بلایا۔ کہ فقط وہ ان لکڑیوں پر چڑھنے میں استاد کرے۔ مگر چونہی کہ وہ غریب ان لکڑیوں پر چڑھا۔ اور چاہا کہ قدم اٹھائے۔ وہم سے نیچے گرا۔ اور مجروح اسکے گرنے کے دونو ٹانگوں کو ضرب شدید لگی۔ اسکے بعد آپ نے بیان فرمایا۔ کہ بہت دیر تک اسکا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ تب کہیں اسکو تندرستی حاصل ہوئی اسکے بعد مولوی خدابخش صاحب سے اپنے استفسار فرمایا۔ کہ کیوں مولوی جی وہ پائے چوبین والا بیت کس طرح ہے۔ مولوی مذکور نے کہا۔

بیت کس طرح ہے۔ مولوی مذکور نے کہا۔

پائے استاد لالیان چوبین بود | پائے چوبین سخت بے تکمین بود

آپ نے ان الفاظ کو مکرر فرمایا۔ سخت بے تکمین بود۔ یعنی اختیار سے باہر ہوتا ہے۔ پس مولوی مذکور نے عرض کی۔ کہ غریب نواز! یہ شعر مولانا روم قدس اللہ سرہ نے مولانا فخر الدین رازی کے نسبت فرمایا ہے۔ اسکے بعد مولانا فخر الدین رازی کے اوصاف کا بیان شروع ہوا۔ مولوی خدابخش نے غزلی کی۔ کہ غریب نواز! مولانا فخر الدین اہلسنت میں سے ہے۔ اور سب فرقوں کی اس نے ترویج کی ہے۔ مولوی خدابخش نے مندرجہ ذیل حکایت بیان کی۔ کہ ابتدا میں مولانا فخر الدین رازی شیخ نجم الدین کبری رضی اللہ عنہ کی خدمت والا میں حاضر ہوئے۔ اور انکی استدعا پر شیخ صاحب نے چند ورد فرمائے۔ فخر الدین صاحب نے انکا معمول کیا۔ چند روز کے بعد پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آکر پوچھا۔ کہ جناب شیخ صاحب کی سینہ میں جو آواز آتی ہے۔ یہ کیسی ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میان تو اپنا کلام کرتا رہتا۔ تیرا اس سے کیا ہے یعنی تو اپنے ورد کو نہ چھوڑے۔ مولانا فخر الدین نے عرض کی کہ

میرے دل میں طرح طرح کے شکوک ہیں۔ کہ یہ آواز کیسی ہے۔ مہربانی کر کے اصلی وجہ بیان فرمائیے۔ تاکہ اطمینان خاطر ہو۔ شیخ نجم الدین صاحب کبریٰ نے فرمایا۔ کہ تیرے سینہ میں نقوش علم ہیں۔ اور فرشتے انکو مٹا رہے ہیں۔ تاکہ یہ علم بھو جاوے۔ اور پھر خداوند کریم تکواک ایسا علم بخشے گا۔ جو اس علم سے بہتر اور برتر ہوگا۔ اور یہ علم بھی پھر عطا ہوگا۔ امام فخر الدین نے عرض کی۔ کہ شیخ صاحب یہ علم یقینی ہے۔ اور اس دوسرے علم کا حصول حتمالی ہے۔ یقین کو احتمال کی واسطے چھوڑنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ پس اس درد کو چھوڑ دیا۔ القصہ ایک دن شیخ صاحب مذکور یعنی شیخ نجم الدین کبریٰ وضو کر رہے تھے۔ اور وضو کر انیوالا امام فخر الدین صاحب زری کا شاگرد تھا۔ شیخ صاحب نے اس شاگرد سے کہا۔ کہ آج تمہارے اوستا اور شیطان کے درمیان لڑائی ہے۔ امام صاحب کے شاگرد نے فوراً کہا۔ کہ ضرور میرے اوستا کو فتح حاصل ہوگی۔ اور شیطان شکست یاب ہوگا۔ جب شیخ صاحب نے سبب پوچھا۔ تو اُس لڑکے نے کہا۔ کہ چونکہ میرے اوستا و مکرم اس دروازہ پر صدق دل سے ایک دفعہ آئے ہیں۔ اس واسطے انکو ضرور فتح ہوگی (فقط آپ کے توسل سے) جب مولوی خدا بخش نے یہ حکایت اس قدر بیان فرمائی۔ تو حضرت غریب نواز ابدیدہ ہو گئے۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ مولانا فخر الدین رازی کے شاگرد نے کیا عمدہ جواب دیا ہے۔ مولوی خدا بخش نے اس بات پر اپنی حکایت ختم فرمائی۔ کہ مولانا فخر الدین رازی شیخ نجم الدین صاحب کبریٰ کی مدد سے ایمان سلامت لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجلس بنجاست ہوئی۔ مولانا فخر الدین رازی نے جو احسان اسلام پر کئے ہیں۔ وہ محتاج تشبیح نہیں۔ آپ نے ہی فلسفہ سے اسلام کو ثابت کیا۔ اور غیر مذاہب کے جو فضول اعتراضات اسلام پر ہوئے ہیں۔ ان کا اس عمدگی سے رد لکھا ہے۔ کہ آج تک کسی نے نہیں لکھا۔ آپ کا اور مولانا امام غزالی کا نام قیامت تک جو علمی تصنیفات کے مشہور رہے گا۔

ڈیکر۔ اربع الاول سنہ مذکور بروز آدینہ غلام کو دربار عالیہ میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت غریب نواز روضہ مبارک کے مقابل رونق افروز تھے۔ اور کترین روضے مبارک کے مقابل بیٹھا تھا۔ آپ نے مولوی خدا بخش سے پوچھا۔ کہ سچ روزے ہزار سالی جو شہرہ ہیں۔ انکی نسبت حدیث شریفین روایت ہے یا نہیں۔ (حدیث میں آیات یا نہیں) مولوی مذکور نے عرض کی۔ کہ ہاں غریب نواز نے اپنے استفسار فرمایا۔ کہ حدیث صحیح میں ہے۔ یا مختلف فیہ میں۔ اسکے جواب میں مولوی مذکور نے

عرض کی کہ غریب نواز تفسیر مدارک میں ان روزوں کا ذکر ہے۔ اور جب صاحب مدارک نے لکھا ہے تو ضرور صحیح ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تفسیر مدارک کس کی تصنیف ہے۔ مولوی نے عرض کی مفتی الثقلین صاحب کنز الدقائق کی تصنیف ہے۔ حافظ محمد موسیٰ صاحب رزقہ اللہ رضا شیخہ فی الدارین نے گزارش کی کہ اہل تفاسیر میں سے فقط یہی صاحب مدارک حنفی ہیں۔ باقی جگہ مفسر شافعی الذمیب تھے۔ حضرت غریب نواز نے مولوی سے دریافت فرمایا کہ کون کون سے روز ہزار سالی ہیں۔ مگر لوگوں کو یاد نہ تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہکویا وہ نہیں ہیں۔ کہ اتنے میں حافظ نکاح (حافظ محمد شہر والہ) نے عرض کی کہ غریب نواز یہ چند ابیات ہیں۔ جن میں ان روزوں کا نام ہے۔ حضرت غریب نواز نے ناہر وہ کیطرت توجہ فرمائی اور حافظ نکاح نے یہ شعر پڑھ کر سنائے۔ حافظ مذکور کی آواز اونچی نہ تھی۔ مولوی خدا بخش صاحب اونچا پڑھ کر سناتے جاتے تھے۔

کہ روزہ ہزار سیت در سال پنج
امامت در ان حضرت نامور
وفات پیمبر علیہ السلام
در ان بود مسراج شاہ عرب
بنا کعبہ شد در ان ساز گاہ
مرتب شد کعبہ موشان

ز نقل مدارک عیانت کج
یکم بست و دوم محرم شہر
ربیع الاولین و دودہ شد تمام
و گریست و مفتسم ز ماہ رجب
و گریست و پنجم بذی القعد ماہ
و گریست و ہم ماہ ذالحجہ وان

ہزار سال روزہ

گویا۔ ۲۲ محرم ۱۲ ربیع الاول ۲۷ رجب ۲۵ ذی القعد ۱۸ ذالحجہ۔ اسکے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا تفسیر میں بھی احادیث ہوتی ہیں۔ مولوی خدا بخش نے عرض کی کہ ہاں غریب نواز تفسیر معتبر زیادہ اور افضل وہ ہے۔ جس میں بہت احادیث ہوں۔ اس پر حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ قرآن شریف کو پیغمبر علیہ السلام کے سوا کسی نے پورا پورا نہیں سمجھا ہے اور احادیث ائمہ علیہم السلام کے سوا کسی کی سمجھ میں بخوبی نہیں آتیں۔ پس ہکویا ائمہ علیہم السلام کی پیروی ضروری ہے اور انکی متابعت فرض ہے۔ اسی سلسلہ میں مولوی خدا بخش نے امام بخاری اور امام ابو جعفر کبیر کے متعلق گفتگو کا سلسلہ آغاز کیا۔ کہ امام ابو جعفر علیہ الرحمۃ امام بخاری کو ہمیشہ فتوے دینے سے منع کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ آپ روایت حدیث

مجھے۔ مگر امام بخاری صاحب اپنے آپ کو مجتہد تصور کر کے برابر فتوے دیا کرتے۔ اور بار بار نہ آتے
ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کسی نے آکر پوچھا۔ کہ دولٹ کے جو کہ ایک بڑے کے پستان سے دو وہ پین۔
ایک دوسرے پر حرام ہوتے ہیں یا نہ۔ امام بخاری نے تو حدیث پڑھ دی کہ جب لڑکے ایک پستان سے
دو وہ پین۔ وہ ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں۔ اسوجہ سے فتوے دیا۔ کہ مان حرام ہیں۔ رفتہ
رفتہ یہ خبر امام ابو حفص اور بادشاہ کے کانوں میں پہنچی۔ امام ابو حفص نے فرمایا۔ کہ امام بخاری نے
غلطی کی۔ ایک ہی پستان سے مراد پستان انسان تھے۔ نہ کہ پستان حیوان۔ بادشاہ نے ایذا
دی۔ اور شہر سے باہر کئے گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ امام بخاری صاحب نے رجوع
نے فرمایا ہوگا۔ مولوی خدا بخش نے بھی عرض کی۔ کہ مان جنور رجوع نہیں فرمایا۔ اسواسطے غلطی ہوگئی۔
دیکر۔ روز دو شنبہ وازو ہم بیع الاول سنہ مذکور پھر دربار منعقد ہوا۔ حضرت غریب نواز مولوی
خدا بخش صاحب سے صحابہ رسول صلعم کے عرس کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ اور ساتھ ہی بت
خلافت کے متعلق سوال و جواب ہوا۔ کہ اتنے میں حضرت غریب نواز نے پوچھا۔ کہ آپ نے جو حدیث
پڑھی ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے۔ اس سے کیا مراد ہے۔
مولوی خدا بخش نے عرض کی۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ اس مدت میں ظلم کم ہوگا۔ اور بعد تیس سال
کے ظلم شروع ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت
کوئی تھوڑا ظلم ہے۔ کہ انکو بگناہ شہید کیا گیا۔ مولوی صاحب نے عرض کی۔ کہ غریب نواز! میری
مراد یہ ہے۔ کہ خلیفہ ظالم نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ تیس سال
تک خلفائے اعلیٰ کا الحق کیواسطے خلافت کا بوجھ اٹھائیں گے۔ نہ کہ دنیا کی رغبت اور حکومت
کی امنگ کیواسطے۔ اور اسکے بعد رغبت و دنیا کیواسطے طالب خلافت ہوں گے۔ اور اصلی خلافت
نہ پڑے گی۔ اسکے بعد مولوی مذکور نے عرض کی۔ کہ حضرت رسول کریم صلعم کی وفات سے آیت
پر حضرت ابو بکر صدیق نے بہت اظہار سچ کیا۔ اور جب تک زندہ ہے۔ انکے اندر خفاق کی آگ
لی رہی۔ اور اس سے پگھلا گئے۔ شاید دل کا غم اور سوز اگر باہر نکالا جائے۔ تو کچھ سکین
ہو جاتی ہے۔ آپ نے بھی اس امر کی تصدیق فرمائی۔ کہ فی الواقع تسلی پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ نے
دو شعر اس موقع پر زبان مبارک سے فرمائے۔

۵

حافظا در عشق بازی کم زرن ہندویش
اور برائے مردہ سوز و زندہ جان خوش را
آشکارا سوختن این شیوہ ہندو زن است
مرد عاشق آن بود نہان بسوز و خوش را

راقم الحروف کی التماس ہے۔ کہ اگرچہ بیت اول میں بجائے کلمہ او کلمہ کو اور ثانی بیت میں بجائے
نہان بسوز و۔ سوز و نہان ہے۔ مگر چونکہ حضرت غریب نواز نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اس واسطے
انہی کے فرمانے کے بموجب ویسا ہی لکھا گیا۔ الغرض آپ نے ان شعر و نکو و بارہ پڑھا۔ اور پھر یہ
حکایت بیان فرمائی۔ کہ اخبار میں لکھا ہے۔ کہ ایک ہندو (میرٹھ میں) نزع کی حالت میں تھا
اسکی عورت نے تسلی کے طور پر اسکو کہا۔ کہ خبر دار غمگین نہ ہو۔ میں فوراً تیرے پاس پہنچی الغرض
یہ بات کہہ کر اسکے پاس سے چلی آئی۔ اور ایک کوٹھڑی میں جا کر غسل کر کے مٹی کا تیل لپٹے
اور پڑھا۔ اور ایک تختہ پر لمبی پڑھی۔ اور خود بدن میں آگ لگا دی۔ لگا ایک قبضتی تھا جب وہ
ملاش کرتا ہوا اعلان آیا۔ تو دیکھا۔ کہ وہ تو جل کر کوئلہ ہو گئی ہے۔ اور جب اسکے شوہر کے پاس
پہنچا۔ تو وہ بھی مر چکا تھا۔ قیاس ہے۔ کہ دونوں کی روح ایک ہی دفعہ نکلی۔ آپ نے صرف اتنا بیان
فرمایا۔ اور بعد نماز شام کے واسطے دربارِ بغاست ہوا۔

دیگر۔ دوسرے روز پھر غلام کو دربارِ عالیہ میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے یہ دو حکایتیں استغناء
فرمائیں (۱) کہتے ہیں۔ کہ ایک عورت مر گئی جب اسکو دفن کیا گیا۔ تو منکر نکیر آئے۔ اور حسبِ عمل
سوال کیا۔ مَنْ رَبُّكَ وَمَنْ نَبِيُّكَ۔ تو اس نے بڑھیا نے جواب دیا۔ کہ اے فرشتگان خدا مجھ
عاجزہ کی طرف سے جنابِ ت العزت عرض کرو۔ کہ اے قادر مطلق رحیم و کریم تو سائے جہان کا مالک
ہے۔ اور مجھ جیسی غریب جیسے لاکھوں بلکہ کروڑوں بندگان رکھتا ہے۔ آپ نے باوجود اس سلطنت
کبریٰ کے اس بڑھیا نا کارہ کو فراموش نہیں فرمایا۔ بلکہ پرسندگان کو مقرر فرمایا ہے۔ بجلا میں
ضعیفہ جو اسوا آپ کی ذات عالیہ کے کوئی خدا نہیں رکھتی۔ آپ کو فراموش کر دوں گی۔ کہ آپ نے
فرشتگان کو میرے اوپر مامور کر کے جواب طلب فرمایا ہے۔ (۲) ایک اور عورت کا ذکر
ہے۔ کہ بعد مرنے کے جب اس سے سوال کیا گیا۔ کہ تو دنیا سے کیا لائی۔ تو وہ زار زار رونے لگی۔
فرشتوں نے دریافت کیا۔ کہ روئیکا کیا سبب ہے۔ تو اس نے جواب میں یہ گزارش کی۔ کہ میں دنیا
میں گداگری کرتی تھی۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ خداوند تجھکو سیر کریگا۔ اب یہاں سے بھی مجھ سے

سوال کیا جاتا ہے کہ تو دنیا سے کیا لائی ہے۔

ویکر۔ شام کو پھر دربار منعقد ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مولوی دیدار بخش صاحب ذکر کرتے تھے۔

کہ چار راجہ رنجیت سنگھ کی عملداری تھی۔ اور میں اتفاق سے ان دنوں لاہور گیا ہوا تھا۔ ایک

مسافر نے کسی مسجد کے مینار پر کپڑے ہو کر اذان دی۔ جب سکھوں نے اذان کی آواز سنی

تو مسجد کی طرف دوڑے آئے۔ اور مؤذن ان الفاظ پر پہنچا تھا۔ اشہد ان محمد ترسول اللہ۔

سکھوں نے (جو کالی تھے) کارونکا لکڑا سس بچارے کی ناک اڑادی۔ اور صرف اسی برکتفانہ

کیا۔ بلکہ اچھی طرح سے اُسکو مارا پٹیا۔ اور گرفتار کر کے رنجیت سنگھ کے پاس لیکے۔ مگر اُس نے کوئی

سزا نہ دی۔ اور کہا کہ اگر تم نے سزا نہ دی ہوتی۔ تو میں سزا دیتا۔ مگر یہ سزا اُسکے واسطے کافی ہو چکی

ہے۔ جب یہ ذکر مولوی دیدار بخش نے سنا۔ تو انکو شوق پیدا ہوا۔ کہ وہ بد نصیب کون ہے جسکو

ایسی وحشیانہ سزا دی گئی ہے۔ غرض جمعہ کے روز جب جامع مسجد میں مولوی مذکور گئے۔ تو دیکھا

کہ ایک شخص کپڑے سے اپنی بینی کو باندھے ہوئے ہے۔ میں نے السلام علیک کہا۔ اور کپڑا باندھنے

کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میان آئے سنا نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ کہ کیا تو وہی شخص

ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ ہاں ہیر مولوی دیدار بخش نے مطابق کہی طور پر کہا۔ تو پھر اب نماز پڑھنے

کی کیا ضرورت ہے۔ جب تجھ سے منکر نکیر پوچھیں۔ تو کہنا۔ کہ میں اذان میں یہ کہتا تھا۔ اور یہ ناک

میں گواہی ہے۔ ویکر۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھکو مہاراجہ شریفینہ کے مطربوں اور قوالوں کی یہ بات بہت

پسنائی ہے۔ کہ جب کوئی ان سے ملاقی ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ دیدار خدا و استغاثت محمد و

انور ہریرہ رواج ہے۔ کہتے ہیں۔ حقہ تما کو تہی و نجب۔

ویکر۔ شب جمعہ ماہ مذکور زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ظاہر ہے تقریب یہ شعر پڑھتے تھے

ہوشم بہ نگاہی بروجانہ چنین باشد کیے جبرہ خرابم کرومپا ز جنیرا نذر

ویکر اتفاق سے پیرہانیوں کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پیرہانی کم ہونگے

اور ساتھ ہی یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

دلہشت آن کز لب ہر صاحب ہوش | ز جانان یافتی قوت از رہ گوشت

سببت کو آپ نے کئی بار زبان مبارک سے اعادہ فرمایا۔ اور اسکے بعد بیجا شریفینہ دیکھانے

شفاء

بالیوس کی حکایت

کیواسطے آپ تشریف لیکئے۔ اور دست مبارک اٹھا کر آواز بلند سے فرمایا۔ کہ اے حاضرین فاتحہ خیر کہو۔ کہ خداوند کریم حکم ہو اس روضہ والی کی غلامی کا افتخار بخشے۔ ہکو نہ بہشت کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی اور چیز کی فقط اس دروازہ کی غلامی مطلوب ہے۔ سب ہاتھ اٹھائے اور دعا خیر طلب کیگی۔ ویکر۔ موزہ ۸ شوال بروز جمعہ دربار عالیہ میں بیٹھنے کا اعزاز نصیب ہوا۔ کہ اتنے میں ایک شخص جو بہت دنوں کا بیمار معلوم ہوتا تھا۔ آکر قدمبوس ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ غریب نواز کوئی وظیفہ یاورد فرمائیے۔ کہ خداوند کریم مجھے بیماری سے شفا کے کالمہ بخشے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہر نماز کے بعد سات بار سورہ فاتحہ پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کر دیا کرو اللہ تعالیٰ شفا دیگا۔

جناب میان محمد الدین سیالوی فرخص ہونیکے واسطے آئے۔ آپ نے مولوی غلام محی الدین بکھدی سے استفسار فرمایا۔ کیا آپ بھی تیار ہیں؟۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا۔ کہ نہیں بند چند روز اور خدمت اقدسہ میں رہنا چاہتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میان محمد الدین بھلا کیوں ٹھیکے جنسیت نہ پاتا ہوگا۔ اسکے بعد آپ نے یہ حکایت استفادہ فرمائی۔ کہ ایک دفعہ حکیم جالینوس چلا آ رہا تھا۔ کہ دفعۃً ایک دیوانہ اس سے دوچار ہوا۔ اور لگا عجیب عجیب باتیں کرنے۔ جالینوس حیران ہوا۔ کہ ہائیں اس دیوانہ کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کہ اس طرح آکر میرے گرد ہو گیا ہے۔ خیال آیا کہ ہونہ ہو۔ اس نے ضرور جنسیت مجھ پرین دیکھی ہے۔ چہی تو وہ آکر اس طرح لپٹا ہے۔ سید کا مکان پر آیا۔ اور شاگردوں سے کہا۔ کہ جلدی میری قصد لو۔ کہ سو دانے غلبہ کر لیا ہے۔ کہ راہ میں مجھ کو ایک دیوانہ لپٹ گیا ہے۔ اس حکایت کے بعد حضرت غریب نواز نے تقریر کو دوسرے پرانے میں ادا فرمایا اور چند شعر بھی زبان مبارک سے بیان فرمائے۔ جو راقم کو یاد نہیں ہے۔ مگر یہ مصرعہ یاد رہ گیا ہے۔

لیک اپنے فخر دین کی کفش برداروں میں ہوں۔
ویکر۔ ۹ شوال بروز شنبہ پھر دربار میں بیٹھنے کا افتخار حاصل ہوا۔ خانصاحب بہاول خان علی بہاولپور کے مشیر و وزیر کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ سع یہ نوبت چند روزہ ہی بجائے کاجی چلے اور اس مصرعہ کو اپنے کئی دفعہ مقرر فرمایا۔ جب عصر قریب ہوئی۔ تو ایک شخص عبداللہ نام سے آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ گوئی بیاتیر احافظ بھی ہے۔ اس نے عرض کی۔ غریب نواز! میرا بیٹا احافظ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ماہ رمضان المبارک میں مصلیٰ بنایا کرتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ حضور!

پہلے تو سنایا کرتا تھا۔ اب کام کلج میں پڑ گیا ہے۔ اور کچھ فراموش ہو۔ آپ نے یہ شعر پڑھا۔
 باوہ نوشیدن مست نگر دیدن سہل است چون بدولت برسی مست نگر وی مروی
 اور ساتھ ہی یہ حکایت استفادہ فرمائی۔ کہ نواب مظفر خان کے زمانہ میں ایک کاردار افغان تھا۔ بڑا
 نیک اور خوش طبیعت آدمی تھا۔ کیا ہندو کیا مسلمان سب اس کی خوش معاملگی اور نیک سیرتی کے مداح
 تھے۔ اور اس سے بہت خوش تھے۔ ایک دن نواب صاحب نے حکم دیا۔ کہ تو چونکہ بڑا لائق اور ایک
 قابل آدمی ہے۔ اس واسطے ایک ضروری کام کی تکمیل کی واسطے کابل جا۔ اس نے انکار تو نہ کیا بلکہ گھر
 آکر سب خوشیوں اور رشتہ داروں اور عوام الناس کو کہا۔ کہ کل میں نے نابینا ہو جانا ہے۔ جس شخص
 نے مجھ سے کچھ لینا ہے۔ یا کچھ کہنا ہے۔ وہ آکر تصفیہ کرے۔ لوگ حیران ہو گئے۔ کہ یہ کیا کہتا ہے آخر
 اسے اظہار کیا۔ کہ اسی طرح سے مجھے نواب صاحب کابل بھیجتے ہیں۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا
 کہ اگرچہ وہ نابینا تھا۔ مگر اُسے حصول دولت کو نابینا ہونے کی دلیل دی۔

دیگر مورخہ ۱۲ شوال بروز شنبہ دربار عالیہ منعقد ہوا۔ میان محمد یار سکھ بوہڑ حاضر خدمت تھا۔ اُس نے
 عرض کی۔ کہ احمد شاہ تھکدار سنگھ نے کنوآن کھدوانا شروع کر دیا ہے۔ اور اسکا منشا یہ ہے۔ کہ
 جہان پہلا کنوآن تھا۔ اور وہ رود کوئی سے بڑو ہو گیا ہے۔ اسی کو درست کرایا جاوے۔ مگر اب اسکا
 ٹھیک موقع نہیں ملتا۔ کوئی کہیں بتاتا ہے۔ اور کوئی کہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بکریاں کیوں نہیں بٹھائیں
 کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔ جہان کنوآن ہوتا ہے۔ وہ ان بکری ہرگز نہیں بٹھیں۔ محمد یار مذکور نے بیان
 کیا۔ کہ ایک بڑی لمبی چوڑی نالی کھود رہے ہیں۔ تاکہ موقع معلوم ہو۔ اور پھر اسے مرمت کیا جاوے۔
 دیگر۔ اسکے بعد آپ نے مولوی غلام محی الدین بکھڑی سے پوچھا۔ کہ آج کا تازہ واقعہ اور عجیب قصہ
 آپ نے نہیں سنا؟ آج ہمارے پاس ایک خط آیا ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے۔ میں مولوی شمس الدین
 کامریہوں۔ بلکہ ان کا ایک خلیفہ ہوں۔ مگر اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ بعد لکھتا ہے۔ کہ میان محمد یار
 صاحب یا مولوی جو مولوی شمس الدین صاحب کا جانشین ہے۔ اور تونہ شریف میں ہمیشہ آتا
 ہے۔ اس میں چند ایسے عیوب پائے جاتے ہیں۔ جو لائق سجادہ نشینوں کے نہیں ہیں۔ آپ کو
 چاہئے کہ ان کو فہمائش کریں۔ پھر اسکے بعد حسب میل عیوب کی تفصیل دی ہے (۱) گاؤں
 میں یا علاقہ میں جب کوئی شخص انتقال کر جاتا ہے۔ تو وہ خود تعزیت کیلئے یا فاتحہ کی واسطے چلے

علی کنوآن اب بن کر آیا ہے۔ اور احمد شاہ تھکدار کی یاد کا جو۔ اگرچہ نابینا ہو گیا۔ مگر کچھ

جاتے ہیں۔ اس میں ایک طرح کی ہتک ہے۔ اگر جاننا ضروری ہو تو کسی اپنے درویش یا غلام خاص کو بھیجا جاتا ہے۔ (۲) اکثر مرید جو زیارت کے لئے آتے ہیں۔ باوجود انکے والد ماجد کی بوقت میں بڑے عقیدتمند تھے۔ مرید ہو کر چلے آتے ہیں۔ اور پھر سیال شریف آئیگانام نہیں لیتے۔ نہ کسی انکی خاطر کیجاتی ہے۔ نہ اچھی طرح ان سے حال احوال دریافت کیا جاتا ہے۔ انتہی حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ مجھ کو اس شخص کی تحریر سے بہت تعجب ہوا۔ کہ ایسا بے باک کونسا آدمی ہے۔ کہ اپنے آپ کو مولوی شمس الدین کا خلیفہ اور مرید ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر ان کے فرزند پر اس طرح کے کلمات و امیہات اور اتہامات لگا کر میں نے عبد اللہ منشی کو کہا کہ تو یہ خط مجھ سے میان محمد الدین صاحب کے پاس بھیجے۔ اور ساتھ ہی یہ جواب لکھ دو۔ اے کم نصیب یہ جو تو نے معیوب شمار کئے ہیں۔ یہ عیب نہیں ہیں۔ بلکہ وصف ہیں۔ جو کام جائز اور بموجب سنت نبوی روا ہیں۔ تو ان میں برائی دیکھتا ہے۔ فاتحہ کیلئے جانا امور سنونہ میں سے ہے رسول صلعم بنفس نفیس تشریف لیجاتے تھے۔ حیرانی ہے۔ کہ تو اسکو برا بتلاتا ہے۔ مجھلا حضرت رسول عربی سے کس کی شان زیادہ ہوگی۔

(۳) مولوی شمس الدین کا صاحب انتقال ہوا ہے۔ جسے ترکہ بھی تھا۔ انکو چار ہزار روپے ملگئے جو انہوں نے نصف تو اپنے والد ماجد پر حرم کی خانقاہ پر خرچ کئے۔ اور حسبِ حیثیت مہمان نوازی اور نگر خانہ جاری ہے۔ اسکے بہائی کو جو چار ہزار روپہ ملے تھے لکھا ہے۔ ابھی تک اس نے اسے دیا کہا ہے۔ نہ وہ کبھی مسجد میں آتا ہے۔ کہ نماز پڑھے۔ یہ میان محمد الدین صاحب موجودہ سجادہ نشینوں سے ہزار روپہ اجہا کوی خطاوت شرع کام نہیں کرتا۔ نماز جماعت کیساتھ ادا کرتا ہے۔ خیرات وغیرہ بھی بہت کرتا ہے اور اسکا بہائی ایک پیسہ بھی کسی کو نہیں دیتا (۴) اس نے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ میان محمد الدین جو اپنے والد کے خلیفہ کی قبر کو بوسہ دیتا ہے۔ اسکا جواب یہ لکھا گیا۔ کہ میان مغرور آدمی! اس میں کیا کسی کی شان کم ہوتا ہے۔ بلکہ عجز و انکسار کی نشانی ہے۔ اور یقین ہے۔ کہ شاید میان محمد الدین ان خلفاء کا درجہ اپنے سے بڑا سمجھتا ہو۔ اور اپنے سے بزرگ کی قبر کو بوسہ دینا اہل طریقت کے نزدیک ناجائز ہے۔ پھر اسکے بعد حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ میں مکہ شریف گیا تھا۔ تو برابر میں نے مولوی محمد باران صاحب کی مزار پر انوار پر بوسہ دیا تھا۔ اور سلطان شریف میں حافظ محمد جمال اللہ صاحب کی خانقاہ کو بوسہ دیا ہوں۔ مجھ کو کون سا عیب لاحق ہو جاتا ہے۔ آج کل کون سا سجادہ نشین

جو آسمان کی خبریں لاتا ہے۔ اور بزرگی کے زور سے اڑتا ہے۔ جو میان محمد الدین کے پاس نہیں آسکتے بعد اسے تحریر کیا۔ کہ تو اپنے پیرزادہ کا گلہ کرتا ہے۔ اہل طریقت و اہل سلوک کے نزدیک منکر ٹھہرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ کہ یہ خط کا جواب لکھ کر میان محمد الدین صاحب کے پاس بھیجا ہے کہ مہربانی کر کے کاتب خط کو تلاش فرما کر یہ جواب اسکے حوالہ کیا جائے۔

ویکر۔ ایک دن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ انکا ایک خط ہمارے پاس آیا ہے جس میں درج ہے۔ کہ میں نے آپ کے زہد و تقویٰ کی بڑی تعریف سنی ہے۔ اور آپ پر میرا بڑا اعتقاد اور یقین ہے۔ مہربانی فرما کر آپ کوئی دن مقرر کر کے لاہور تشریف لائیں۔ اور میری شکل صورت ملاحظہ فرماویں۔ تو اصل حقیقت آپ پر واضح ہو جاوے گی۔ اگر مجھے بل تصور فرماویں۔ تو میرے کذب و افترا کا اعلان اس وقت فرما دیویں۔ ممکن ہے۔ کہ میں تائب ہو جاؤں اور اگر مجھ کو راست گو دیکھیں۔ تو بھی لوگوں میں الم نشرح کر دیویں کہ یہ برحق ہے۔ اسے ذلیل خوار نہ کیا جائے۔ اور اگر آپ کوئی دن مقرر نہ فرمایا۔ اور لاہور تشریف نہ لائے۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ انکو براہ حق سے انکار ہے۔ اور میں لوگوں کو منع کروں گا۔ کہ کوئی شخص آپکا مرید نہ بنے۔ اور تو تشریف کوئی نہ جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ تو بیشک لوگوں کو منع کر دے نہ کوئی میرے پاس آوے۔ نہ کوئی میرا مرید بنے۔ میں خدا کا دیا ہوا رزق کہتا ہوں نہ کہ مریدوں کے بھروسے ویکر۔ ایک دن متعدی بیماری کے متعلق ذکر شروع ہوا۔ آپ نے مولوی خدابخش صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب آپ کو یاد ہے۔ کہ جب ہم جدہ تشریف تھے۔ تو لوگوں میں کیسی مہلکتاری پڑی تھی۔ اور غلام حسین ان کی برابر خدمت کرتا تھا۔ غلاطت کو وہ ہوتا تھا۔ مگر اسکو تو کوئی بیماری نہ لگی تھی۔ اس نے عرض کی کہ ہاں حضور! اسکو تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ اگر بعد آپ نے زبان مبارک سے یہ بیت ارشاد فرمایا۔

نہ شہم نہ شب پرستم چہ حدیث خواب گویم | من منبہدہ آفتابم از آفتاب سب گویم

ویکر۔ ایک دفعہ عبد المجید خان کا ذکر شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پچھار عبد المجید کو بڑی شدت کا بخار چلا۔ اور حضور میں نہ آیا۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مولوی علی صاحب کو موالیہ کہو اسطے پہنچا مگر خان عبد المجید نے انکار کیا۔ کہ میں پچھان ہوں۔ ہرگز سرگزردا نہ ہوں گا۔ کیونکہ تیری بیماری

مرزا صاحب قادیانی کا خط۔

بہا ہون۔

دوا بہت تلخ ہے۔ تو مجبہ زندہ کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ ایسی تلخ دوائی تو میں ہرگز ہی نہ پیونگا۔ اسکے بعد عبد المجید خان نے ایک روپیہ مولوی صاحب کو دیا۔ کہ براہِ خدا خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ نہ کہنا۔ کہ وہ دوائی نہیں پتیا۔ اور انکار کرتا ہے۔ خیر مولوی علی محمد چلا گیا۔ اور گزارش کی۔ کہ ہاں غریب نواز نے اسے دیا دیا ہے۔ پی لیگا۔ مگر عبد المجید خان نے بھلا کہاں پتیا تھا۔ دو تین روز متواتر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ مولوی صاحب کو بھیجتے رہے۔ کہ جا کر علاج معالجہ کریں۔ مگر وہ پتیا دوائی پینے سے انکار کرتا رہا۔ آخر حضور نے تین چار آدمی بھیجا کہ صاحب کو اپنے ڈیرہ پر بلایا۔ اور فرمایا کہ خان! بہت لالہ ہو گیا ہے۔ دوائی کیوں نہیں پی لیتا۔ اُس نے عرض کی۔ غریب نواز! دعا نہیں کرتا۔ اور کہتا ہے کہ زہری لے۔ میں بھلا زہر کیوں پی لوں۔ آپ ہنس پڑے۔ اور دعا فرمائی وہی دن تھا۔ کہ شام تک خان صاحب کو صحت ہو گئی۔ مگر اُس نے دوائی کا ہرگز استعمال نہ کیا۔ اسکے بعد جب اچھا ہو گیا۔ تو آکر عرض کی۔ قبلہ! کیسا سہل علاج تھا۔ خواہ مخواہ آپ فرماتے تھے۔ کہ زہری لے۔ ایسی کڑوی اور تلخ دوائی زہر سے بھی بُری ہے۔

دیگر۔ ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر خان صاحب محمود خان تنگوانی حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کشتیوں کا انتظام خاطر خواہ ہو چکا ہے یا نہیں؟ خان صاحب نے عرض کیا۔ قبلہ! فلاں جگہ سے اتنی کشتیاں آچکی ہیں۔ فلاں مقام پر کار بند کیجئے گئے ہیں۔ جو کام ہمارے ذمہ ہے۔ وہ انشاء اللہ بخوبی سر انجام ہو چکا ہے۔ باقی حضور کی امداد باقی ہے۔ کہ آیا عرس شریف میں دکن کی ہوا چلے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ غریب نواز ہے۔ اسکی توکل پر سب کام کئے جاتے ہیں۔ احمد خان تنگوانی کا بیان ہے۔ کہ خلاف معمول عرس شریف کے موقع پر برابر دکن کی ہوا چلتی رہی۔ اور باہر سے آنیوالے اشخاص کو ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔ مگر یہ خیال بھی نہیں ہے۔ کہ مرزا صاحب کا فراوردہ حال میں۔ لیکن تاہم میرا یہ خیال ہے۔ کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود بھی نہیں ہیں۔ آپکی علمیت کی فضیلت تو فی الواقع قابل قدر ہے۔ اور مسلمانوں کی واسطے قابل عزت اور قابل فخر ہے۔ مگر آپکی پیشگوئیاں بعض بلکہ عموداً ایسی ہوتی ہیں۔ کہ فلاں کو لڑکی پیدا ہوگی۔ اور جیسے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ یہی ایسی پیشگوئی بھی پڑتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ دنیا میں ایسے بہت سے اشخاص موجود ہیں۔ جو مرزا صاحب سے بھی

ایک اور

میں کہتا ہوں۔

بڑھ کر پیشینگوئی کرتے ہیں۔ جو اکثر صادق آتی ہیں۔ مگر میں پبلک کے سامنے اس امر کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ تاحال آپ سے کوئی ایسی خاص کرامات ظاہر نہیں ہوئی۔ جو کہ آپ کے دعویٰ کو تقویت دے۔ میں اس موقع پر اپنے اصل مضمون سے تجاوز کر کے ایک ایسے بزرگ کی مشہور کرامات کا ذکر کرتا ہوں جو کہ تحصیل سنگھ میں عموماً اور موضع سوکر میں بالخصوص مشہور عوام ہے۔ جناب مرزا صاحب اور انکے بااخلاص مرید ذرا چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور مقابلہ کے طور پر اپنے من کوئی ایسی کرامت **وَهُوَ هَذَا**۔ لیتے ضلع میانوالی کے شمال کپڑن سیدو کی ایک بستی ہے۔ وہاں حضرت شاہ حسین صاحب قادری علیہ الرحمۃ کی خانقاہ ہے۔ آپ کی اولاد میں ایک بزرگ سید فضل شاہ صاحب تھے۔ جو چند سال ہوئے۔ انتقال فرما گئے ہیں۔ آپ کے مرید علاقہ سنگھ ضلع ڈیرہ غازی خان میں عام تھے۔ آپ حسب معمول ایک دفعہ موضع سوکر میں رونق افروز تھے۔ آپ ہمیشہ صرف ایک دفعہ کہا کرتے تھے۔ فقیروں اور مجذوبوں کا ایک انبوه آپ کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے موضع سوکر میں ایک حجام ناکام سہی سونہارا نام کی شادی تھی۔ آپ فتح محمد خان نمبردار کی بسا کھد ڈیرہ پر آئے ہوئے تھے۔ ڈھول کی آواز پر دریافت فرمایا۔ کہ کس کا بیاہ ہے؟ عرض کیا گیا۔ کہ ایک نانی سہی سونہار کی شادی خانہ آبادی ہے۔ آپ نے ایک نوکر کو بھیجا۔ کہ جا کر وہاں سے گوشت لے آوے لیکن خدا جانے کس وجہ سے وہ خالی واپس آیا۔ آپ نے دوسرے شخص کو اور بقول بعض اسی شخص کو واپس بھیجا۔ کہ جا کر ہمارا نام لیکر گوشت لے آ۔ مگر دوسری دفعہ بھی واپس آیا۔ تیسری بار آپ نے بھیجا کہ جا کر خود وہاں سے جو کہ خود انتظام اور انصرام میں مصروف تھا۔ گوشت طلب سے کم نصیب نانی نے اسکو سخت ست بھی کہا۔ اور خالی واپس بھیجا۔ آپ نے برا فروخت ہو کر کہا۔ کہ اے معرکہ مجلس! معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ حجام مرد ہوتا۔ تو گوشت دینے سے ہرگز انکار نہ کرتا۔ حجام ہوتا ہے کہ وہ مرد نہیں ہے۔ خدا جانے سید فضل شاہ کے کلام میں کیا تاثیر تھی۔ کہ کتنے لوگ دل میں ثابت ہو گیا۔ کہ وہ محض مختش ہے۔ پھر چار پانچ سال کے بعد اس نے کہا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں۔ اسکے چہرہ بھائیوں نے اپنی بھن کی شادی اس سے کر دی۔ مگر جوتے ہی روز معلوم ہو گیا کہ اسکا محض افترا تھا۔ اسکے بعد سونہارا حجام حج بیت اللہ کو چلا گیا۔ اور حج کر کے واپس آیا۔ مگر اسکو وہ تندرستی حاصل نہ ہوئی۔ اب تک حاجی سونہارا سوکر میں زندہ سلامت ہے۔ اور اسکا

بیاہو ہیں۔

حجام کی حکایت

واقعہ ہر ایک خورد و کلان کو معلوم ہے۔ میں نے خود تباریج یکم جولائی ۱۳۳۵ء کو اس سے استفسار کیا۔ اور اس سے پہلے دو اور شخصوں کے ذریعہ بھی دریافت کر لیا۔ نامبروہ نے اظہار کیا کہ وہ تباریج شادی سے پہلے بالکل صحیح سلامت اور تندرست تھا۔ اور کوئی اسکو بیماری وغیرہ خرابی نہ نہیں ہوئی۔ جس سے وہ ناکارہ ہو گیا ہو۔ اور آپ ہی خیال کر سکتے ہیں کہ اس نے اپنی صحت اور تندرستی کیلئے کیا کیا نہ کیا ہوگا۔ مردہ پر کوئی شخص کتنے ہی جھوٹ اور بہتان لگائے۔ مگر وہ تو زندہ موجود ہے۔ اور اس امر کی تصدیق کے لئے سینکڑوں آدمی موجود ہیں۔

جناب مرزا صاحب بالقابہ کی پیشگوئی متعلق جلسہ دھرم ہوسور روز روشن کھیر پوری ہوئی مگر اس سے اسکے دعوے کی کوئی صداقت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر ان کے عنی قصیدہ کا کوئی

جواب نہ لکھا گیا ہو۔ تو بھی اس سے یہ امر لازم نہیں آتا۔ کہ وہ بالضرور مہدی موعود ہیں۔ کیونکہ بھی جو کہ انڈیا کا مشہور پہلوان ہے۔ دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ کوئی مجھ سے کشتی نہیں لڑ سکتا۔ تو

اس صورت میں کوئی اس کی کراہت نہیں پائی جاتی۔ باز گیر بھی کر سکتا ہے۔ کہ حسب قدر اونچا میں چڑھ جاتا ہوں۔ یا بغیر سہاے کسی لمبی رسی پر جو زمین سے بس تیس گز اونچی ہے۔ اس طرح چل سکتا

ہوں۔ جیسے کوئی زمین پر چلے تو اس سے اسکی کراہت نہیں پائی جائیگی۔ ایک تیراک بھی دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ عالیجناب مرزا صاحب دریا میں بغیر کشتی کے میرے ساتھ پار چلیں۔ اور یہ تو اوکیا

اللہ کی واسطے معمولی بات ہے۔ کہ اولیائے کرام بغیر کشتی کے بھی دریا سے عبور کر لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنے پار طریقت شیخ..... الخ سہروردی کی چشم دید کراہت

کا بوستان میں ذکر فرمایا ہے۔ جہاں وہ بزرگ فرماتے ہیں ع تراکشتی آور و در ا خدا ایسا ہی اس کتاب میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ و الغفران کی مشہور کراہت دیا

سندھ سے بغیر کشتی کے عبور کرنا قابل غور ہے۔ مرزا صاحب اگر فقط اولیا اور نرے مجدد ہی کہتے تو اس سے کسی گنا زیادہ مخلوق آپ پر جھک پڑتی کیونکہ کون نہیں جانتا۔ کہ مرزا صاحب

بڑے متقی اور پرہیزگار شب بیدار گریں نشین خدا ترس نیک بخت مالدار آدمی ہیں۔ کون ہے جو آجکل علم کلام و معانی میں آپ سے بخت کر سکتا ہے۔ خدا کرے۔ کہ آپ کے جو نورانی تہرہ

پر جو ایک پر وہ سا آ گیا ہے۔ وہ اتر جاوے۔ اور آپ اسلام کے سچے شیدا ہو کر مسلمانوں کو

ملاحظہ فرمائیں اللہ کے ایسے بڑے بڑے قصیدہ نگار ہیں۔ مگر مرزا صاحب کو اس قصیدہ پر ناز ہے۔ (۱۲) (ب۔ ب۔ ب۔ ب۔)

پھر اصلی مسلمان بنا کر انہیں عروج کے درجہ پر پہنچا تو ان میں سے سید احمد خان سے بہت زیادہ فائدہ
کی امید جناب مرزا صاحب سے ہے۔ خدا وہ دن جلد لائے۔ کہ ہمارے دوست جو آجکل اپنے آپ کو علیحدہ
مشن میں سمجھتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بغلیک ہوویں۔ اور جناب مرزا صاحب تبلیغ اسلام اور صداقت
دین پر کمر بستہ ہیں۔ آئیں۔ جو لوگ مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ بھی زبردستی
کرتے ہیں۔ خدا ان کو صبر اور تحمل کی توفیق دیوے۔

دیگر۔ شیر شاہ مرحوم سکھ لعلوا اپنے گاؤں کے ایک لعلوالی بلوچ کیساتھ حضرت صاحب کی زیارت
کو آیا۔ اسی دن کسی جگہ سے ایک غلام حضرت کیواسطے ایک خوبصورت کوزہ لایا تھا۔ اس لعلوالی بلوچ
نے شیر شاہ سے کہا۔ کہ میں حضرت صاحب پر اسوقت پورا پورا یقین لاؤں گا۔ کہ اگر آج بغیر انکے حضرت
صاحب آپ کو یہ کوزہ یعنی (آستابہ) عنایت کریں۔ دو نو بیٹھ گئے۔ جبوقت شیر شاہ بعد قدمبوسی
حضرت صاحب سے مرخص ہوا۔ اور چند قدم چلا۔ حضرت صاحب نے بلا کوزہ گلی اسکے حوالہ کیا۔ سبحان
کیا صفائی دل تھی۔ کہ آئینہ کی طرح سب کچھ نظر آتا تھا۔

خاصانِ خدا خدا نماشند | لیکن زخدا جدا بنائشند

دیگر۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ پہار شنبہ کے روز کبھی سفر کو روانہ نہ ہوتے۔ اور ہمیشہ ان تمام امور کی
تعمیر و ترمیم کرتے۔ جو آپ نے خواجہ صاحب میں ملاحظہ فرمائے تھے۔ اسوقت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ
ایام اسبوع کے متعلق کچھ خامہ فرمائی کیجائے۔ جمعہ کا دن سب دنوں سے مبارک ہے۔ جسکا اشارہ
قرآن شریف میں ہے۔ اور حدیث صحیح میں مفصل مذکور ہے۔ اسکے علاوہ دیگر ایام بھی تاثیر سے خالی نہیں
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایام اسبوع کے متعلق چند شعر لکھے ہیں۔

لِصَيْدِ اِنْ اَرَدْتَ بِلَا امْتِرَاعٍ
تَبْدِئِ اللّٰهُ فِي خَلْقِ الشَّيْءِ
سَتَنْظُرُ بِالنَّجَاحِ وَبِالشَّرَاءِ
فَمَنْ سَاعَاتِهَا هَرَقَ الدَّمَاءِ
فَنِعْمَ الْيَوْمُ نَوْمٌ الْاَمْرُ بَعَاءِ
فَفِيهِ اللّٰهُ يَأْذُنُ بِالذُّعَاءِ

لِنِعْمَةِ الْيَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ حَقًّا
وَفِي الْاِحْدِ الْبِنَاءِ لِاَنَّ فِيهِ
وَفِي الْاِثْنَيْنِ اِنْ سَافَرْتَ فِيهِ
وَمَنْ يُرِدِ الْجَمَامَةَ فَالشَّلَاثَا
وَإِنْ شَرِبَ امْرُؤٌ يَوْمَ سَادَوَاءِ
وَفِي يَوْمِ الْخَمِيْسِ قَضَاءُ حَاجِ

وَفِي الْجُمُعَاتِ تَزْوِجٌ وَعُرْسٌ
وَهَذَا الْعِلْمُ لِعِلْمِهِ إِلَّا
وَلَذَاتُ الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ
نَبِيٌّ أَوْ وَصِيٌّ أَوْ نَبِيًّا

ان اشعار کا مطلب نیاز مند خالق۔ ب بلوغ نے نظم میں ادا کیا ہے۔ اردو خوان ناظرین کی کیفیت کو اسے لکھنا ہوگا۔

مبارک روز شنبہ بلا شک	ارادہ صید کا اگر تو کرے گا	جو کیشنبہ کو تو نبی اڈالے	قیامت تک مکان تیرا ہوگا
سفر میں سر کے ٹھکے نظر ہو	ترامطلب تجھ جلدی ہوگا	حجرت چاہیے شنبہ کرنی	کہ اس میں خون کا دورہ ہوگا
مثل مشہور ہے کہ بد میں ہے	دوا کی ابتدا اگر تو کرے گا	دعا مانگے تو ہے اچھی جمعیت	تری حاجت خدا جلدی ہوگا
نکاح شادی مبارک روز جمعہ	نماز کا نغمے اچھا ملے گا	تو قے ہے مجھ ان سے ڈال کی	میری شعر جو صاحب ہوگا

حضرت غریب نواز کی قیمتی اوقات

جس طرح بڑے بڑے فاسف اور حکیم اپنے قیمتی وقت کو انضباط مقررہ کے مطابق صرف کرتے ہیں حضرت غریب نواز نے بھی کچھ ایسا معمول رکھا ہوا تھا۔ کہ اس انضباط میں ذرا بھی فرق نہ پڑتا۔ آپ صبح اٹھ کر ضروریات فارغ ہو کر وضو فرماتے۔ اور کچھ دیر نماز سنت میں توقف فرماتے۔ اور بعد ٹھیک وقت پر جامع مسجد میں تشریف لاکر فرض پڑھتے۔ اور فارغ ہو کر زیارت روضہ منورہ کی واسطے تشریف لے جاتے۔ پہلے آپ تنہا اندر تشریف لے جاتے۔ اور کچھ دیر فاتحہ وغیرہ پڑھتے۔ دیگر زائرین و معتقدین حتیٰ کہ صاحبزادے صاحبان بھی باہر آستانہ مبارک میں صاف بستہ استادہ ہوتے۔ جب حضرت غریب نواز زیارت فارغ ہوتے۔ تو صاحبزادہ صاحبان بھی معہ دیگر حاضرین کے زیارت سے مشرف ہوتے۔ اسکے بعد آپ بنگلہ شریف میں رونق افروز ہوتے۔ اور زیادہ تر روز و وظیفہ میں مشغول رہتے بعدہ مکانات کا ملاحظہ فرماتے اور راج مزدوروں کو اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف فرماتے۔ اور ساتھ ہی انکی روزمرہ کارروائی اور کارگزاری ملاحظہ فرماتے۔ ضروری ہدایات اور تعمیری نکات اسی وقت ہی ارشاد فرماتے۔ جو بڑے بڑے انجمنیوں اور سیروں کو معلوم نہ ہوں۔ ہر ایک مکان میں روشنی اور ہوا کا خاص انتظام فرماتے۔ بعدہ دولت سرے میں تشریف لے جاتے۔ اور مہمانوں کو کہانا تقسیم فرماتے۔ جب سب کو کہانا مل جاتا۔ تو سب صاحبزادے کے ساتھ موافق سنت نبوی خاصہ تناول فرماتے۔ اور کوئی صاحب حاضر نہ ہوتے۔ تو بہت دیر تک انکا انتظار فرماتے۔ دوپہر کو کچھ دیر سیلوہ فرماتے۔ اور بعدہ وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ بعد فراغت نماز پھر زیارت روضہ منورہ سے منور ہو کر بنگلہ شریف میں تشریف لے جاتے۔ اور حسب معمول جناب

خواجہ علیہ الرحمۃ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے۔ اسکے بعد مختلف امور پر اصحاب مجلس سے گفتگو فرماتے۔ اور کبھی نماز عصر تک برابر مجلس قائم رہتی۔ آپ کی گفتگو کبھی شمس کی تھی۔ اہل علم کو وہ پورے عالم اہل صنایع کو بوشیا و صنایع۔ شاعر کو وہ نکتہ شناس اور کسب و کار کے نوجوان کو وہ مہذب و جلیلین معلوم ہوتے تھے۔ آپ کا طریق گفتگو بہت سادہ تھا۔ اور ہر طرف گفتگو سے ہمیشہ احتراز فرماتے۔ آپ اکثر کہا کرتے۔ کہ عشاء الاثر نہیں بخٹھڑا کرنا اور صبح میں کھانا کھانے میں۔ اور سادہ غذا۔ مگر بعض اوقات اثنائے حکایات میں ایسے کچھ بیان فرماتے۔ کہ لوگ حیران ہو جاتے۔ عشاء کی نماز بہت دیر سے پڑھتے تھے۔ اس وقت کہ وہ صبح پانچ بجے تک نہ پڑھتے۔ اور بعدہ حرم سر امین تشریف لے جاتے۔ کبھی ہی آپ سنیما بیویوں اور دیگر بیویوں سے گفتگو فرماتے۔ اور کبھی دفعہ اس خاکسار نے سنا ہے۔ کہ تماشہ ملاحظہ فرماتے دیکھا ہے۔ مگر وہ اتنے اہل علم نہ تھے۔ کہ ان کو کبھی سبب شوق فرماتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ صحنی مسجد کے صحن میں کھڑے تھے۔ آپ کے پاس سے حاجز اوہ میان جا رہا تھا۔ صاحب سلمہ رہے حاجز اوہ اس وقت سے کہ وہ صحن میں پہنچے تھے۔ مداری نے بانسری بجائی شروع کی۔ اور کسی کے ہونے کی طرف ایک ایسی آواز آئی۔ کہ وہ لپٹا پیچھے سے ایک سانپ نکلا۔ چھوٹے صاحبزادے رونے لگے۔ کہ بابا ہم کو چھوٹے ہیں۔ وادراہہ تکا ہم نہیں دیکھتے۔ آپ ان جوگیوں کو استہزاکے طور پر پھرانے لگے۔ اور ان سے کہا کہ آپ کو چھوٹا ہے۔ یا ہم فقیروں سے اسکا کیا کام ہے اور بظاہر ان کو کھنڈن سے لڑنے لگا۔ اور ان کے دل سے جو غصہ تھا۔ اس سے سانپ نکلا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک اور بھی ایسے اندر سے نکلا۔ اور ان کو مارا۔ اور ان کو مارا۔ اس موقع پر یہ کہہ دیا ضرور ہے۔ کہ یہ لوگ دراصل کوئی نیراسا نہیں تھے۔ اور ان کو مارنے سے پہلے چوڑھیتے ہیں۔ یا کہ غنیمت حالت تماشہ میں کہ پہلی ہی جگہ سے ان کی کھنڈن سے لڑنے لگا۔ اور ان کو مارا۔ اور ان کو مارا۔ اس سے سانپ نکلا۔ دیتے ہیں۔ سب سے اچھی نوجوان لوگوں کے لئے۔ اور ان کو مارا۔ اور ان کو مارا۔ اس سے سانپ نکلا۔ کہ ہم اس سانپ کو مارتے ہیں۔ مگر وہ کبھی نہ مارا۔ اور ان کو مارا۔ اور ان کو مارا۔ اس سے سانپ نکلا۔ مل جاتے ہیں۔ ان کے زہریلے دانت سے لڑنے لگا۔ اور ان کو مارا۔ اور ان کو مارا۔ اس سے سانپ نکلا۔ جاتے ہیں۔ اس واسطے ان کو لڑنی چاہئے۔ اور ان کو مارا۔ اور ان کو مارا۔ اس سے سانپ نکلا۔ ہیں۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ اپنے پیروں میں حضرت صاحب کے خزانہ شریف پر غور و اہر سال شریف

سے جلتے۔ اور پاک پین شریف میں بھی ایک سال کا وقفہ دیکر تشریف لیجاتے۔ آپ کا معمول تھا کہ چہار شنبہ کے روز سفر فرماتے۔ اور اکثر جمعہ کے دن واپس تشریف لاتے۔

حکایت منظوم

<p>ہو چکی جبکہ مرتب یہ کتاب مہتمم صاحب کو بھی پھر نشا مہتمم نے بھی بہت ہی سہی کی جسکے یہ کافی انہیں مجھے سہی پھر لکھا مجھ کو کہ جلد ہی آئیے جو ہدایت ہو ہمیں فرمائیے انکے فرمانے پر میں ملتان گیا جو کہ کہنا تھا وہ کاتب سہی</p>	<p>تیس سیر میں بڑے ہیں خوش حال زہد میں تقویٰ میں ہیں وہ پشانا ہے تعاقب چکا میرے پیروں سے ہاتھ میں جنکو سب چھوڑ الغرض خدمت میں حاضر ہوا تذکرہ حضرت کا وہ ان ہوا فیض کا ریا کہوں ان کو کہ فیض ہے ان کا بھی اس رحمت رحمان کے وہ نہ تھے ظہور نور احمد سے نور ان کا رحمت رحمان کے ابرو طیر انکا تھا دنیا میں اک فیض انکے در پر بادشاہ مشعل گیا آیا کرتے تھے زیارت ہے قسم خاک سلیمان کی بہار خاک سوا انکی ملایہ افتخا</p>	<p>یہ حکایت بھی سوائے ناظرین انگم میں کہتا ہے جسکو کترین ہو گیا اسکا اتھام ہو گیا پیر میں ہر خاص عام ایک کتاب کو منگوا چاہا اسکی کافی کو کہہ یا سامنے تاکتابت میں کچھیں لکھنا بعد میں اصلاح ہوتی ہے حال</p>	<p>وایں ہرگز میں گیا پھر وہ مان جو کہ میں تو اب چھوڑا چھان عالم پر بندہ کے میں نے ہر مان خوش مزاج خوش طبیعت جوان انکو یہ کافی دیکھا وہ میں نے گر کہی غلطی ہو تو وہ ہو ورو آپ نے فرمایا کیا تم سے کہوں خوبیان حضرت کی میں کہہ لگوں گر کہوں انکو کہ خوشگامنا پھر بھی وہ حاصل نہیں آدعا بھر عرفان کا شاہ اور جانید دوست مولانا کا انہیں سہا نہ تو دیاروشن ہدایت کاویا انکی خدمت جو گیا مطلب کیا</p>
<p>کس قدر رضیاں خواجہ کا ہوا لسطح مقصود یہ پورا تو ہوئے وارث میرے والد کا خوب تر ہونے لگا سب جو کہ حصہ شیعہ میں تھا سب والدہم نے اسکو راضی بعد کہ چہ عرصہ کہہ جو ایسا ہوا نالہ حاجی واہ جب عبد رحمن خان کی تحریک سے خوب ہی اس بات پر جب اسے بھی مقرر ہو گیا عوا سے فتور ہو گیا نالہ جبکہ یہ ملا سکر سے جدا ہو جان نون نہ</p>	<p>کیا تاؤں تم سے وہ کیا خاک سے بجرا تم کوستان دوستو جدا ہی جبکہ میرے چل سے اس سیر سے دعا غن جنت ہو ایک چھوٹی بھٹی مری ہو گئی میرے والد سے ہوئی پناشن جو ثلث کی وارث ہوئی ہو گیا میرے والد سے وہ حصہ تمام تو ہوئی اس امر کی وہ واہ بھوکو بھی حصہ لے لے اس کا خانگی تصفیہ سے راضی نہ تھی اسے تو بہت مدالت لگ گئی حصہ سے خارج ہوئی وہ یہ انکی مجرئی کی تھی ایسا بنا</p>	<p>یہ حکایت بھی سوائے ناظرین انگم میں کہتا ہے جسکو کترین ہو گیا اسکا اتھام ہو گیا پیر میں ہر خاص عام ایک کتاب کو منگوا چاہا اسکی کافی کو کہہ یا سامنے تاکتابت میں کچھیں لکھنا بعد میں اصلاح ہوتی ہے حال</p>	<p>وایں ہرگز میں گیا پھر وہ مان جو کہ میں تو اب چھوڑا چھان عالم پر بندہ کے میں نے ہر مان خوش مزاج خوش طبیعت جوان انکو یہ کافی دیکھا وہ میں نے گر کہی غلطی ہو تو وہ ہو ورو آپ نے فرمایا کیا تم سے کہوں خوبیان حضرت کی میں کہہ لگوں گر کہوں انکو کہ خوشگامنا پھر بھی وہ حاصل نہیں آدعا بھر عرفان کا شاہ اور جانید دوست مولانا کا انہیں سہا نہ تو دیاروشن ہدایت کاویا انکی خدمت جو گیا مطلب کیا</p>

<p>پھر بھی ممبر خاندان کیجئے گھر ہی گھر میں فیصلہ کرنے کے</p> <p>تصفیہ حضرت کے پاس سے کیا مال کا بھی ثبوت اسکو دیدیا</p> <p>ایک لنگری تھی وہ کسی نے دوسری سڑری کی کوئی نشان</p> <p>کس لئے تو راضی ہوئی جو بتا باقی بھجوا کر پر لیسٹنگ کتاب</p> <p>آپنے پاسخ دیا با صد خوشی بانٹا وہ بھی کہ جو لنگری تھی</p> <p>عبدالرحمان خان پر راضی نہ تھا صلح سے اسکو مگر انکار تھا</p> <p>منتظر تھے خواجہ صاحب بیشتر یہ آیا عبدالرحمان خان نظر</p>	<p>اسکا حصہ اسکو مل سکتا تھا</p> <p>مہر بخش و نور بخش و فیض بخش</p> <p>باقی کی تقسیم کی ان بھجان</p> <p>عبدالرحمان کے کہا روز و گر</p> <p>سب کی سب تقسیم ہو دیں حضرت</p> <p>صلح خیر کا حق نہ فرمایا ہی</p> <p>وہ سوچ رہی کہین چلیا بنا</p>	<p>اسلئے میراث میں نار نہ تھا</p> <p>آنحضرت خواجہ اللہ بخش</p> <p>یعنی دو کیا علیحدہ کہین</p> <p>ہو گئی راضی مری پھر بھی مگر</p> <p>تب یہ قاصد وہاں آکر کہا</p> <p>اس طرح جبکہ نہیں ہو رہی</p> <p>کل کوہن تیار چاہئے سننا</p>
<p>دوسرا اتنا تھا وہ کم ہوتا تھا</p> <p>پر نہیں دیتا انہیں پروردگار</p>	<p>ایک رنگ کا تھا وہ اور اتنا تھا</p> <p>ہم تو حصہ سے مرہم تھے بار بار</p>	<p>آپ کو اسکا مال حضرت نے</p> <p>عاقبت کو ان کی بیٹی سے</p> <p>قدرت ایزد کا کیا ہے ماہرا</p>
<p>جو کہ تھا پنجاب میں نہیں ملتا</p> <p>اس مقدمہ کا نہوا جبکہ طوبہ</p> <p>دوسرا بھی تین گنٹہ اسکا</p> <p>کمرے میں تھوڑا کچھ کو دینے لگا</p> <p>سب کھیلوں کو دیا شکریا</p> <p>دار فانی کی طرف اشارہ ہوا</p> <p>نیم تو تین تھوڑا کچھ دیا</p> <p>چھ بار سرد اندازہ</p>	<p>شام کو طمانین ہو کر وہ چلے</p> <p>راشکین صاحب کو ان جتنا کہ</p> <p>الغرض صاحب کوشش کے</p> <p>ما تھا اسکا ایک کیا بھاری</p> <p>گر راز آرام کسی پر وہاں</p> <p>ایک گنٹہ میں تھوڑا کچھ دیا</p> <p>بات یہ مرشد کی تھی بڑی</p> <p>اولیاء امیرستانہ کے</p>	<p>یہ کہا اور عازم تو قاصد ہو</p> <p>نور صاحب فرمایا ہے ہو لگا</p> <p>خانہ صاحب نے کہا کہ پیش ہو</p> <p>کچھ نہ صاحب نے تھوڑا کچھ دیا</p> <p>فیصلہ صاحب نے یہ کہنے لگا</p> <p>ایک لنگری سے نظر اتنا نہ تھا</p> <p>ڈاکٹر کو ان لیا جلدی منگوا</p> <p>فیصلہ آکر کیا اسکا ہو گیا</p> <p>جو کہ ہے مجزولن اسجا بر ملا</p>

علی نامانی زبان میں راجا ہے کہتے ہیں جو کسی ٹیپ سے لیکھا (دوسرا)

حضرت غریب نواز کی وفات حسب راجا

وقت میرا قلم قبضہ اختیار میں نہیں ہے۔ اسکا جگر پہلے سے شکاف ہے اور اس وقت تک اسکا

بے سے خدا ہائے کسی کیا حالت ہوگی۔ صاحبان! وہ آفتاب بیچ سے روٹا اور اسکا

ل کر است کس طرح زینت پہنان ہو کر ہم لوگوں سے رخصت ہو چکا۔ اسکا سوز کی آہ میں پہنچا

پیدائش کا ذکر کرتا تھا۔ ابھی آپ کے مناقب بیان کر رہا تھا۔ اور آپ کی مجلس بابرکت کے متعلق کیا کیا وہ
 حکایات لکھ کر لکھتا تھا۔ میں نے آپ کی کتاب لکھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ وہ مجمع عنایات صوری
 مخزن کمالات معنوی آج ہم نے لکھا ہے۔ وہ حضرت صورت۔ فرشتہ خصلت ولی مدلس
 دنیا سے کوچ کر گیا ہے۔ وہ حضرت یحییٰ عیسیٰ دنیویا و قیومی سے قطع تعلق کر کے اپنے خان کبیر مستیز
 چلا گیا ہے۔ وہ جو ہمارے دروگاہان سے ہمارے حال گزار کا نگران تھا۔ وہ جو ہماری انہونی بیماریوں
 کا ڈاکٹر تھا۔ آج ہم سے ناراض ہو کر گئے۔ عالم بقا ہوا ہے۔ لائے کل تک۔ وہ ہم اسکے دیدار فرحت
 آثار کی انتظار میں ہے۔ وہ حضرت یحییٰ عیسیٰ دنیویا و قیومی سے قطع تعلق کر کے اپنے خان کبیر مستیز
 وہ اپنے دادا کے پاس سو گیا ہے۔ وہ حضرت یحییٰ عیسیٰ دنیویا و قیومی سے قطع تعلق کر کے اپنے خان کبیر مستیز
 وہ فیض بخش ہر شاہ گدا کی بنیادیں سو گیا ہے۔ ان لیلۃ وانا الیہ راجعون
 اس نیاے نایاں دین میں آیا۔ آج ہم نے لکھا ہے۔ وہ حضرت یحییٰ عیسیٰ دنیویا و قیومی سے قطع تعلق کر کے اپنے خان کبیر مستیز

ہر گناہ اور بیماریاں بے اثر ہوتی ہیں۔ زچام و ہر سے کل من علیہا فان

صاحبان! غور کرنے کا مقام ہے کہ ہمیں یہ شکر ہے کہ یہ سترے فانی ہے۔ سب مخلوق مر جا
 ہے۔ یہ زندگی نہ تو جاوے گی۔ یہ ایک کمزوری کہانی ہے۔ اس سترے میں مسافر چند روز کے
 لئے آٹھیرتے ہیں۔ اور پھر یہ سترے کے جو الکر کے کوچ کی تیاری کرتے ہیں۔ مگر صاحبان
 بھلا ہم بندہ نفس اس پر ہوتا ہے۔ یہ سترے کے جو الکر کے کوچ کی تیاری کرتے ہیں۔ مگر صاحبان
 حضرت غریب نواز صاحب نے فرمایا ہے کہ اس جو وہ ہیں ہمدی میں ایسے بزرگ ولی
 کامل بلکہ کہ انہی کے لئے یہ سترے کے جو الکر کے کوچ کی تیاری کرتے ہیں۔ مگر صاحبان
 نمونہ ظاہر ہونے لگے۔ حضرت غریب نواز صاحب نے فرمایا ہے کہ اس جو وہ ہیں ہمدی میں ایسے بزرگ ولی
 مخاس کے دل پتلا ہے۔ ہم ان کے لئے یہ سترے کے جو الکر کے کوچ کی تیاری کرتے ہیں۔ مگر صاحبان
 اس واسطے مختصر طور پر فرمایا ہے کہ جب حضرت عرب نواز کے وصال
 وقت قریب آیا۔ تو آپ کے بیٹے نے فرمایا ہے کہ اس جو وہ ہیں ہمدی میں ایسے بزرگ ولی
 کی تباہی کی بو آئی تھی۔ اس لئے کہ اس جو وہ ہیں ہمدی میں ایسے بزرگ ولی
 ایت ہے کہ حضرت غریب نواز صاحب نے فرمایا ہے کہ اس جو وہ ہیں ہمدی میں ایسے بزرگ ولی

وہ ہر وقت پاس رہا کریں۔ اور آپ نے اپنے مریدان با اخص کو یاد فرمانا شروع کیا۔ نہ کہ قدرت
 جس کسی کو یاد فرماتے صبح کو وہ شخص ان موجود ہوتا۔ کہتے ہیں کہ حضرت کی وفات حسرت آیات
 کے وقت دنیا میں کچھ ایسی منادوی ہو گئی کہ لوگ خود بخود بغیر اطلاع اور تشوہ شریف میں چل کھڑے ہوئے
 اور حضرت غریب نواز کی ملاقات و قدمبوسی کا استعداد شکیانہ پیدا ہوا کہ دور دور سے لوگوں کی آمد
 شروع ہوئی۔ صاحبزادگان مہاروی انتقال پر بال سے غالباً دو یوم پیشتر تشریف لے آئے انکے
 علاوہ اور بہت سے بزرگ تشریف لائے۔ میان غلام حسن صاحب ٹوٹانی کوتار دیا گیا۔ ضعف
 کمال سے بھاری آؤ۔ گل محمد خان ننگوانی صاحب کٹر نولیس اور صاحبزادگان جو غلام محمد تھار تھار
 بھیجے لگا۔ آخری تار کے الفاظ یہ تھے کہ حضرت نہیں جاتی توجہ فرماؤ، سنگھڑ کے تمام مواضع سے
 لوگ آئے شروع ہوئے۔ اور بلا مبالغہ عرض تشریف کے موافق جمع ہو گیا۔ آپ ہر ایک سے الوداع
 فرماتے۔ مولوی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ حضرت غریب نواز انیروم تک آگے گئے سلسلہ بیعت میں
 داخل کرتے تھے۔ اور کچھ میل سے گزرنے کے بعد سے شہر و انڈیا میں جو امرتسر اور حضرت کی بیعت کا
 ارادہ کرتے تھے۔ اجبیکے بعد گریہ سے تھر تھر ہوتے۔ اور انہوں نے تھیں کہ پھر سے تھیں۔
 غلامی بن داسل کے ۱۹۰۲ء میں اول حضرت غریب نواز برابر بنگلہ تشریف اور کچھ
 شہادت کا ورد کرتے تھے۔ پھر پانچ روز بعد اولی الاول بیروت پہنچا ایک شخص ساکن سوکر اس میں
 حاضر ہوا۔ کہ حضرت غریب نواز کی آخری زیارت میں تشریف ہوئے۔ وہ شیخ غلام رسول کی کوٹھی
 میں غمزدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ کہہ کر کہ نہ لبرین قریب و ولید کا استعداد صحیح تھا۔ مگر اسے نہ متوجہ نہ تھی۔
 وغیرہ میں تل گشے کی جگہ تھی۔ ایک شخص نے اسے کہا کہ میں ان کو طویل کھیل دینا چاہتا ہوں
 غریب نواز کی کلر بالچہ کی آواز آ رہی ہے۔ نامبروہ وہاں گیا۔ تو اسکی دلای اور برائی جب لوگ
 پے درپے بیعت کیا اسطرح حاضر ہوئے تھے۔ تو اسوقت آپ میں اولیوں کے ساتھ تھے۔ آپ
 دایان ہاتھ دیر کرتے تھے۔ اور ایک انگلی اوپر کو دیکھتے تھے۔ عاتقہ راہ ماجی ٹھہرے اور صاحب
 بظلمہ عالی پاس بیٹھ ہوئے لوگوں سے تشوہ کر کے جانے لگا۔ کہ کیا صبح درود تشریف۔ اور دور
 تہیہ یا کر پھر کی ہے۔ میان گامین قریشی اور میان پیر بخش قویٹی حاضر ہوئے اور انہوں نے
 عرض کیا کہ صاحبزادگان کی طرف توجہ نہ فرمائیے۔ اس وقت وہ بالکل تھکے اور اس میں الفاظ کھینکے

تو حسب طرح مرضی اپنے پوتوں کو دشمن سے بچاتی رہا اور پروں میں چھپا لیتی ہے۔ بعد وفات بھی ان کو
 اسی طرح اپنے پروں میں لونگا اور نہ یہ جانیں اور ان کا کام ہے۔
 سُبْحَانَ اللَّهِ کیا عمدہ نصیحت کہنے ہم سب کو سادگان طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ صاحبزادگان میں
 کوئی بڑی رنجش و کدورت نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ایک راز الہی ہے۔ ایک شخص کا بیان ہے۔ جب
 حضرت غریب نواز نے اتفاق کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ بیان فرمائے۔ تو اس وقت اپنے بازووں
 کو پھیلا یا۔ اور فرمایا۔ کہ اسپر حاشی نگہداشت کرونگا۔ مولو یہ صاحب کا بیان ہے۔ کہ حضرت
 غریب نواز نے نماز عشا برابر پڑھی۔ اور تہجد کے واسطے بھی اٹھے اور اشاروں سے ادا کی۔ نماز
 صبح کی واسطے وضو فرمایا۔ اور بعد نماز جب دعا طسلی کے واسطے ہاتھ اٹھائے۔ تو آپ نے
 پیام اجل کو لبیک کہا۔ اور ہرگز کے عالم بالا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

خاتمۃ الکتاب

غریب نواز کی وفات حضرت آیات کی شہرت اثر تار برقی کی طرح تمام عالم میں پھیل گئی۔ آبرور پر خیا
 وکیل اخبار رفیق ہند اخبار عام۔ اتفاق سادہ مورخ کے علاوہ بہت سے اخباروں اور سالوں میں
 نوٹ لکھے گئے۔ مولوی محمد علی شمس نے اپنے اخبار میں ایک پورا صفحہ لکھا۔ اور اس واقعہ
 جانگزا کو ایک قومی ہاتھ قرار دیا۔ اور یہ کہ خواجہ غلام نور صاحب چاچران کے وصال کے بعد یہ دوسرا
 صدرہ خاندان چشت اہل بہشت کو پہنچا ہے۔ بہت سے اخباروں نے وفات کے متعلق اشعار اور نثریں لکھی
 میرے دوست منشی محمد گلزار خان بلخانی سوگندیں سے مندرجہ ذیل تاریخ سے سال وفات نکالا ہے۔

ع بست و نہ جاوی الاول صبح شنبہ روزہ دیگر گفتا نہفتہ بار احوال قنابین۔ دیگر خواجہ حجت مظہر قدسی

قطعات تاریخ وفات حضرت خواجہ الہ بخش صاحب شمسوی از مولف کتاب ہذا

چراغ جہان بجہ گیا ہے۔ دیگر بجہ گیا ہے چراغ ہند دیگر چراغ پنجاب بجہ گیا ہے۔

ایضاً از خرد بستم چو سال این الم از سر کلفت گفتا۔ رنج و غم ایضاً

ایضاً اولیا نے کیا تصدق سہم بوسے تو اللہ سے رنج و غم ہے آج ایضاً

خلد کو خواجہ چیلے دیگر داخل غسل غسل ہو گیا آج آپ

ع۔ اولیوں نے چراغ پنجاب بجہ گیا ہے و تاریخ اخذ کی۔ بعد لکھی کہ ہر ایک کی جگہ لکھی۔ اور بھی وسیع کر دیا جو حضرت کے کمال پر شاہد

اور خاکسار نے یہ مرثیہ لکھا تھا جو مختلف اخبارات میں شائع ہوا۔

ایک بلوچ

<p>سرسے ہاتھی النون زمین کر دی زبان کر دی بدان کین و رکین بودی کین زہ درن کر دی پیام مرگ آوردی بہاتم انس و جان کر دی کہ ہر فیض رحمت رانستان بروی نہان کر دی بخود اندیشہ کن اسے مرگ تو با ما چسان کر دی چراغ طور قیامت بر زمین تا آسمان کر دی وفاقت مرشد کامل مشہد والا مکان کر دی ہنوز آں سوز باقی بود کین ہم در جہان کر دی نیاسہ گاہ از کین کسان فلانی مکان کر دی بیکسہ میر خمی و غایت خزان گلستان کر دی کہ نیز این حادثہ جا نگر از جہانستان کر دی سوسے فرورس مرکب چہر اشہاروان کر دی چہ از با بیان خطا دیدی سوخت غنجان کر دی شہم از نور خود روشن چہیہ پیشہ تیان کر دی بظاہر ذات اقدس را ز مارچہ نہان کر دی وفات خواجہ اذکہ سخنش از کین گمان کر دی فجاہ امت و عافادہ عیش شہر شکار کر دی</p>	<p>فدک یران شوی بگرہ چہ ظلمے در جہان کر دی مگر کین کہن میداشتی تو اسے کہن پیر سے جناب خواجہ حضرت زابردی غضب کر دی چرا ظلمت نباشد در سراسے ماتم و دنیا جد کر دی ز ما سرتاج و سردار بزرگان را چنان پیدا شدہ مخلوق اینک شہر میداشد بخود اندیشہ کن اسے مرگ این ظلمے بیا کر دی فرید وقت را بردی غضب کر دی غضب کر دی ببردی تو ازین دنیا اگر سلطبان را بہر چرا بردی تو از بستان ہمہ گلہا کی تازہ را مگر کافی ندستی تو بچ و سوز عالم را جناب خواجہ حضرت بہر سہرہ مریدانرا یکے ظلمت و گر طوفان و گرداب بلا عالم اگر چہ پشیمان بودند بس مشہور در دنیا ایسے مست از اخلاق تو جملہ مریدان را بکنجہ باش اسے خادم خدا با صابرین بود تا این را نمیدانی کہ ان اولیا را اندر</p>
--	--

واضح ہے کہ آپ کا وصال ۳۱ ستمبر ۱۹۱۷ء کو ہوا۔

بوقت نماز صبح ہوا۔ اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت شہر بہادر صاحب فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ انجمن صاحب قدس سرہ کے مشاوری علی بن حسین فرزند پیرا ہوئے۔ اول حضرت حافظ محمد موسیٰ صاحب نے آپ کے بعد سجادہ نشین ہوئے آپ اپنے والد کی طرح سیرت و اخلاق میں نہایت کمال رکھتے تھے۔

کے کئی ختم فرماتے۔ اور اس قدر عسرت پر تھے کہ سامعین کو مستحجاب بنا۔ افسوس ہو کہ ایک ایسا شخص ہے جس نے
 پیسہ اخبار وغیرہ میں اظہار افسوس کو ایسے متعدد آرٹیکل لکھے کہ ضیاء البیوتی نے مندرجہ ذیل فقرات فرمائے
 نالہ ماتم و فیاض برائید وہ + حضور یگانہ اولیا قطب دین + زبدۃ العارفین و نیر السالکین + صدر بزم
 سدر طریقت + نور افزائے ششم تحقیقت + شمس مجلس معرفت + زادی دین شاہ محمد موسیٰ صاحب

قطرہ تاریخ وصال سید محمد موسیٰ صاحب تونسوی

زادی دین قطب عالم شاہ موسیٰ تونسوی
 وادریزا اوسو کے جنت الفردوس رشتہ
 بے سرو یا گشتہ از دوست اجل سر یک ضیاء

مستہمہ ہائے حقیقت فانی عزیز و جلیل
 قلب مشتاقان ز فطرہ عم حزین و مضمحل
 ذکر و شغل و وجد و کیف و شرح دین ایمان

میر کریم اللہ صاحب امرتسری نے بھی بہت سی تاریخیں لکھی ہیں۔ محال ہے کہ ان کا ارادہ تھا کہ حضرت موسیٰ صاحب کی
 حالات و کمالات بھی خاتم سلیمانی میں لکھ جائیں۔ جیسا کہ زبدۃ العارفین میں مولانا صاحب سجادہ نشین ال شریف نے لکھا
 مگر اس خیال سے کہ کتاب کی ضخامت دو چوبیسے یا اندازہ سے بہت بڑھ جائے گی۔ اور قیمت کی گرانی کے سبب بہت افسوس
 محرم رہینگے۔ اس واسطے کہ لاکھ لاکھ شاگرد تالیف میں لکھ چکے ہیں۔ اب صرف اپنے چند مشورون پر اکتفا کرتا ہوں۔

کہوں نہ یہاں تم کہہ تو بیان خواجہ موسیٰ
 فیوں میں کلیم ان کی کہ توبہ بلا سبب
 بلا شک ہو گیا اسکو نقیہ ان کی ولایت کیا
 در نشان نور تابا انکے نور سے ہر دم
 بوقت گفتگو ان کی زبان سے چلے پھرے
 وہ حضرت خواجہ عالم بخش کا نذرانہ سے
 خدای کا جو موسیٰ پر بلا سے مستہ خاطر کو

ہی ہے ہر گزری لیل و نہال خواجہ موسیٰ
 و لیون میں ہوا ایسا ہی شان خواجہ موسیٰ
 سنا رمضان میں جس سوز آن خواجہ موسیٰ
 مگر افسوس کتنا تھوڑا زمان خواجہ موسیٰ
 عمر و شہسواران تیرا لہر بان خواجہ موسیٰ
 نہ تھا کچھ فرق اسے صاحب میان خواجہ موسیٰ
 رہ چکا عمر بھر یہ بدح خوان خواجہ موسیٰ

دوسرے فرزند حضرت خواجہ صاحب جو حضرت غریب نوازی صہبائی میں نہال کر گئے۔ آپ شہید حسین باکمال تھو مولوی
 سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب سے آپ کی نہایت ذکاوت و ذہین تھی۔ آپ کا انتقال ہوا تو حضرت خواجہ صاحب نے بہت
 مچا ہوا تھا۔ مولانا فرزند حاجی حسین شریف نے آپ کو جو صاحب بہت آپ ایک شام یہ طبیعت رکھتے ہیں لفظ حسہ سے موسیٰ
 میں بیکار وہ لطف آتا ہے جو کہاں کہاں ہو سکتا۔ مختلف علوم و ادبیات کے تھے۔ خواجہ صاحب نے بلوچی اور دو وغیرہ میں
 عمر میں شکار وغیرہ میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ مگر ان امور کو صرف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ سفر و حضر میں اکثر حضرت
 سنی کہ سفر حج میں بھی ہر کجا بکھے۔ ایک صاحب کا بیان ہے کہ عرب میں آپ اس صفائی سے عربی بولتے تھے کہ لوگ
 آپ اس امر دلی سے شکر کا انتظام کرتے ہیں کہ جوان ان کا انہوں نے نہ سنا۔ ان کا لفظ تازہ غریبا مساکین مسافروں کے واسطے
 نہایت درجہ کے نکتہ شناس ہیں۔ ایک لفظ کا ذکر ہے کہ جو کہ آپ کی مجلس گرم تھی۔ مولوی علی گوہر صاحب نے ایک کتاب
 مولوی محمد یار خان بہید اسٹراویز سے اہل علم موجود تھے حسب معمول مولانا شریف مولانا دم پڑی جلیبی تھی۔ آپ میں غلیبی کا
 کو حل فرماتے تھے۔ اور جو کتاب سے تباہ فرماتے وہ اپنی کا حصہ تھا۔ میں ان کے ذہن رسا اور سخن بھی گوید کہ حیران رہ گیا۔ آپ
 اعلیٰ درجہ کے مشاہیر ہیں۔ اور اپنی گفتگو خاصیت اعجاز رکھتی ہے۔ خداوند کریم انکو دیر گاہ سلامت رکھے۔ آمین۔

شرفیہ جامع مسجد جن لوگوں کو تونہ شریف میں آنیکا اتفاق ہوا ہو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت شیخ غازی نے
 تونہ شریف میں تعمیر کرائی ہو۔ یہ اپنی نظیر ہی ہو۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان کے وقت میں یہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی اور
 اس کی حیات میں خواجہ باہل خان کے کاروانہ نواب صاحب کے گھر اس مسجد کا زینہ تعمیر کیا اور اسکو محض میں بھی ازادگی دیا گیا
 اور آٹھ بار کے دروازہ پر موجود ہے۔ اسوقت تعمیر کیا گیا۔ جس میں ابتدا سے تو پانی جنونی کنوئین
 سے آتا تھا جو بے لنگر کے پاس واقع ہے۔ اور جسکا پانی ایک بئب حکمت سے پھیلوین شالے تالابوں
 میں سے گزرتا ہے۔ مگر بعد جب مسجد کے مشرقی دروازہ کے پاس بڑا کنواں جو ۱۰ x ۱۰ تیار ہوا ہے۔
 اس سے پانی آتا ہے۔ اسوقت مسجد شریف کی سقف اور دیوار اور محض اور گور کے حجرے قابل
 دیدہ ہیں۔ مسجد کی سقف ووازہ ستونوں پر قائم ہے۔ اور اسطرح سے جگہ کر رہی ہے کہ اسکی عظمت
 دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اسکے جانب مشرق ایک اور برادہ شامل ہے جس میں بل بوتوں اور نقش
 کار سے فروسی برین کا خیال آتا ہے۔ دیواروں پر نہایت خوش خط قرآن مجید کی آخری سورتین
 درقطعات تاریخیہ لکھی ہوئی ہیں۔ جن سے زیب و زینت میں چند در چند زیادتی ہو گئی ہے۔ اس میں اللان کے
 پر مسجد کا ماذنہ ہے جو سفید سنگ مرمر کے ستونوں سے سرنگ ہے۔ ٹھیک وقت پر اذان دیا جاتی رہی۔ اور اس
 کام کو واسطے خاص مؤذن مقرر ہے۔ ماذنہ کے عین نیچے مولوی محمد حسین کی مصنفہ تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ سنگ
 کے ستونوں سے اوپر سنگین دیوار پر دنیا کاری کا کام ہو رہا ہے۔ باہر محض مسجد میں سفید اور سیاہ تختی پتھروں سے
 آدم مصلے بنی ہیں۔ کہ ہر ایک مصلی ہیک مصلے پر کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ ایسا عجیب و غریب فرش میری نظروں
 میں نہیں گذرا۔ نصف سیدی کرسی کی ضرورت ہے اور نہ فرش وغیرہ بچھانسی کی ضرورت ہے۔ مسجد کے شمالی طرف بھی ایک
 حضرت غریب نواز کی وقت میں تعمیر ہوا ہے جو جنوبی حوض کے برابر عمیق نہیں ہے۔ مگر خاصا اور تالابوں میں
 میں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ عرس شریف کے موقع پر اس مسجد میں آٹھ سو تیرا آدمی نماز پڑھا کرتا ہے
 رہتے ہیں۔ باوجودیکہ حوض موجود ہیں۔ مگر دشواری کی جگہ نہیں ملا کرتی۔ اس مسجد کے حوض میں
 نا آسان نہیں ہے۔ لیکن کم سے کم تیس چالیس ہزار روپے سے کم لاگت نہائی ہوگی۔ اس میں شریفیہ جامع
 مسجد کی دیواروں پر جو تاریخیہ قطعات کندہ ہیں سلسلہ وار قلم نہ کروں۔ تاکہ سب سے ناظرین کو معلوم
 ہو کہ کون کون سے مشاہیر نے اس مسجد کے متعلق کسی عہدہ تاریخیہ لکھی ہیں۔ اور ان کے حقیقیہ مسجد میں
 ہے کہ جس قدر اسکی تعریف کی جائے۔ بجا اور نہ مستحب ہے۔

قطعات تاریخ مسجد اولین

بنا کر اور مسجد مشرق	محرک باطل بصدق نام	پئے قطب نقاب فخر انام	سلیمان حشمت امام تمام
ایضا	اسان اساسش نبر و گفت زور	فظون لی لبیت کبیت الحرام	
سید و از پیشہ امام	کون و در ز صدق و انور	سال تاریخ او بگوش ولم	لا تفسی - خانہ خدا فرمود
تاریخ مسجد	از تصنیفات مولوی عزیز الدین صاحب ہاولپوری	عزیز از پئے سال تمام گفت	تاریخ او قبلہ ہے نظیر
مستشرق پورندہ	پہا پیرا بایات و نقش و طلا کے کثر	مبارک مسجد از شیخ طریقت	
ایضا	رتب چون شکر و با زیب و زینت	بہر جانب نور و مشیت جنت	
ایضا	وین سخن و حکیمت و اندام بخش	سر شد از افاق مد ظلیہ	
ایضا	خبت انعام انبیاء العالم	ان تائید الشریعہ فعلہ	
ایضا	سلسلہ فی الشیخہ کا شجرہ	حیث تاتی کل حین کلمہ	
ایضا	نور مر و نور با افعال الطلوع	والنور والنور و شکلہ	
ایضا	عقل و علم و انوار الکتب والکتاب	لیس فی الافاق واللہ مثالیہ	
شاہ الحدیث	تاریخ و تفسیر و تفسیر	بہر ارضائے خواجہ رسول	مسجد آراست سنگین و حسین
مذکورہ	دال اور زینت	از تصانیف گفتہ چرخ پیر	من ندیم مسجد قرخ حنین
مذکورہ	سنگین و سنگین	مسجد مری بنا فرمود	بہر عجب پیش مسجد اسبن
مذکورہ	نور و نور و نور	حوض ثانی و چاہ وہ دروہ	فرش سنگین بصحن او ابلق
مذکورہ	مذکورہ	مفسد از ابرون نما و نگو	مقتلہا فی البلاد لم یخلق
مذکورہ	مذکورہ	مسجد مری کی دیکھ فضا	مید سائین نے ای عجیب بنا
مذکورہ	مذکورہ	باغ چشم زلف میں بچو لا	جذب و ہون بنالی ہے چہر جا
مذکورہ	مذکورہ	بولا فزون بھی دیکھ اسکی جگہ	چوٹے وٹے دو منتر میں ہے
مذکورہ	مذکورہ	ہے کل کل بہشت کا لقمہ	شالا خواجہ رہے اکاس

نوٹ - مولوی عزیز الدین صاحب انصاری میں تمام حشمت کہی ہے جو کہ مشہور علماء سے مخفی نہ رہیگی۔

بنام پادشاه انجمنش	خوشبختیان قبیلہ منین	بہ تخت سلیمان شہ ملک شہت	بعد عز و شان ست سہ سہ
جہان یکسر از فیض او پر نوا	نہادہ بر آن آستانہ حسین	بلکے رہا و خدا کے کریم	پے نصرت رسول امین
بنا مسجد از سنگ مرمر نمود	عجب پیش آن مسجد اولین	آیات و آیات و نقوش	شده ہر وورنگیں لہرز حسین
اگر چہ زانچہ فر کردہ چشم	ہر عہد گر دید خیرین	ندیدہ گنتی ہمہ مسجد خود	چنین مسجد و لکھنؤ شہن
چو دید اینچنین سنجید منظر	فلک گفت احسن ملک آفرین	ہر آنکس کہ دیدہ شدہ در نظر	چو تصور دیدیوار حیرت قرین
بسال تماشا شدائے نمود	سر و شہ زبالائے عرشین	او اسازد در نماز نیاز	کہ عفو و کن رحم الراجحین
بحمد اللہ رواق مسجد پاک	منقش گشت مثل طاق افلاک	ز بس جس بی کہ از زنگین است	تو گوئی از صفہ خلد برین است
اگر نقاشی میں آید دیدن طاق	بجست جنت گردد وز خروق طاق	بسعی و شکیہ قطب عالم	کہ انجمنش دارد اہم عظم
مزیں گشت این طاق زلف	کہ از روی ناظرین افرحت افزو	بتاریخ تماشا عقل فرمود	ہزار و سہ صد و ہفت و ہفتاد
ہر کہ مسجد بنا نمود موجود	انما گفت حق در استود	خواجہ انجمن مسجد خوب	پیش آن مسجد قدیم افزو
خوش ز آیات نقشا و طلا	پر دورا با کمال حسن اندو	سال تمام نقش باقی ہے	بے بدل ظاہر خدا فرود
قطعہ تاریخ از صاحب حضرت ابراہیم خاں صاحب لونسوی			
بنا کرد مسجد شہ دین متین	خداوند فرمود صد آفرین	چو رسیدم از سال باقی گفت	چنین مسجد نیست بر زمین
ہر مسجد است مولیٰ و محسن	مسجد شیخ	ہر گوشہ ایست جنت الحق	بہ مسجد شیخ
نہ سال او بگفتا لاف ز غیب تاریخ		باشند دیدہ ام چون زیر المساجد شیخ	بچون
قطعہ تاریخ از مولوی محمد حسین صاحب لونسوی			
یہاں مسجد راجز گفت	تعمیرش خدا خود انما گفت	با حق ز حضرت گشتہ تعمیر	بتعمیر ہم آنچہ مصطفیٰ گفت
عام ایزد عجب زیبا بنائے	کہ بر بنیدہ اش خوش و او گفت	ز باقی کہ وہم استفادہ تاریخ	مبارک مسجد فرج مبارک
سیدی شیخ انجمن پیرے	کمل شد نماز لہاں کثیرے	خصوصاً این عمارت کما عالم	کہ انما گفت
ہو تا پیش برسیدم ز لاف		بگفتا مسجد و وہی لایرے	
مسجد شریف کے ماؤز کے پیرے	سنگ مرمر پر جہاں کچھ کندہ ہے	مولوی محمد حسین صاحب لونسوی	کہ تفسیر ہے اور تبارخواری پرستہ لکھی ہے
عام ایزد پر مسجد پر از نور	از نور حق ہمیشہ باور	چو ہستم سال انجمن فرود گفت	مبارک تھا اور نور طاق
انجمن اسوقت کی ہے جب حضرت ثانی نے مسجد کو سے داناں ہوئے تھے			

بچون

قصائد حبیب

خاکسار مولف خاتم سلیمانی جناب سید مشتاق احمد صاحب صوفی خلیفہ حضرت مرشدی خواجہ الہ بخش صاحب قس سترہ کامشکو رہے جنہوں نے مولوی نور محمد الحق صاحب المتخلص محو سالکن اسلام آباد متعلق کے نہایت دلچسپ اور جانہوں نے خواجگان تونسہ شریف کی نشان میں لکھے ہیں۔ میرے پاس بعض نسخہ اندراج ایصال فرمائے مگر افسوس ہے کہ بوجہ دیری وہ سب قصائد بھیج نہیں ہو سکے۔ اگر خدا نے چاہا تو وہ سب رسالہ کی صورت میں شہر شریف کے شائقین سے مدعا کریں۔ شایع کر دینے جائینگے۔

پیشکش اولیٰ خواجہ محمد سلیمان تونسوی از تلمیذ فکر مولیٰ نور الحق صاحب محو سالکن اسلام آباد

محبوب محبوب خدا خواجہ سلیمان تونسوی
 آثار اللہ احسانوار اللہ الصمد
 نور اور واہ کبریا تو شان شان مصطفیٰ
 تجرید و تقریریت شہساز ہم در سلا و در ملا
 منقولہ نظر الاولیاء ان نور عین الاصفیاء
 در عہدیت نور الہیہ کو صہدیت بدر اللہیہ
 در دور چشمست نور عالم ہمہ بدست تو
 اے ہمہ سیر راہ خدا ہم قبلہ و قبلنا
 گرد و مکن لامکان در آن واحد بیگان
 در خاندان خواجگان از نام تو نام و نشان
 جوش ازل شور ابد شان قدم زیب ارم
 انظر لطیف سیر الاولیاء خواجہ سلیمان سنگھری
 تو نور چشم نور دین نور محمد فخر دین
 اے وسنگ گریہ کیسیان سے ہادی گمشدگان
 انا ظلمنا ربنا اغفر لنا ضعفنا لنا

نام خدا شان خدا خواجہ سلیمان تونسوی
 پیدار و سہ پر ضیا خواجہ سلیمان تونسوی
 در بزم شہر خدا خواجہ سلیمان تونسوی
 خورشید نور صفا خواجہ سلیمان تونسوی
 لاریب خیر الاولیاء خواجہ سلیمان تونسوی
 صل علی اصل علی خواجہ سلیمان تونسوی
 جن و بشر ارض و سما خواجہ سلیمان تونسوی
 نام خدا راہ خدا خواجہ سلیمان تونسوی
 اونے غلام تو شہا خواجہ سلیمان تونسوی
 ابر کریم سخن خواجہ سلیمان تونسوی
 محو نفاسی خوش او خواجہ سلیمان تونسوی
 اندو شہر الاصفیاء خواجہ سلیمان سنگھری
 نور اللہ سے سرتابا خواجہ سلیمان سنگھری
 من گم رہم تو رہم خواجہ سلیمان سنگھری
 در دا درینا حشر تا خواجہ سلیمان سنگھری

حضرت سید عالمؑ زبداعمال خود
مجلس نور محمدی صفا

حضرت سید عالمؑ نما خواجہ سلیمان سنگھری
تو دستگیری کن مرا خواجہ سلیمان سنگھری
محو تماشا کن مرا خواجہ سلیمان سنگھری

خدا کو دیکھتی ہیں آپ میں خدا والی
مٹائے ہستی فانی کو ہیں فنا والی
اسی نشہ میں رہا کرتی ہیں رضا والی
چلو بدو کو مری دشتِ کربلا والی
وفا ہی جانتے ہیں آپ کے وفا والی
یہی تو عالم ہستی میں ہیں صفا والی
گدا بھی آپ کے ہیں شانِ کبریا والی
دُعائیں مانگ رہی ہیں ہی دعا والی
رہیں خدا کی خدائی میں خوش خدا والی
پڑھیں صل علیٰ محمدیٰ مرحبا والی

خدا کو دیکھتی ہیں آپ میں خدا والی
مٹائے ہستی فانی کو ہیں فنا والی
اسی نشہ میں رہا کرتی ہیں رضا والی
چلو بدو کو مری دشتِ کربلا والی
وفا ہی جانتے ہیں آپ کے وفا والی
یہی تو عالم ہستی میں ہیں صفا والی
گدا بھی آپ کے ہیں شانِ کبریا والی
دُعائیں مانگ رہی ہیں ہی دعا والی
رہیں خدا کی خدائی میں خوش خدا والی
پڑھیں صل علیٰ محمدیٰ مرحبا والی

اے ذاتِ تو عکسِ نور خدا سے نور تو نصیبِ خدا
نورِ محیط زمین و زمان تو ظہورِ عجیب کلمین و مکان
حضور ذاتِ الہ تو شانِ غریب صفاتِ اللہ
تین کتابِ ہدی تو نقدِ نقود حصولِ رضا
کون جن بشرِ معبود و معابدِ حبلہ عصر
تو اولیٰ توئی در نفسِ نفیس مہولی توئی
بہر و در جہانِ مکتشف حقائق کون کا
خدا و حبیبی مقبول جناب نبی و علی
مخلوقِ مخلصین مخدومِ بخدمتِ فخر الدین
مقتضیٰ اللہ طورِ شرابِ بقا باللہ

مرآتِ ظہورِ صفاتِ خدا مخمورِ خسارِ انی انا
اسے نور محمدؐ خواجہ مالو لاک لولاک لولاک
ممتازِ نفی در عین فنا اثباتِ خدا در عین بقا
لیس کشلی صل علیٰ بمثلِ مثالِ جمالِ صفا
بہر شانِ بشارتِ تو شانِ جدا ہر ذرہ نور تو خوش انما
در بسطِ بساطِ بساطِ جہانِ تو خیرِ عزائمِ نفا
مخلوقِ مخلصین مخدومِ بخدمتِ فخر الدین
مقتضیٰ اللہ طورِ شرابِ بقا باللہ

کے محبوبی ذات بخت اعجازی مسیحی بارگت

بالا ترا ز کون و مکان شان سلیمان دیدہ ام
منور و حسن خوشیتن معمور نور خجبتن
تصویر پیر احدیت تنور نور صمدیت
تاج شریعت زیب سر نور نوالہ سیر
گلہ ستمہ انوار ہو نور خجبتن ہو بہو
لاہوت بار کن رکن کین ہا ہوت را ملن متین
زیبائش ملکوتیان آرائش خیر و تیان
اندیشیوں ہر عیان آئینہ رحمانیان
در جسم و جان نیم جان اندر حرم بیدلان
محج جمال کبر استغفری ذات خندا

ولا خاک رہ کوئے سلیمان شو سلیمان شو
شہادت گرسوس واری باورد تونہ اقدس
گر خواہی کہ مخورے وحدت شوی آیدل
کہ سستی خانی بقائے جاودان خواہی
اگر اسرار وحدت را بدرس خوشیتن خواہی
مذات پاک الہ بخش محو ذات اللہ ہو

مشہور و شواہد اہل نظر موجود ہوا ہر گل شیا

شورِ علن ستر نہان شان سلیمان دیدہ ام
زیب مکان و لامکان شان سلیمان دیدہ ام
نام و نشان ہر نشان شان سلیمان دیدہ ام
ابر بہار جاودان شان سلیمان دیدہ ام
زیب گروہ خواجگان شان سلیمان دیدہ ام
قطب زمین و آسمان شان سلیمان دیدہ ام
ذہبت وہ ناسوتیان شان سلیمان دیدہ ام
زیب گلستان جنان شان سلیمان دیدہ ام
شمع شبستان جہان شان سلیمان دیدہ ام
انوار چشم عارفان شان سلیمان دیدہ ام

اسیر وام کیسے سلیمان شو سلیمان شو
شہید تیغ اربے سلیمان شو سلیمان شو
حویں جام خوشبوئے سلیمان شو سلیمان شو
مریض چشم جاوے سلیمان شو سلیمان شو
پور و مصحف روئے سلیمان شو سلیمان شو
ولا خاک رہ کوئے سلیمان شو سلیمان شو

در شرح خواجہ الہ بخش صاحب مقدس سترہ

مصحف اسرار وحدت خواجہ الہ بخش
رحمہ للعالمین دین و ایمان منی
نسیں فی و نشی سوا پیدا ز انوار خجبت
تازہ می آید زوات پاک اللہ احد
بیشمال اندر شان ہمیشالی مشعل تو

پر وہ دار روئے کثرت خواجہ الہ بخش
شان غلظت عین رحمت خواجہ الہ بخش
لی مع اللہ حال پاکت خواجہ الہ بخش
برجبال فیض نسبت خواجہ الہ بخش
بے بہا بے مثل نعمت خواجہ الہ بخش

<p>دست تو دستِ خدایت خواجه اللہ بخشش بدر سدرہ خلافت خواجه اللہ بخشش مرشد من یعنی حضرت خواجه اللہ بخشش</p>	<p>ازید اللہ فوق اید یہم شہادت می دهد فقر فخری ختم شد از فتح فقر تو محو فخر الاولیا گردید ختم الاولیا</p>
<p>باغبانِ نخل ایمان خواجه اللہ بخشش آب حیوانِ غلامان خواجه اللہ بخشش ابر نیسانِ درخشان خواجه اللہ بخشش لے فروغ نور ایمان خواجه اللہ بخشش مشکائے ماغیرببان خواجه اللہ بخشش جانِ جانِ نیم جانان خواجه اللہ بخشش در حضور شیر نردان خواجه اللہ بخشش لے ملاحِ دین و ایمان خواجه اللہ بخشش</p>	<p>سر و بستانِ سلیمان خواجه اللہ بخشش قطبِ عالمِ غوثِ اعظمِ مظہرِ فیضِ اتم لے کلین لامکان و دو کمالِ بہرکان در زند خویش را معسور کن از عشقِ خود نورِ ایمانِ جہان بلحا و ما و لے زمان در رہ خود بخشش تو فوقِ خلوصِ خالصان عشقِ راناز لیت اندر نفسِ ذاتِ خویشین محو خود را محو کن اندر حضورِ نورِ خود</p>
<p>از شرابِ نابِ وحدت خواجه اللہ بخشش عینِ رحمت یعنی حضرت خواجه اللہ بخشش بتد چشمِ رحمت خواجه اللہ بخشش مرقدِ کانِ کرامت خواجه اللہ بخشش بجہا با نہ بکشتت خواجه اللہ بخشش الغیاث لروح و حجت خواجه اللہ بخشش بدر سیماے ولایت خواجه اللہ بخشش غرقِ دریائے حقیقت خواجه اللہ بخشش مادی راہِ طسرت خواجه اللہ بخشش از سرورِ جام و وحدت خواجه اللہ بخشش</p>	<p>عالمِ محسور نسبت خواجه اللہ بخشش مست و مدبو شتم بدور ساقیِ مخمور چشم صدقہ خواجه سلیمان بر من سکینِ غریب نور اللہ و ایماز انوار سبحان الذی رنگِ بیریگی نماید و طلسماتِ حجاب کشتیِ عمرِ عبث غرقابِ عصیانم بشد سر و بستانِ سلیمان نخل بندِ فخرِ دین نورِ ایمانِ جہانِ جانِ جانِ نیم جان ما من اهل یقین و مشکائے دو بہسان محو و بیدارت شدم و اللہ مدبّر انزل</p>
<p>تاجدارِ بر سرخ انشا خواجه اللہ بخشش منظورِ الہی انشا خواجه اللہ بخشش</p>	<p>بدر صدرِ لا الہ خواجه اللہ بخشش کعبہ دارِ بابِ کلین قبلہ اہل یقین</p>

قدوة اهل صفا وزیده اهل صفا
زینت خواجه سلیمان رنگ پش خردین
نور احمد شان میدرم حسین و حمید
مصدیر اسرار وحدت مخزن انوار حق
واقف عین العیون و مایه ذات الشیون
حیرت اندر حیرت آمد محمود و پیدار ترا

نور الا الله سر ایا خواجه الله بخش
مرح شان هو الله خواجه الله بخش
نسبت عالی معنی خواجه الله بخش
قبله اقبال و لها خواجه الله بخش
عارف بالله و الله خواجه الله بخش
از و نور نور و الا خواجه الله بخش

شاه اقلیم سلیمان خواجه الله بخش
شانه الله که مطلق انوار هو
قد حرم ملک و لها کرد سلطانی چنان
در گه عالی معنی حرم للعالمین
کرد نورانی ز وحدت کثرت موجودها
جاده محمود و واحه نور فات لم نزل
ناخدائے ما غریبان در طلسمات نفوس
تا ابد باشد منور تحت سمنه و ستان
رنگ پش معرفت و شوش طلسمات نفس
نور نور را محو کن در نور ذات خود شین

صحف دین سلیمان خواجه الله بخش
منظر فضیلتان یزدان خواجه الله بخش
سر یک شکر زیر فرمان خواجه الله بخش
بارک الله نور رحمان خواجه الله بخش
طرفه زاکیر سلیمان خواجه الله بخش
در حقیقت از غسان خواجه الله بخش
آشنای سحر عرفان خواجه الله بخش
از غلامان غلامان خواجه الله بخش
یاد کار جهان پاگان خواجه الله بخش
سر ایا نور عرفان خواجه الله بخش

سر زبان ناتوانم خواجه الله بخش
در حرم کعبه دل نور ز انوار خشت
منازق امر حق نفسم واقف در علم
ولید و لدار عالم سرور دنیا و دین
گشته که گشته به حیرت مراد مستقیم
شانه الله که بیسکه نیاز در کرم
قبله دل کعبه بیان بین کون کوان

نور چشم خون نشاتم خواجه الله بخش
حال تقی قریب آنم خواجه الله بخش
شافی روح و روانم خواجه الله بخش
جان نواز جان جانم خواجه الله بخش
لایه دلیل کار و انم خواجه الله بخش
فخر وقت سر خواجه نام خواجه الله بخش
بزد درت و بیکر ندارم خواجه الله بخش

رحمۃ للعالمین شان العالمین محو خود را محو کرد اندر حال خوشین	فیض بخش دو جہانم خواجہ اللہ بخش حضرت قطب زمانم خواجہ اللہ بخش
باب حمت پر کہ ہے میخانہ اللہ بخش بارک اللہ تا ابد یونہی رہے محسوس نور شمع بزم احمدی ہیں آپ کے ادنیٰ غلام آشنائی بجز عرفان اور ملکین لامکان ایک ہم ہیں دو نظام ہر من تھے دربار سے دقت عالی ہے یا لوح و قلم کی نقل ہے فیض مقدم سے ترے دشت و جہنم تو ہیں ہم تو دوری میں بھی ہیں محو تجلی جمال	دو وحدت سے کہ ہے پیمانہ اللہ بخش منسج اسرار ہو ختم خانہ اللہ بخش طور پر موسیٰ ہوئے پروانہ اللہ بخش خاوم الخدام ہیں فسزائے اللہ بخش ایک مدت سے ہوئے دیوانہ اللہ بخش فرش ہے کیا عرش پر کاشانہ اللہ بخش بنگیا رشک ارم ویرانہ اللہ بخش لوگ کہتے ہیں بہن مستانہ اللہ بخش

دریغ حافظ محمد موسیٰ صاحب (منہ)

مرقع نور کا ہے کیا سراپا خواجہ موسیٰ تاماں من رانی کا کوئی دیکھے تو آجائے نہار بخودی میں رنگ بیریگی کا آیا ہے نہ دل پہلے میں ہے اپنا نہ جان نہ اتوان تین میں تری تقدیریں کا قدوس یونہی شور ہے برپا تمہاری جام و صدقہ نے جہان سر رہا پایا ہے خبر ہی کچھ نہیں اپنی کہان میں نہ کیا ہوں سیکی رتبہ رانی کا اثر ہوئے تو کیا ہوئے تعالیٰ شانہ اعلیٰ وہ نسبت ہے تیری اولاد بکار اللہ والمنتہ کہ بندہ ہوں تو کسکا ہوں	نر الاسب سے البیلا سراپا خواجہ موسیٰ جمال اللہ ہے واللہ سراپا خواجہ موسیٰ میری آنکھوں تلے چہایا سراپا خواجہ موسیٰ لگا جس رویت سے چکا سراپا خواجہ موسیٰ ملا یک میں تیرے شیدا سراپا خواجہ موسیٰ خدا جلنے کہ کیا دیکھا سراپا خواجہ موسیٰ تقدیر میں کھینچا نقشہ سراپا خواجہ موسیٰ ہے نقشہ سن ترانی کا سراپا خواجہ موسیٰ جسے دیکھو ہے متوالا سراپا خواجہ موسیٰ دلی ابن الولی واللہ سراپا خواجہ موسیٰ
--	--

ہوا محو تجلی جمال نور لاکھو
تمہارا بے دردم بندہ سراپا خواجہ موسیٰ

خراب بادہ تاب سلیمان شان رحمانم
 بجز اللہ و اللہ کہ فرو آ شام او شتم
 اسیر زلف پیچانم سرور کیف اندام
 لاکھ صورتے فرودس نیبے گنج اسرارے
 مکہ میں مکان نور محمد شان محمد الدین
 سہیل سرز علوی کہ از بونے دلاویرش
 مسیح صبح دم و اللہ کہ از انوار انفاسش
 بنور خود علی صورت بحسن خود حسن سیرت
 ترغم خیر انخد شدیم نور محمد شد
 زبانش ترچہ جان حق بیانش عین حق الحق
 کند خود تماشایا کردہ کر او اہد ز نور خود

شہید تیغ انداز سر اپا نور ایمانم
 بدور ساقی مخمور مست چشم فتانم
 مگر از لطف اگر امش غریق بحر عرفانم
 جناب غوث اعظم قطب عالم نور یزدانم
 وجوب واجب مطلق ظہور عین امکانم
 اویم خادمان او شمیم عنبر افشانم
 سر اپا ساز و سا مانم سر اسرود در مانم
 قدر قدرت قضا حکمت کلیم ذات رحانم
 دلارائے دلاویرے ہمہ تن جان جانانم
 بنجاک پائے او ہر دم خدا سازم دل جانم
 کریم کار ساز لطف یزدان عین ایمانم

در شرح حضرت خواجہ حامد صاحب (منہ)

سیر شان بمشالی روئے توصل علی
 قرۃ العین جناب نایب بند الولی
 آفتاب برج وحدت مظہرانی انا
 قبل طاعات عالم کعبہ انوار حق
 عطر مائش معرفت یا محمد عود قلوب
 رونمائے من رآنی نور پاک مصطفیٰ
 خواجہ حامد سر اپا نور پاک ایستما
 خود شد اندر صفات ذات اشباح

سہی سر خرامان گلستان سلیمانی
 فروغ بدر سیاحت زبے نور علی نور
 ظہور عالم امکان بر نور تو واللہ

نور بخش لم یزالی کوئے توصل علی
 رشک خیر سنباستان موئے توصل علی
 رونق بازار کثرت خوئے توصل علی
 ہست محراب دعا آبروئے توصل علی
 جان نواز جان عالم بونے توصل علی
 قبلہ گاہ دین و ایمان سوئے توصل علی
 دلربا و دلدار عالم خوئے توصل علی
 قوت شیر خدا بازوئے توصل علی

جناب خواجہ حامد ظہور شان یزدانی
 بشکل و صورت زیبا سر اپا غوث صمدانی
 بدین شان بدین شوکت بارگان سلیمانی

وصلی اللہ علی نور کز و شد نور در عالم
بجہ اللہ و المنت ترازیب تراشاید
کلام تو کلام اللہ جمال تو جمال اللہ
بفضل خواجگان خود بزبب خاندان خود
تو عرش پاک نور اللہ قلوب المؤمنین باللہ
رخت شمع شبستان جمال نور اللہ
مرانا زلیت بر قسمت که محو نور تو گشتم

سراپا نور نور اللہ سر سر شان حسانی
قباسے دلبری و بر لب سر تلج سلیمانی
ز سہ عز و شرف و اللہ کہ واری نور ایمانی
جمال نور اللہ لیسایں نور عرفانی
بنجمیل کمال دین تو کی تفسیر قرآنی
قدت سر و خرامان ریاض نور ربانی
مصدق شد غلامیم بدور جام فیضانی

نشان رحمت یزدان جناب خواجہ حامد
و جوب اندر و جوب خود بتوناز و بتوزید
بتوشان سلیمانی بتوانوار ایمانی
مثالت در مثال خود عدیم المثل پیدا شد
شہادت می دید اندر شہود نور سیمایت
تو صدر سلیمانی بعد اعزازے ناز و
شبیہہ تو بجہ اللہ بفتح الاولیا باللہ
ملائک آستان بوست بعد شور تمنایت
منفخر نسبت فقری چو فخر فخر دین خواجہ
شدم محو جمال نو بہر صورت بہر حالت

نہال گلشن عرفان جناب خواجہ حامد
بہار عالم امکان جناب خواجہ حامد
ہوید چون مہ تابان جناب خواجہ حامد
ہمانا رحمت رحمان جناب خواجہ حامد
کہ بدر بر نسخ ایمان جناب خواجہ حامد
کہ زیب ماہمین بشایان جناب خواجہ حامد
ہمون رحمت ہمون فیضان جناب خواجہ حامد
ہمہ جن و ہمہ انسان جناب خواجہ حامد
بتو کے قبلہ ایمان جناب خواجہ حامد
بشکل سبیت جانان جناب خواجہ حامد

قصیدہ در شان حضرت خواجہ صاحب (سید)

سیح صیحو ترک نوجوان مددی
محیط نور تو از عرش تا بفرش زمین
بجز آمد غوث زمان قطب جہان
پے کریم خطا پوش خواجہ اللہ بخش
جہیت ذات الہی ربیب کن فی سکون
ز سہ نصیب زو قسمت من سبیل

ملین نفس معلک لاکر اللہ
بیاد تا با بید بخشید بر سر و ان بودی
بحال بسعل بتیاسب نیم جان بودی
جناب خواجہ محسود در شان شہدی
اویپ نسبت بر نفس خواجگان بدی
کہ آہم بدت فخر خاندان بودی

بدورِ خوشبختی جامِ وحدتِ چمن چستان
خارِ مدحتِ تو شد خمیر جان و دلم
ز نورِ روئے تو پر نور شد نظامِ هر حق
نورِ نفسِ نقیبت شدیم محو جمال

بحقِ میگردِ فیضِ جلوه
بہارِ باغِ جہان سر و گلستان
شبیبہ نور سرِ اپنے دستار
امامِ اہلِ یقین یعنی عارفان

کہا ہے آج میخانہ چلو خواجہ سلیمان کا
نشہ میں چور بیٹھے ہیں بہانے ساقی گلرو
کوئی مستِ می وحدت کوئی شوریدہ جلوت
خارِ بخودی کا وہ سرور آنکھوں میں چہایا ہے
حریمِ دل ہے یا میخانہ وحدت کا نقشہ ہے
تماشا رنگِ بیریگی کا وہ حق نے دکھایا ہے
عجب بیباک و بخون و خطر آزا وہ ہیں وانشا
جنابِ خواجہ محمود حضرت خواجہ حسام
تمہارے در پہ آئے ہیں تمہاری کہاتے ہیں
ہمیں صدقاتِ آبائی ہمیں خیراتِ اجدادی
ولی ابنِ ولی ہیں سب کے سب شانِ الہی ہیں
بجھو اللہ والہنت یہ قسمت تھی یہ رحمت ہے

ہمارے حامی دین کا ہمارے نور ایمان
کلامِ اللہ کی صورت ہے نقشہ اس سلیمان
بہشتی کا رخا ہے جنابِ نورِ زوان کا
کہ دل میں ایک نقشہ سا کھنچا ہے نگِ عارفان کا
تعلیق کا ہے نسخہ بابِ پنجم ہے گلستان کا
کہ ذرہ ذرہ آئینہ ہے یہ بیان حسنِ سلیمان کا
نہ خطرہ خال و خط کا ہے نہ پھندہ زلفِ بجان کا
دکھا دیکھے ہمیں جلوہ فقط خواجہ سلیمان کا
پلا دو ایک قطرہ اب تو شد عالمِ عرفان کا
ہمیں بھی بھیک بلجائے یہ درِ فیضِ زوان کا
یہ رحمتِ خواجگان کی ہے یہ ہے انعامِ زوان کا
ہوا ہوں محو نظارہ ازل سے اس گلستان کا

قبلہ اہلِ یقین قبلہ یقینم کہ تو کے
سُورِ وحدت بہ تماشا کے نمودِ کثرت
رنگِ آمیز سزی پر نور نفوس و آفاق
نور اللہ احد علتِ شانِ احمد
برزخِ نورِ خدا نورِ مستمندان
بدرِ سیلے مبین نورِ سرورِ ایمان
نسبتِ پاک چنانست محیطِ عالم
محو دیدار شدیم برقِ تجلی گشتم

کعبہ روئے زمین کعبہ
پر وہ صورتِ ہر پردہ
بہر شبیبہ ہر شبیبہ
نورِ تنزیہیہ ہر نور
طرفہ تر جلوہ بہر جلوہ
عینِ سجودِ ہر سجود
ذکرِ مذکورہ ہر ذکر
جسم و جانم تمہارے جسم کہ تو

